دلیل راہ
مارچ 2008ء ربیع الاول 1429ھ
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ و آلہ

ختم المرسلین ﷺ

فروزاں رُوئے انور غیرتِ ماہِ مبیں بن کر
نمایاں شانِ سرور شانِ صورت آفریں بن کر
تم اُبھرے قلزمِ فطرت کی موجِ اولیں بن کر
مگر بزمِ جہاں میں آئے ختم المرسلیں بن کر
تمہاری ذات ہے اصلِ وجودِ محفلِ عالم
تمہی عالم میں آئے رحمۃ اللعالمیں بن کر
مرا ایمان ہے ، میرا یقیں ، میرا عقیدہ ہے
کوئی دنیا میں آ سکتا نہیں تم سا حسیں بن کر
خدا کا دینِ کامل ، آخری پیغام تم لائے
امینِ کبریا و مہبطِ روح الامیں بن کر
کیے سب انبیاء کے وصف تم میں جمع خالق نے
تم آئے افتخارِ اولین و آخریں بن کر
نبی ہرگز تمہارے بعد ہو سکتا نہیں کوئی
کہ آئے ہو تمہی مُہرِ نبوت کے نگیں بن کر
خدا نے تم کو بخشی ہے حکومت دین و دنیا کی
تم آئے بزمِ ہستی میں شہِ دنیا و دیں بن کر
صداقت اس کو کہتے ہیں امانت ایسی ہوتی ہے
کہ اعداء میں بھی تم مانے گئے صادق امیں بن کر
افق کو آسماں پر سرفرازی کا ملے موقع
اگر یہ خاک ہو کوئے محمد کی زمیں بن کر

حضرت علامہ افق کاظمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ہم ہی حیات کو دیں گے پیامِ آزادی''

9۔ مارچ 2008ء کو لیاقت باغ راولپنڈی میں "پاکستان سنی کانفرنس" منعقد ہو رہی ہے۔ اس عظیم کانفرنس میں بلاشبہ ہزاروں عاشقانِ رسول ارضِ وطن کے طول و عرض سے فلاحِ اُمت کے عظیم کاز پر جمع ہو رہے ہیں۔ جماعت اہل سنت پاکستان کے لاکھوں کارکنان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ترقی اور ارتقاء کی منزلیں راسخ عزم، پختہ نیت اور خلوص کے بغیر حاصل نہیں ہوا کرتیں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم زندگیوں کو خوبصورت بنانے کے لئے آگے بڑھیں۔ ہر نئی صبح ہمارے لئے ترقی کا پیغام لائے۔ انفرادی زندگی میں ہم خود سلجھیں اور اجتماعی زندگی میں قومی ترقی کے روحانی لائحہ عمل کی مخلصانہ طلب کے لئے سفر کا آغاز کریں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٴٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (الطور)

اور ایمان والوں اور راہِ ایمان میں ان کی پیروکار اولاد کو ہم ملا دیں گے در آں حالیکہ ہم اُن کے عمل میں سے کسی بھی چیز کی کوئی کمی نہیں کریں گے اور ہر شخص اپنے اپنے عمل میں گرفتار ہوگا

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں بدی کے شام نگر میں بیٹھنے والے یزید اپنے اپنے شمر اور ابن زیاد ہر زاویہ اور ہر گوشہ میں پہنچا چکے ہیں۔ خیال ہے نیکیوں کے نقباء کو کربلا مچانے ہی پڑیں گے۔ شیطانوں کے مغربی اور مشرقی خدام نے شرفِ انسانیت کو مٹانا شروع کر رکھا ہے۔ اسلام کی پہچان ختم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس دنیا کا سب سے بڑا حادثہ، الم ناک سانحہ اور خونچکاں المیہ یہ ہے کہ مادی مشغولیتوں اور مصروفیات نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دور کر دیا ہے۔ آج کا انسان خدا فراموش بھی ہے اور خود فراموش بھی۔ سوسائٹی عذاب کا شکار ہو چکی ہے۔ فکر و عمل میں تضادات آتے جا رہے ہیں، معاشرہ منتشر ہو رہا ہے اور افکارِ بد کی یلغار ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے کی وجہ سے ہماری عملی حالت یہ بن چکی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (الحشر)

اور اُن لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جو اللہ کو بھول گئے۔ نتیجۃً اللہ نے خود انہی کو بھول میں ڈال دیا وہی نافرمان ہیں

گلوبل ویلج فکر و عمل کی جولانگاہ میں تضادِ فکر اور انتشارِ نظر کا شکار ہے۔ دوست اور دشمن دونوں کی پہچان ختم ہو گئی ہے۔ ہم نہ دوستی میں مخلص اور نہ دشمنوں کی پہچان اور بیخ کنی میں چابک دست ہیں۔ استقلالِ عقیدہ نام کی شے ہی نہیں رہی، مذہبی جماعتیں اپنے اپنے منشور کی اسلامی شقوں کو خواہشات کی سیاہ کھائیوں میں دفنا چکی ہیں۔ نہ نظامِ شریعت اور نہ نظامِ مصطفیٰ، جذبہ نہ نیت، بے جا تمنائیں، بے بنیاد توقعات اور غلط اُمیدیں زہریلے سانپ بن کر ڈس رہی ہیں۔

کاش! ہم نے سنا ہوتا ہمارا دشمن کیا چاہتا ہے؟ اور کیا کہتا ہے؟

وَّقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۭ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ (النساء)

اور کہا اس نے کہ میں تیرے بندوں میں سے مقرر حصہ ضرور لوں گا (۱۱۸) اور میں ضرور انہیں راہ حق سے بھٹکاؤں گا اور ضرور انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا اور ضرور انہیں حکم دوں گا تو یقیناً وہ جانوروں کے کان چیریں گے اور میں ضرور انہیں امر کروں گا تو وہ ضرور بدل ڈالیں گے اللہ کی مخلوق کو اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بناتا ہے تو وہ کھلے نقصان میں پڑ جاتا ہے (۱۱۹) اور شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور جھوٹی آرزوؤں میں الجھائے رکھتا ہے اور وہ انہیں مکروفریب کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا (۱۲۰)

اسلام کی تاریخ بتاتی ہے، ہر زمانے میں مسلمانوں کی تقسیم لاریب یہ رہی ہے کہ ایک طبقہ ان میں سے روحانی مسلمانوں کا رہا اور دوسرا سیکولر، روحانی مسلمان ہی دنیا میں تبلیغ اسلام کا کام کرتے رہے، انہی کا وجود سرچشمہ رحمت بنا رہا، وہی شرف انسانیت کے پاسبان رہے۔ جہاں تک دوسرے طبقے کا تعلق ہے وہ ننگِ اسلامیت ہی رہے۔ آج ہم سب مسلمانوں کو فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ جملہ مسائل کا حل روحانی اسلام میں تلاش کیا جا سکتا ہے، اس میں شک نہیں کہ ہم صوفیائے اسلام سے وابستہ ہیں اور ہماری بیماریوں کا نسخہ شفا انہیں کے پاس ہے لیکن نام کی خانقاہیں مسائل حل نہیں کریں گی بلکہ ہمیں حقیقت کا سراغ لگانا ہوگا اور اصلاح کے عمل سے گزرنا ہوگا۔ ہمیں نہ تو متصوفانہ طرز عمل کو ترک کرنا چاہیئے اور نہ ہی بدعات وخرافات کو سینے سے لگانا چاہیئے۔ منہاج سنت ہی ہمارے مسائل کا آبرومندانہ حل ہے۔ جرأت اور بہادری سے آگے بڑھیں اور ہر بدی کے خلاف برسرِ پیکار ہوں۔

بات اصلاح کی چل نکلی تو غور وفکر کے بعد اصلاح کا عمل ہر شعبہ میں جاری ہونا چاہیئے خصوصاً ہماری سیاست اصلاح طلب ہے، ہمارے اکابر سیاست جس طرح ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کرتے ہیں، مقاصد کی برآری کے لئے جس طرح گھٹیا راستے اپنائے جاتے ہیں کیا وہ ہمارے دانشوروں سے پوشیدہ ہیں۔ سیاست میں ہر اقدام اور فیصلہ قانون کے گرداگرد گھومتا ہے جس قوم کے پاسبان سیاست آئین اور قانون کو روئی کے پنبے اتنی اہمیت نہ دیتے ہوں وہ نتیجہ خیز اقدامات سے ملت کی خدمت کس طرح کر سکتے ہیں۔ چندروز قبل بلا تخصیص ہر طبقہ سیاست کے زعماء کو امریکیوں کے قدموں میں بیٹھا دیکھ کر لوگ سوچ رہے تھے آزادی، سیاست، حکومت اور آئین ہر ایک کی تعریف کیا بدل گئی ہے۔ اس وقت قوم اور ملت کو ''لیڈرز'' کی ضرورت نہیں بلکہ خواہ محسنین کی ضرورت ہے جو مذہب میں اصلاح کی طرح گھر سے بازار، خلوت سے جلوت اور سیاست سے روحانیت ہر ایک گوشے میں اصلاح کی مخلصانہ تحریک چلائیں۔ انتخابی نتائج سیاست وانوں کے لئے ممکن ہے کسی حد تک اطمینان بخش ہوں لیکن یقین بخش نہیں۔ لگتا ہے ہماری سیاست کے ناخدا علم، مطالعہ، دانش، تجربہ، ہر جوہر سے محروم ہیں ورنہ قومی عزت کے روشن نشان جس طرح مٹائے جا رہے ہیں ان لوگوں کے پریشان ہونے کو ظاہر کر رہے ہوتے۔

بساط اقتدار پلٹی جانے کے انقلابی نشانات جب ابھرے ہیں تو آنے والوں کو جانے والوں کا نامہ اعمال اچھی طرح پڑھ لینا چاہیئے:

- ☆ ان لوگوں نے اقتدار کو اپنے گھر کی لونڈی تصور کر لیا تھا
- ☆ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے تصور کو فراموش کر بیٹھے تھے
- ☆ مغربی استعمار کی غلامی کرتے ہوئے سیاسی اور سماجی شخصیتوں کے قتل میں ملوث تھے
- ☆ مذہبی اور دینی شعائر کی توہین ان کا مشغلہ تھا
- ☆ مدارس دینیہ کی رونق چھیننے کے لئے باطل قانون سازی کے مرتکب ہوئے تھے

☆ حدود نسواں کی آڑ میں حدود اللہ اور شرعی قوانین کی پامالی ان کے ہاتھوں ممکن ہوئی

☆ بے روزگاری، مہنگائی، دہشت گردی اور لوٹ کھسوٹ کو فروغ دیا تھا۔

☆ بے حیائی اور فحاشی کا فروغ حکومتی منشور میں شامل تھا

☆ عدالتی نظام کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئی تھیں

☆ امریکہ سے دس ارب ڈالر لے کر قومیت فروشی کی تھی

☆ احتساب کا ادارہ انتقامی کارروائیوں کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا

☆ نصاب تعلیم میں اباحتیں پیدا کرنے کے لئے معاندانہ تبدیلیاں کی گئی تھیں

☆ آغا خان بورڈ ایسے ادارہ کو دانشکدوں پر تولیت بخشنے کے گھناؤنے کام کئے گئے تھے

☆ سرکاری سرپرستی میں ایک خاص فرقہ کو طاقت بخشنے کے لئے روحانی مراکز اور دینی اداروں اور مساجد پر قبضے جمانے کی سفلی حرکتیں اپنائی گئی تھیں۔

☆ لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو دہشت گردی قرار دے کر مذہبی قوتوں کو پسپا کرنے کی سازشیں تیار کی گئی تھیں

ان سب مفسدانہ رویوں کا مقصد بھی پاکستانیت اور اسلامیت کا خاتمہ تھا

نو بہار کے موسم میں جن نئے لوگوں کی تاج پوشی ہو رہی ہے انہیں دیکھ سن کر اپنی پالیسیاں وضع کرنا ہوں گی اور حلیف اور رقیب دونوں کے انتخاب میں احتیاط کا دامن پکڑنا ہوگا۔

سُنّی کانفرنس کے موقع پر سنی زعماء سے یہ توقع بے جانہ ہوگی کہ وہ عالمی سطح پر اسلامی اقدار کی حفاظت اور دینی تبلیغ کے لئے نئی حکمت عملی وضع کرنے کے بعد مضبوط اور ٹھوس لائحہ عمل وضع کریں۔ اس لئے کہ اس وقت سوائے صوفیائے اسلام کے کوئی بھی گروپ اسلام کی نمائندگی کرنے کے قابل نہیں رہا۔

آپ ہی کو زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھنا ہوگا اور اسلام کے خلاف ابھرنے والی تحریکوں اور سازشوں کو مٹانے کی عملی تدبیر کرنی ہوگی۔

غریبو! بیکسو! مظلوموخستہ کام ہی

ہم حیات کو دیں گے پیامِ آزادی

اے اللہ!

میری قوم کو حوصلہ بخش، ہمت دے اور جوہر صلاحیت عطا فرما۔۔۔!!

یارب!

غلامی سے بچانا اور سفید چمڑی والوں کو ہم سے دور رکھنا۔۔۔!!

اے کریم!

اپنے حبیب سے محبت کرنے والوں سے تو بھی محبت رکھ اور انہیں توفیق دے کہ وہ اقدارِ محبت کا نور ارزاں کریں۔۔۔!!

اے نوروں کے نور!

تاریک دلوں کو منور کر اور زمیں ہر ظلمت میں حق کا چراغاں کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

سید ریاض حسین شاہ

حرفِ حرفِ روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرہ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ یوسف کی آیت 108 کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

محبوب فرما دیجئے "یہ ہے میری راہ" میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور جو میرے قدموں میں چلیں بصیرت رکھتے ہیں اور اللہ ہی ہے ہر عیب سے پاک قوت والا اور میں کسی کو بھی اس کے ساتھ شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے سامنے جو لوگ کھڑے تھے ان کے ذہن میں اور دل میں کوئی ایسا گوشہ نہیں رہا تھا، جس میں حضور ﷺ نے استدلال منزل کی نور پاشی نہ فرمادی تھی۔ آپ کے روشن کردار، عالی شخصیت، حسین اخلاق، خوبصورت دعوت، شیریں انداز، نتیجہ خیز تخاطب نے قلب و ذہن کو گویا مسخر کر لیا تھا۔ سورہ یوسف کے نزول نے دعوت رسول کو فہم و فکر کی ایک ایسی حسین وادی میں لا کھڑا کیا تھا کہ جہاں سچے عقیدے موتیوں کی طرح چمکتے دکھائی دے رہے تھے۔ لوگوں کے لئے فلسفیانہ انداز فکر کے برعکس حضور ﷺ کی خوبصورت شخصیت میں ہر بات سچی، ہر دعوت کھری، ہر قول دوٹوک اور ہر لہجہ روشن دکھائی دینے لگا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اب نہایت بلیغ استدلال سے قافلہ انسانیت کا رخ الہ برحق کی طرف پھیرا۔ انداز حسن اور مجاز سے حقیقت کی طرف بڑھنے کا کیف آفریں اور وجد افزا اسلوب ملاحظہ ہو کہ رب العالمین نے اپنے حبیب سے فرمایا "میرے پیارے آپ فرماؤ" آپ کا فرمادینا ہی میری توحید کی دلیل بن جائے گا، پھر اس پر مستزاد رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا "محبوب فرماؤ یہ میری راہ ہے" گویا ایک معنی تو یہ ہے کہ توحید میری راہ ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے، میری شخصیت کے کسی پہلو سے اگر تم متاثر ہو تو پھر اللہ رب العالمین کو لاشریک ماننا صرف کوئی مابعد الطبیعاتی عقیدہ نہیں رہتا بلکہ یہ ہماری راہ بن جاتا ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اب جو میرا ہے میری غلامی کا دم بھرتا ہے اسے میری راہ اپنانی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے منزہ، ہر عیب سے پاک اور ہر شرک سے بری ماننا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا، لاشریک ہونا، منزہ عن العیوب ہونا اور عقیدہ و ایمان کی اس عظیم الشان شاہراہ پر چلتے ہی جانا، بڑھتے ہی رہنا، کسی ضبط کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی یہ کوئی جنون ہے بلکہ یہ میری اور میرے غلاموں کی روشن بصیرت ہے۔ ہمیں اس عقیدہ میں ذرہ برابر شک نہیں۔ ہم اپنی راہ کو بخوبی پہچانتے ہیں۔ ہمارے ہر فیصلے میں خداداد بصیرت ہے۔ ہمارا کوئی کام محض اندازے سے نہیں بلکہ مجلّٰی وحی کی روشنی میں پورے ادراک اور فراست کی خوشبو کے ماحول میں گھرا ہے۔

"سبحٰن اللہ" یہ جملہ کتنا برمحل اور خوبصورت ہے۔ ایک طرف خدا کی قوتوں اور عیبوں سے پاک ہونے کا اعلان ہے، دوسری طرف حضور ﷺ کی خوبصورت شخصیت، جمال پرور دعوت، ناقابل شکست ایمان، تلاطم خیز بصیرت، عمیق ذات اور آپ کے غلاموں کی حلاوت گیر اتباع، مستی خیز وابستگی اور کیف آفریں ایمان کا اعتراف ہے اور یہ عقیدہ کہ "میں مشرکوں سے نہیں" اس کا فہم و ذکاء سے بھرپور دیباچہ "سبحٰن اللہ" ایسے لگتا ہے جیسے ساقِ عرش پر حضور ﷺ کے عظیم اعتقاد کو دیکھ کر کسی نے لکھ دیا ہو "سبحٰن اللہ"

سبحٰن اللہ!

سبحٰن اللہ!

قارئین!

آیہ کریمہ کی روشنی میں چند باتوں کو فراموش نہ کیجئے:۔

☆ عقیدہ توحید اسلام کی جان ہے اسے کبھی متزلزل نہ ہونے دیں۔

☆ کسی غیر کے دروازے پر اپنے آپ کو ڈال کر کبھی ذلیل و خوار نہ ہوں۔ حضور ﷺ اور ان کے غلاموں کو کبھی اللہ کا غیر نہ مانئے وہ اس کے اپنے ہیں

☆ کبھی جہالت زدہ معاشرہ کا حصہ نہ بنیں، ایک مسلمان ہونے کے ناطے آپ کو ہر طرح عقیدہ و عمل میں ممتاز رہنا چاہیئے۔ اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف بلاتے رہیئے۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے، کوتاہی جرم عظیم ہے۔

☆ ہر قول اور ہر عمل میں بصیرت اور فراست کو فراموش نہ کریں اور بصیرت کا سرچشمہ حضور ﷺ اور ان کی غلامی ہے اور اسلامی زندگی کی آن بان اور شان بڑھانے کی ہمہ دم جدوجہد کریں۔

✿ ✿ ✿

مرتد کی سزا قتل ہے

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن ابی بردۃ قال قال ابو موسیٰ اقبلت الی النبی ﷺ و معی رجلان من الاشعریین احدھما عن یمینی والآخر عن شمالی فکلاھما سألا العمل والنبی ﷺ ساکت فقال ما تقول یاابا موسیٰ او یا عبد اللہ بن قیس قلت والذی بعثک بالحق ما اطلعانی علی ما فی انفسھما و ما شعرت انھما یطلبان العمل قال کانی انظر الی سواکہ تحت شفتہ قلصت قال لن تستعمل او لا نستعمل علی عملنا من ارادہ و لکن اذھب انت یا ابا موسیٰ او یا عبد اللہ بن قیس فبعثہ الی الیمن ثم اتبعہ معاذ بن جبل قال فلما قدم علیہ معاذ قال انزل و القی لہ و سادۃ فاذا رجل عندہ موثق قال ما ھذا قال ھذا کان یھودیا فاسلم ثم راجع دینہ دین السوء قال لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ و رسولہ ثلاث مرار فامر بہ فقتل ثم تذاکرا قیام اللیل فقال احدھما معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اما انا فانام و اقوم او اقوم و انام و ارجو فی نومتی ما ارجو فی قومتی.

حضرت ابو بردہ ؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت ابو موسیٰ (اشعری) نے فرمایا، میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ اشعری قبیلہ کے دو آدمی بھی تھے ان میں سے ایک میری داہنی جانب اور دوسرا میری بائیں طرف تھا پس ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ سے عمل (ذمہ داری) کا سوال کیا اور نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ پھر فرمایا اے ابو موسیٰ یا (فرمایا) اے عبد اللہ بن قیس تم کیا کہتے ہو؟ (حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ان دونوں نے مجھے اپنے دل کی بات نہیں بتائی اور نہ مجھے معلوم ہوا کہ یہ دونوں عمل (ذمہ داری) کا مطالبہ کرنے والے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں گویا میں (اب بھی) آپ کی مسواک دیکھ رہا ہوں جو آپ کے مبارک ہونٹوں کے نیچے اٹھی ہوئی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص خود ارادہ کرے اسے ہرگز کوئی کام سپرد نہیں کیا جائے گا یا فرمایا ہم اسے کوئی کام سپرد نہیں کریں گے لیکن اے ابو موسیٰ یا فرمایا اے عبد اللہ بن قیس آپ جائیے چنانچہ آپ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل کو ان کے پیچھے بھیجا۔

فرماتے ہیں جب حضرت معاذ بن جبل ؓ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا (سواری سے) اتریں اور انہوں نے ان کے لئے تکیہ رکھا وہاں ایک شخص بندھا ہوا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت ابو موسیٰ ؓ نے فرمایا یہ شخص یہودی تھا اور اس نے اسلام قبول کیا پھر اپنے برے دین (یہودیت) کی طرف پھر گیا۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ نے فرمایا جب تک اسے قتل نہ کیا جائے میں نہیں بیٹھوں گا (یہ قتل کرنا) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے۔ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے آپ تشریف تو رکھیں۔ حضرت معاذ ؓ نے فرمایا میں نہیں بیٹھوں گا جب تک اسے قتل نہ کیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے چنانچہ انہوں نے حکم دیا اور اس شخص کو قتل کیا گیا۔

اس کے بعد دونوں (جلیل القدر صحابہ کرام) نے قیام لیل کے بارے میں مذاکرہ کیا تو ان میں سے ایک یعنی حضرت معاذ بن جبل ؓ نے فرمایا میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں یا فرمایا میں قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں اپنی نیند میں اس (ثواب) کی امید رکھتا ہوں جو امید اپنے قیام میں کرتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد جلد ۲ ص ۲۵)

اس حدیث میں تین جلیل القدر صحابہ کرام کا تذکرہ ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو بردہ ؓ کا اسم گرامی ہانی بن نیار ہے آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں دیگر ستر افراد کے ہمراہ شریک ہوئے علاوہ ازیں غزوہ بدر اور کئی دیگر غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ آپ حضرت براء بن عازب ؓ کے ماموں تھے حضرت معاویہ کے زمانہ حکومت کے آغاز میں آپ کا انتقال ہوا۔

دوسرے صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ ہیں آپ کا اسم گرامی عبد اللہ بن قیس ؓ ہے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر کشتی والوں کے ساتھ اس وقت تشریف لائے جب رسول اکرم ﷺ خیبر میں تھے۔

حضرت عمر ؓ بن خطاب نے 20ھ میں آپ کو بصرہ کا والی مقرر فرمایا اور حضرت ابو موسیٰ ؓ نے اہواز کا علاقہ فتح کیا حضرت عثمان غنی ؓ کی خلافت کے ابتدائی دور تک آپ بصرہ کے امیر رہے پھر معزول کر دیے گئے اور کوفہ منتقل ہوئے اور حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے بعد آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور 52ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

اس حدیث میں مذکور تیسرے صحابی حضرت معاذ بن جبل ؓ ہیں آپ کی کنیت ابو عبد اللہ انصاری خزرجی ہے آپ انصار کے قبیلہ بنو خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپ بھی ان ستر افراد میں شامل تھے جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ آپ بھی بدری صحابی ہیں دیگر کئی غزوات میں شریک

ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ نے آپ کو قاضی اور معلم بنا کر یمن بھیجا اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے اسلام قبول کیا حضرت عمر بن خطاب ؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ کے بعد آپ کو شام کا امیر مقرر کیا۔ 18ھ میں مرعمواس کے طاعون میں 38 سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ (اکمال فی اسماء الرجال مع مشکوٰۃ المصابیح ص 616,618,587)

حضرت ابو داؤد نے اس حدیث کو ''کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد'' میں ذکر کیا کیونکہ اس میں ایک مرتد کا ذکر ہے۔ لیکن اس میں کئی مسائل کے سلسلے میں راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

پہلی بات:

حضرت ابو موسیٰ ؓ کے ساتھ آپ کے قبیلے کے جو دو شخص بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے ان کا مقصد منصب قضا حاصل کرنا تھا اگرچہ حدیث شریف میں منصب قضا کا ذکر نہیں لیکن قرین قیاس یہی بات ہے کیونکہ ایک دوسری حدیث شریف میں ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا''من ابتغی القضاء و سأل و کل الی نفسه و من اکره علیه انزل الله علیه ملکا یسدده''(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۴، باب العمل فی القضاء والخوف)

جو شخص (عہدہ) قضا تلاش کرے اور طلب کرے اسے اس کی ذات کے حوالے کیا جاتا ہے اور جس کو اس (عہدہ قضا) پر مجبور کیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو اتارتا ہے جو اسے سیدھی راہ پر رکھتا ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کے ہمراہ آنے والے دونوں حضرات عہدہ قضا کے طالب تھے رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں کو جواب دینے اور ان کے مطالبہ کو پورا کرنے سے پہلے حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں یعنی آپ کا بھی یہی مطالبہ ہے؟ یا آپ ان کی سفارش کرنے آئے ہیں۔ جب انہوں نے وضاحت کر دی کہ مجھے نہ تو ان دونوں حضرات نے اپنے دل کی بات بتائی نہ میں خود سمجھ سکا کہ ان کے دل میں کیا بات ہے۔

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے یوں فیصلہ فرمایا کہ ان دونوں حضرات کو عہدہ قضا پر فائز نہ فرمایا اور صریح الفاظ میں فرمایا کہ جو لوگ مطالبہ کرتے ہیں ہم ان کو یہ عہدہ نہیں دیتے اور چونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے مطالبہ نہیں کیا تھا اس لئے آپ نے ان کی تقرری فرما دی۔

درحقیقت یہ رسول اکرم ﷺ کی رحمت کا مظاہرہ تھا کہ چونکہ مطالبہ کرنے والا اپنی ذات کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور تائید الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے اس لئے اس بات کا خطرہ موجود ہوتا ہے کہ وہ کہیں غلط اور عدل و انصاف کے خلاف فیصلہ نہ کر دے لہٰذا ان کو گناہ سے بچانے کے لئے آپ نے یہ منصب عطا نہ فرمایا۔

نیز اس سے یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ کسی منصب کا مطالبہ نہ کیا جائے بلکہ معیار (میرٹ) کی بنیاد پر کسی منصب پر تقرری کی جائے۔

آج کے دور میں چونکہ معیار کو نظر انداز کر کے سفارش اور رشوت کا بازار گرم کیا جاتا ہے اور جب تک کوئی مطالبہ نہ کرے اسے اس کا حق ادا نہیں کیا جاتا اس لئے معیار پر پورا اترنے والے کو اور قابل و مستحق افراد کے لئے کسی منصب کے حصول کی خاطر درخواست گزار ہونا ضروری ہو گیا ہے علاوہ ازیں جب غلط لوگ میدان میں ہوں تو اچھے لوگوں کو امت کی راہنمائی اور اُمت کو غلط لوگوں سے بچانے کیلئے میدان میں اترنا درست ہوگا۔

دوسری بات:

مرتد کی سزا قتل ہے کیونکہ مرتد وہ شخص ہوتا ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کفر اختیار کرتا ہے اور یوں وہ اپنے عمل سے اسلام کی صداقت اور کشش کے خلاف سازش کا مرتکب ہوتا ہے اور عملاً یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ اگر اسلام میں کوئی خوبی یا کمال ہوتا تو میں کبھی اسلام سے روگردانی نہ کرتا۔ اس لئے ایسا شخص عام کافر کے مقابلے میں بڑا مجرم ہوتا ہے لہٰذا اس کے ناپاک وجود سے معاشرے کو پاک کرنا ضروری ہوتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل نے جس شخص کو بندھا ہوا دیکھا تھا وہ یہودیت سے اسلام کی طرف آیا اور پھر اپنے برے عقیدہ یعنی یہودیت کی طرف پھر گیا۔ یہ شخص ایک سازش کے تحت اسلام کے دامن سے وابستہ ہوا تھا اگر وہ نیک نیتی سے مسلمان ہوا ہوتا تو دوبارہ یہودیت کی طرف نہ جاتا اسی سازش کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا ہے:

وقالت طائفة من اهل الکتاب امنوا بالذی انزل علی الذین امنوا وجه النهار واکفروا اخره لعلهم یرجعون (سورہ آل عمران آیت 72)

اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا کہ تم صبح کو ایمان لاؤ اس چیز پر جو مسلمانوں پر نازل ہوئی اور شام کو اس کے منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر جائیں۔

اہل کتاب اس سے دو فائدے حاصل کرتے تھے ایک تو کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کے راز معلوم کرنا اور دوسرا یہ پروپیگنڈا کرنا کہ اسلام میں کوئی کمال نہیں (معاذ اللہ) اہل اسلام کو آج بھی اہل کتاب اور دیگر باطل مذاہب اور فرقوں کی ان سازشوں سے آگاہ رہنا چاہیے بالخصوص غیر مسلموں کو کلیدی عہدوں پر فائز کرنا اور خزانہ اور دفاع جیسی وزارتیں ان کے سپرد کرنا زہر قاتل ہے۔

مرتد کی سزا قتل ہے لیکن اس سے پہلے اس پر اسلام کو پیش کیا جائے

امام قدوری فرماتے ہیں:

واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله غرض عليه الاسلام فان كانت له شبهة كشف عنه و يحبس ثلثة ايام فان اسلم والاقتل (ہدایہ جلد ۲، ص ۵۸، باب احکام المرتدین)

اور جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے (اللہ کی پناہ) تو اس پر اسلام پیش کیا جائے اور اگر اسے کوئی شبہ ہو تو اسے دور کیا جائے اور اس کو تین دن قید میں رکھا جائے اگر اسلام قبول کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کرنا چاہیے۔

حدیث شریف میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے وہ پہلے یہودی تھا پھر اس نے اسلام قبول کیا اور اس کے بعد دوبارہ یہودیت اختیار کر لی، اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا چنانچہ ابوداؤد شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے:

"**فقد استتيب قبل ذالك**" (اور اس سے پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا) ایک دوسری روایت کے مطابق اسے تین راتیں یا اس کے قریب اسلام کی دعوت بھی دی گئی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ نے غالباً کسی حکمت کے تحت ابھی اسے قتل کرنے کا حکم نہ دیا تو حضرت معاذ بن جبل اس وقت تک سواری سے نہ اترے جب تک اسے قتل نہ کیا گیا۔

آپ کے الفاظ اُمت مسلمہ کے لئے مشعل راہ ہیں آپ نے فرمایا:

"**لا اجلس حتى يقتل قضاء الله و رسوله**" يعني "**هذا قضاء الله و رسوله**"

مقصد یہ تھا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے اور جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر عمل نہ کیا جائے میں سواری سے نیچے نہیں اتروں گا۔

گویا حضرت معاذ بن جبل نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی اہمیت کو واضح کیا اور یہ بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو اقتدار عطا کرے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو یہ نظام فی الفور نافذ کیا جائے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ دینی ذہن رکھنے والے لوگوں پر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے اپنی تحریک اور مساعی جاری رکھنا ضروری ہے۔ جس طرح حضرت معاذ بن جبل ﷺ نے اس وقت تک بیٹھنے سے انکار کر دیا جب تک اسلامی قانون کے مطابق اس مرتد کو قتل نہ کیا گیا۔

جب اس شرعی حکم پر عملدرآمد ہو گیا تو دونوں جلیل القدر صحابہ کرام نے رات کے وقت عبادت خداوندی (قیام لیل) کے حوالے سے گفتگو شروع فرمائی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام سیاسی امور اور نظام حکومت کی طرف بھی توجہ مبذول فرماتے اور اس کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات کی ادائیگی میں بھی کوتاہی نہ کرتے۔ قیام لیل کی فضیلت کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا ايقظ الرجل اهله من الليل فصليا او صلى ركعتين جميعا كتب في الذاكرين والذاكرات (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ، باب قیام اللیل جلد اول ص ۱۹۲)

جب کوئی شخص رات کے وقت اپنی بیوی کو جگائے اور دونوں نماز پڑھیں یا فرمایا دونوں (کم از کم) دو رکعتیں پڑھیں تو وہ ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل ﷺ نے بتایا کہ وہ رات کو آرام بھی کرتے ہیں اور نوافل بھی پڑھتے ہیں اور وہ سونے کی حالت میں بھی اس ثواب کی امید رکھتے ہیں جس کی امید وہ قیام اللیل میں رکھتے ہیں۔

اسلام کا یہی فطری نظام ہے کہ عبادت کے ساتھ ساتھ آرام بھی کیا جائے اپنے جسم کا حق ادا کیا جائے، گھر والوں کے حقوق ادا کئے جائیں اور عبادت کے لئے بھی وقت نکالا جائے اس صورت میں نیند بھی عبادت بن جائیگی اور اس کا بھی ثواب ملے گا۔

✿ ✿ ✿

فتنہ انکارِ حدیث

برصغیر پاک وہند کی علمی تاریخ میں علامہ محمد ایوب علیہ الرحمہ کا نام سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ عبدالماجد دریا آبادی نے صدق جدید کے اندر موصوف کو معقولیت کا امام قرار دیا۔ حکیم اجمل خان مولانا کو ہند پاک کا فخر کہا کرتے تھے۔ آپ نے تھوڑا لکھا ہے لیکن خوب لکھا ہے۔ جلال و جمال کا یہ مرقع عظیم ہندی کے فتنوں کے لئے برق سوزاں تھا۔ منکرین حدیث نے جب انکار حدیث کا فتنہ کھڑا کیا تو علامہ محمد ایوب نے یہ مقالہ تیار کیا۔ قارئین کو پڑھنے کے بعد ہی مولانا کے تبحر علمی کا اندازہ ہوگا۔۔۔۔ ادارہ

حافظ محمد ایوب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

الغرض متعدد کلام حضرت نوح علیہ السلام سے ہوئے۔ یہ سب وحی تھے اور کتاب نہ تھے کیونکہ مایوسی کے وقت، ڈوبنے کے وقت اور نجات پانے کے وقت کتاب کی ضرورت نہیں تھی۔ کتاب کا نزول بشارت اور انذار اور رفع اختلاف کے لئے ہوتا ہے وہ اس وقت مقصود نہ تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی ہوئی:

"یا ابراھیم اعرض عن ھذا" (وما من دابۃ ۔ ھود) "اے ابراہیم علیہ السلام چھوڑ بھی اس خیال کو"۔ یہ وحی تھی اور کتاب نہ تھی۔ "تلک حجتنا اتینا ھا ابراھیم علیٰ قومہ" (واذا سمعوا ۔ الانعام) "حضرت ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ کے لئے یہ حجت ہم نے دی تھی"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کواکب اور شمس وقمر کے غروب اور غائب ہونے سے ان کے حدوث پر استدلال کیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا لیا اور کہا کہ یہ حجت ہم نے ابراہیم کو سکھائی تھی۔ یہ وحی تو تھی مگر کتاب نہ تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا "انی لا جد ریح یوسف" (وما ابری ۔ یوسف) "مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے"۔ حاضرین نے کہا آپ تو وہی پرانے خیالات میں ہیں۔ پھر جس وقت آپ بینا ہوگئے تو فرمایا: "انی اعلم من اللہ مالا تعلمون" "مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جو تمہیں معلوم نہیں ہوتیں"۔ بس یہی وحی ہے مگر کتاب نہیں ہے۔ کتاب ہوتی تو بیٹوں کو اور تمام حاضرین کو معلوم ہو جاتی۔ اس کی تو تبلیغ فرض تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر وحی ہوئی "واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا" "ہم نے یوسف کو وحی کی کہ تو ان کی اس غلطی پر ان کو متنبہ کرے گا" چنانچہ انہوں نے ان کو متنبہ کیا" ھل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ" (وما ابری ۔ یوسف) "تمہیں کچھ پتہ ہے کہ یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ تم نے کیسا (برا) برتاؤ کیا تھا"۔ بہرحال یہ وحی کنوئیں میں ڈالتے وقت ہوئی تھی اور یہ وحی کتاب نہ تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر وحی ہوئی "یا موسیٰ انی انا اللہ" (امن خلق ۔ القصص) "اے موسیٰ میں ہی معبود ہوں"۔ یہ وحی تھی کیونکہ فرمایا "فاستمع لما یوحی" "سن جو وحی (تیری طرف) کی جارہی ہے"۔ بہرحال طور کا کلام وحی ہے مگر کتاب نہیں "واوحینا الی موسیٰ ان الق عصاک" (قال الملا ۔ الاعراف) "ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنا عصا پھینک دے"۔ یہ وحی ہے اور کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ توریت ان وحیوں کے بہت عرصہ بعد نازل کی گئی تھی۔ "واوحینا الیٰ موسیٰ ان اسر بعبادی" (وقال الذین ۔ الشعراء) "ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا"۔ یہ وحی ہے اور کتاب نہیں ہے۔ الغرض متعدد وحیاں ان حضرات کو ہوئیں اور یہ وحیاں کتابیں نہ تھیں۔ حضرت لوط علیہ السلام سے ملائکہ نے کہا "یا لوط انا رسل ربک" "اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں"۔ یہ وحی تھی کتاب نہ تھی۔ کیونکہ عذاب کے وقت کتاب کیسی؟ عذاب کے وقت کتاب بے سود چیز ہے۔ بنی اسرائیل کے نبی نے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے "وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا" (سیقول ۔ البقرہ) یہ وحی ہے کتاب نہیں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پر وحی ہوئی "ففھمنا ھا سلیمٰن" "ہم نے اس فیصلہ کو سلیمان کو سمجھا دیا"۔ یہ وحی تھی کتاب نہ تھی کتاب ہوتی تو حضرت داؤد اسے جانتے۔ حضرت ذکریا پر وحی ہوئی "یا ذکریا انا نبشرک بغلام" "اے ذکریا ہم تجھے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں"۔ "فنادتہ الملآئکۃ وھو قائم یصلی" "فرشتوں نے ان کو آواز دی جس وقت وہ نماز پڑھتے محراب میں کھڑے ہوئے تھے"۔ "ان اللہ یبشرک بیحیی" "کہ اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے"۔ تو یہ وحی تھی کتاب نہ تھی اگر کتاب میں یہ مضمون ہوتا تو نہ دعا مانگتے نہ تعجب کرتے۔ حضرت عیسیٰ پر وحی آئی "قال اللہ انی منزلھا علیکم" "اللہ نے کہا! "میں تمہارے اوپر خوان اتاروں گا"۔ یہ وحی تھی کتاب نہ تھی کیونکہ اگر یہ کتاب ہوتی تو نہ حواری مطالبہ کرتے نہ ضد و بحث ہوتی۔ یعنی کتاب میں یہ مضمون ہوتا کہ اللہ خوان اتار سکتا ہے اور اتارے گا تو اس صورت میں مطالبہ ہی نہ ہوتا کیونکہ انجیل توریت وغیرہ سب دفعۃً نازل ہو چکی تھیں۔ الغرض جو نبی صاحب کتاب نہیں تھے ان پر تو صرف وحی ہی وحی نازل ہوئی اور جو صاحب کتاب تھے ان پر کتاب سے پہلے اور کتاب کے بعد برابر وحی ہوتی رہی اور قرآن شریف میں بکثرت یہ وحیاں مذکور ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی بشر سے کلام کرنا ہی وحی ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ اور کتاب اسکی ایک قسم "او یرسل رسولا" پر مشتمل ہے۔ وحی عین کتاب نہیں ہے۔ وحی کبھی کتاب ہوگی کبھی "من ورا حجاب" ہوگی۔ کبھی خالص وحی ہوگی۔

اب خاص طور سے اسے سمجھئے کہ حضرت محمد ﷺ پر وحی علاوہ قرآن شریف کے بھی آتی تھی۔

پہلی دلیل: "واذا اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً فلما نبات بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نباتھا بہ قالت من انباک ھذا قال نباءنی العلیم الخبیر" "جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے چپکے سے ایک حدیث بیان کی پھر اس بیوی نے اس کو کسی دوسری سے کہہ دیا اور اللہ نے نبی پر اس واقعہ کو ظاہر کر دیا (یعنی اللہ نے نبی پر یہ ظاہر کر دیا کہ تیری بیوی نے اس بات کو دوسری پر ظاہر کر دیا) تو نبی نے اس بیوی سے کچھ حصہ بیان کیا اور کچھ نہیں بیان کیا۔ جب نبی نے بیوی کو اس واقعہ کی خبر دی تو بیوی نے کہا کہ آپ کو کس

نے خبر دی۔ تو نبی ﷺ نے کہا کہ مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہے"۔ اللہ نے نبی ﷺ پر یہ واقعہ ظاہر کیا "اظهره الله" اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ نے اس کا اظہار جو نبی ﷺ پر کیا ہے یہ وحی تھی اور نبی ﷺ نے جو یہ کہا کہ علیم وخبیر نے خبر دی۔ یہ وحی تھی۔ اس آیت کے دونوں ٹکڑے وحی غیر قرآن پر دلالت کر رہے ہیں۔ کیونکہ اللہ نے نبی ﷺ پر جو اس واقعہ کو ظاہر کیا یہ قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے۔ اور نبی ﷺ نے جو یہ کہا کہ مجھے علیم وخبیر نے خبر دی تو علیم وخبیر کا یہ خبر دینا کہیں قرآن میں مذکور نہیں ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ قرآن کے علاوہ نبی ﷺ پر وحی ہوئی۔

دوسری دلیل: "ما قطعتم من لينة او تركتمو ها قائمة علىٰ اصولها فباذن الله" "کھجور کے درخت جو تم نے کاٹ دیئے یا ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیئے تو یہ (جو کچھ تم نے کیا ہے) اللہ کی اجازت سے کیا ہے"۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ نبی ﷺ پر قرآن کے علاوہ وحی ہوئی۔ کیونکہ جس حکم کے ذریعہ ان درختوں کو کاٹا گیا وہ حکم قرآن شریف میں کہیں نہ تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اذنِ الٰہی کس جگہ ہے۔ قرآن میں ہے یا قرآن سے باہر ہے اگر قرآن میں ہے تو دکھاؤ کہاں ہے۔ ہرگز قرآن میں ان درختوں کے کاٹنے کی اجازت نہیں ہے لیکن قرآن سے اجازت ثابت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اجازت دوسری وحی سے ہے جو علاوہ قرآن شریف کے ہوئی۔

تیسری دلیل: سورہ بقرہ و آل عمران وغیرہ یہ سب سورتیں مدنی ہیں جو تقریباً دس سال بعد نازل ہوئی ہیں۔ تو جس طرح یہ نازل ہوئی تھیں اسی طرح ان کو کیوں ترتیب نہیں دیا گیا۔ جو سورۃ پہلے نازل ہوئی وہ پہلے لکھی جاتی۔ جو پیچھے نازل ہوئی وہ پیچھے لکھی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا۔ بلکہ پہلے نازل شدہ سورتیں پیچھے لکھی گئیں اور پیچھے والی پہلے لکھی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "قال الذين لا يرجون لقاءنا ائت بقران غير هذا او بدله قل ما يكون لي ان ابدله من تلقاء نفسي ان اتبع الا ما يوحى الي" (یعتذرون۔ یونس) "جو لوگ ہماری ملاقات کے آرزومند نہ تھے وہ کہنے لگے کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لا۔ یا اس کو بدل دے۔ کہہ دے مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی طرف سے بدل دوں میں تو صرف وحی کا پابند ہوں"۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ تبدیلی بغیر وحی کے نہیں ہو سکتی۔ یہ جو نبی ﷺ نے تبدیلی تنزیلی ترتیب میں کی ہے یہ وحی سے کی ہے اور یہ وحی قرآن میں مذکور نہیں ہے یعنی کہیں قرآن میں یہ نہیں ہے کہ اے نبی یہ سورۃ یہاں لکھواؤ اور یہ وہاں۔ لہٰذا قرآن کے علاوہ وحی ہوئی۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان هي الا اسماء سميتموها انتم وابآؤكم ما نزل الله بها من سلطان" (قال فما۔ النجم) "یہ صرف اسماء ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ کی منظوری کے بغیر"۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ کی منظوری کے بغیر نام رکھنا ناجائز ہے۔ لہٰذا جو سورتوں کے نام نبی ﷺ نے رکھے ہیں۔ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران وغیرہ یہ قطعی اللہ کی منظوری سے رکھے ہیں۔ اور یہ منظوری قرآن میں کہیں نہیں دی بلکہ قرآن کے علاوہ منظوری دی گئی یہی وحی ہے جو قرآن کے علاوہ ہے۔

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واذا قرئ القران فاستمعوا" "جب قرآن پڑھا جائے تو سنو" "اذا قرانه فاتبع قرانه" "جب قرآن پڑھیں تو اس کی پیروی کرو"۔ مگر قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ اے نبی ﷺ جب قرآن نازل ہوا کرے تو لکھ لیا کرو۔ یہ جو نبی ﷺ نے قرآن لکھوایا یہ کس وحی سے آیا وحی قرآنی سے! تو وحی قرآنی تو ساکت ہے لہٰذا وحی غیر قرآنی سے اس کو لکھوایا۔

چھٹی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فانكحوا ما طاب لكم من النسا مثنىٰ وثلث وربع" (لن تنالوا۔ النساء) دو دو تین تین چار چار جو عورتیں اچھی لگیں ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو چار سے زیادہ نکاح کئے یہ کس وحی سے؟ وحی قرآنی میں تو صرف چار تک کا حکم ہے۔ نبی ﷺ کا یہ فعل بالضرور وحی غیر قرآنی سے ہوا۔

ساتویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فاذاقرانا ه فاتبع قرانه ثم ان علينابيانه" (تبارک۔ القیمۃ) "جب ہم قرآن کی تلاوت کریں تو اس کی پیروی کرو (یعنی سنو) پھر (اس کے بعد) اس کا سمجھانا ہمارے ذمہ ہے" یعنی قرآن نازل ہونے کے بعد قرآن کا بیان کرنا اور واضح کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ یہ بیانِ قرآن، قرآن ہے یا قرآن سے علیحدہ ہے اگر قرآن ہے تو اس قرآن کے لئے پھر بیان کی ضرورت ہے۔ اگر قرآن کے علاوہ ہے تو بیانِ قرآن قرآن سے علیحدہ منزل من اللہ ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ بیانِ قرآن ہمارے ذمہ ہے۔ اور بیانِ قرآن غیر قرآن ہے کیونکہ اگر بیانِ قرآن، قرآن ہو گا تو تسلسل لازم آئے گا۔ لہٰذا بیانِ قرآن غیر قرآن ہے اور وہ اللہ کے ذمہ ہے یعنی اللہ کی جانب سے ایسی وحی ثابت ہو گئی جو قرآن سے علیحدہ ہے۔

آٹھویں دلیل: بیت المقدس کو قریباً سترہ مہینے نبی ﷺ نے قبلہ بنائے رکھا یہ کس وحی سے بنایا۔ وحی قرآن تو ساکت ہے۔ قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ اے نبی ﷺ تم بیت المقدس کو قبلہ بناؤ اور نبی صرف وحی کا پیرو ہے۔ لہٰذا بیت المقدس کو جس وحی سے قبلہ بنایا وہ وحی، وحی غیر قرآنی ہے۔

نویں دلیل: نبی ﷺ فرمارہے تھے کہ تین ہزار فرشتوں کی امداد تمہیں کافی نہیں ہے۔ "الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثة الاف من الملئکة" یعنی اللہ نے ان کے قول کو نقل کیا ہے۔ نبی ﷺ کے اس قول سے قبل یہ قول کہیں قرآن میں نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نبی ﷺ کو اس قول کی وحی قرآن سے الگ ہوئی تھی۔

دسویں دلیل: "یوصی بھا او دین" اس آیت میں وصیت مقدم ہے دین پر لیکن نبی ﷺ نے دین کو وصیت پر مقدم کر دیا اور نبی وحی کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اور وحی قرآنی میں اس تبدیلی کا حکم موجود نہیں ہے لہذا قرآن کے علاوہ وحی ہوئی تھی۔

گیارہویں دلیل: "ولتکبر الله علیٰ ما ھدٰکم" "اللہ نے تم کو جس طرح ہدایت کی ہے اس طرح تکبیر کہو"۔ اللہ نے قرآن میں کہیں تکبیر کا طریقہ نہیں بیان کیا۔ صرف نبی ﷺ نے بیان کیا ہے۔ اللہ نے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کو اپنی طرف منسوب کیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ نبی کو وحی کی کہ اس طرح تکبیر کہو یا تکبیر پڑھو۔ اور یہ وحی کہ اس طرح تکبیر کہو قرآن شریف میں شامل نہیں ہے۔

بارہویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس" "(یاد کرو اس وقت کو) جب ہم نے تجھ سے کہا تھا کہ بے شک تیرے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے" یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ قرآن شریف میں "ان ربک احاط بالناس" کہیں نہیں ہے اور یہاں اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھ سے کہا تھا کہ بے شک لوگوں کو تیرے رب نے گھیر لیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ نے نبی سے قرآن کے علاوہ دوسری وحی کے ذریعہ کہا تھا کہ: "ان ربک احاط بالناس" یعنی تیرے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے اور اب اس کہنے کو یاد دلایا ہے۔

تیرہویں دلیل: "فاوحیٰ الی عبده ما اوحی" "اللہ نے اپنے بندہ کو جو وحی کرنی تھی کی" یہ صاف دلیل ہے کہ جو کچھ وحی ہوئی وہ وحی قطعاً قرآن نہیں ہے۔ اس لئے کہ وحی قرآنی سب کو معلوم ہے اور اس وحی کا کسی کو صحیح پتہ نہیں ہے نیز قرآن یا مکی ہے یا مدنی اور یہ وحی نہ مکی ہے نہ مدنی۔ غرض بے شمار دلیلیں موجود ہیں قرآن کے علاوہ دوسری وحی پر "ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یو حی" "وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا اس کا نطق صرف وحی ہے"۔ اب اگر کوئی کہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف قرآن اپنی خواہش سے نہیں بولتا تو یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ قرآن کو آیت میں محذوف نکالنا پڑے گا۔ اور حذف خلاف اصل ہے۔ دوسرے "ھو" کی ضمیر کا مرجع اوپر مذکور نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ سیدھے رستے سے رکا اور نہ ٹیڑھا چلا یعنی عمل کی صفائی "ما ضل صاحبکم وما غوی" سے کر دی اور قول کی صفائی "ما ینطق عن الھوی" سے کر دی یعنی اس کا قول وفعل من جانب اللہ ہے اس کے علاوہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ مطلقاً نطق ہوائی کی نفی ہے اور اگر قرآن کے نطق ہوائی کی نفی ہوگی اور اس کے علاوہ الگ نطق ہوگا تو نطق ہوائی سے نطق غیر ہوائی قطعاً ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس وقت وہ یہ کہے گا کہ یہ اللہ کا قول ہے۔ یعنی یہ کہے کہ کہ: الم ذالک الکتاب اللہ کا قول ہے تو نبی کا یہ قول اگر ہوا سے ہوگا تو اللہ کا قول اس ہوائی قول سے ہرگز ثابت نہیں ہوگا۔ لہذا اس کا ہر قول غیر ہوائی ہے اور وحی ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ نبی ﷺ کا ہر قول وفعل جو قرآن میں مذکور نہیں ہے اس کی بابت کیا کہتے ہو؟ اگر وحی سے ہے تو قرآن کے علاوہ وحی ثابت ہوگئی اور اگر وحی سے نہیں ہے تو اس آیت کے خلاف ہوا جاتا ہے کہ "ان اتبع الا ما یوحی الی" میں تو صرف وحی کا پیرو ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ نبی ﷺ کا ہر قول وفعل وحی سے ہے اور وحی قرآنی سے ہے بعض اقوال وافعال نص سے ہیں۔ بعض استنباط سے ہیں تو یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لتحکم بین الناس بما اراک الله" اللہ جو معنی دکھاتا تھا اس پر حکم صادر فرماتے تھے استنباط نہیں کرتے تھے اس کے علاوہ استنباط کے لئے اشتراک علت ضروری ہے۔ جہاں علت مشترک نہیں ہے وہاں استنباط نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھئے:

شدید القویٰ: "علمه شدید القوی" میں

روح الامین: "نزل به الروح الامین" "فارسلنا الیھا روحنا" میں

رسول الکریم: "انه لقول رسول کریم" میں

ان سب سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

دنیا کی تمام طاقتیں مل کر بھی استنباط نہیں کر سکتیں کہ ان الفاظ کے معنی جبریل ہیں۔ جب تک متکلم خبر نہ دے کہ ان الفاظ سے جبریل مراد ہے۔ قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ ان الفاظ سے جبریل سمجھ لینا۔

اسی طرح "ذوالنون" "اور" صاحب حوت" سے مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ کہیں سے بھی مستنبط نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے ایسے اقوال موجود ہیں اور ایسے افعال موجود ہیں جو قطعاً نہ قرآن میں موجود ہیں نہ قرآن سے ثابت ہیں۔ نہ اشارۃً، نہ اقتضاءً نہ دلالۃً۔

بتاؤ یہ اقوال وافعال بالوحی ہیں یا نہیں؟

اگر بالوحی ہیں تو یہ وہی وحی ہے جس کے ہم در پے ہیں۔ اگر بالوحی نہیں ہیں تو قطعی "ان اتبع الا ما یوحی الی" کے خلاف ہیں۔ اور ایسا کہنا کفر ہے کہ نبی ﷺ وحی کے پیرو نہ تھے۔ معاذ اللہ۔

بہر حال نبی ﷺ کا ہر قول وفعل بالوحی تھا۔

حدیث رسول ﷺ فی نفسہ دین میں حجت ہے یا نہیں؟

سوال: حدیث نبی اور نبی کا قول حجت ہے یا نہیں۔؟

جواب: نبی کا قول حجت ہے۔

ثبوت: یہاں تین صورتیں ہیں: (1) ایک تو یہ کہ نبی کا ہر قول حجت ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ نبی کا کوئی قول حجت نہیں ہے (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ نبی کا بعض قول حجت ہے اور بعض حجت نہیں ہے۔ بس صرف تین صورتیں اور شقیں ہیں اور کوئی شق نہیں ہے تیسری شق یعنی نبی کا بعض قول حجت ہے اور بعض قول حجت نہیں ہے۔ یہ شق باطل ہے۔ اس لئے کہ بعض قول کا حجت ہونا اور بعض قول کا حجت نہ ہونا یہ ترجیح بلا مرجح اور تخصیص بغیر مخصص ہے۔

ترجیح بلا مرجح اور تخصیص بلا مخصص کے یہ معنی ہیں کہ بعض قول حجت ہے بغیر وجہ کے اور بعض قول حجت نہیں ہے بغیر وجہ کے۔ یعنی جبکہ نبی کے دونوں قول ہیں وہ بعض بھی جو حجت ہیں اور وہ بعض بھی جو حجت نہیں ہیں تو بغیر وجہ کے ایک بعض حجت ہو دوسرا بعض حجت نہ ہو۔ اس کو ترجیح بلا مرجح اور تخصیص بلا مخصص کہتے ہیں اور ترجیح بلا مرجح اور تخصیص بغیر مخصص بداہتہً باطل ہے لہذا بعض قول کا حجت ہونا اور بعض قول کا حجت نہ ہونا یہ شق بالکل باطل ہوگئی۔ اس لئے کہ یہ بعض بھی نبی کا قول ہے جو حجت ہے اور وہ بعض بھی نبی کا قول ہے جو حجت نہیں ہے اور قول ہونے میں دونوں برابر ہیں تو یہ بات غیر معقول ہے کہ ایک بعض تو حجت ہو اور دوسرا بعض حجت نہ ہو کیونکہ جب دونوں نبی کے قول ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک تو حجت ہو اور دوسرا حجت نہ ہو۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جو بعض قول حجت ہے اس بعض قول کے حجت ہونے پر کونسی شے حجت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کے بعض قول کے حجت ہونے پر اللہ کا قول حجت ہے۔ یعنی نبی کا قول اگر اللہ کے قول کے مطابق ہے تو بے شک نبی کا قول حجت ہے اور اگر اللہ کے قول کے مطابق نہیں ہے تو نبی کا قول اس وقت حجت نہیں ہے۔ اس مقولہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر نبی کا قول اللہ کے قول یعنی قرآن کے مطابق ہے تو نبی کا قول حجت ہوگا ورنہ نہیں یعنی ترجیح بلا مرجح اور تخصیص بلا مخصص لازم نہیں آتی کیونکہ مرجح اور مخصص اللہ کے قول کی مطابقت ہے ہم کہتے ہیں کہ اللہ کا قول اور قرآن کی آیت نبی کے قول پر اس وقت حجت ہوگی کہ جب اللہ کا قول اور قرآن کی آیت معلوم ہو جائے اور معین ہو جائے کہ یہ اللہ کی طرف سے آیت نازل ہوئی ہے یہ اللہ ہی کا قول ہے۔ یہ قرآن ہی کی آیت ہے اور قول اللہ اور آیت اللہ کا معلوم ہونا اور معین ہونا ناممکن ہے جب تک کہ نبی معلوم نہ کرائے اور معین نہ کرے اور جب نبی معلوم کرائے گا اس آیت اور اس قول الٰہی کی معلومیت اور تعین پر حجت ہوگا۔ تب کہیں جاکے یہ آیت اور قول الٰہی حجت ہوگا اور یہ معاملہ بالکل الٹا ہوگا۔ یعنی کہا یہ گیا تھا کہ اللہ کا قول نبی کے قول پر حجت ہے اور ثابت یہ ہوگیا کہ نبی کا قول اللہ کے قول پر حجت ہے اور یہی حق ہے۔ لہذا تیسری شق کہ نبی کا بعض قول حجت ہے اور بعض حجت نہیں، باطل ہوگئی۔ اب رہی دوسری شق کہ نبی کا کوئی قول حجت نہیں یہ کہنا کفر وجنون اور پوری قوم کے اجماع کے خلاف ہے۔ نیز ہم کہتے ہیں اگر نبی کا کوئی بھی قول حجت نہیں ہوگا تو خدا تعالیٰ کا قول بھی حجت نہیں ہوگا۔ کیونکہ نبی جب یہ کہے گا کہ آج مجھ پر قل ہو اللہ کی سورۃ نازل ہوئی اور جب نبی کا کوئی بھی قول حجت نہیں ہے تو یہ قول بھی حجت نہیں رہا۔ اور جب یہ قول یعنی کہ آج مجھ پر قل ہو اللہ کی سورۃ نازل ہوئی ہے، حجت نہیں رہا۔ تو چونکہ یہ قول نبی "قل ھو اللہ" کو شامل ہے اس لئے قول الٰہی "قل ھو اللہ" بھی حجت نہیں رہا۔ حالانکہ بالاتفاق خدا کا قول حجت ہے تو لابد نبی کا قول بھی حجت ہوگیا اور یہ شق کہ نبی کا کوئی قول حجت نہیں ہے بالکل باطل ہوگی اور جب پچھلی دونوں شقیں باطل ہوگئیں تو بالضرور پہلی شق یعنی نبی کا ہر قول حجت ہے، ثابت ہوگئی۔ غور کرنا چاہیئے۔

اب قرآن شریف سے ہم ثابت کرتے ہیں کہ قول رسول حجت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یا ایھا الذین امنوا اطیعو اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تو منون باللہ والیوم الاخر" (والمحصنت۔ النساء) "اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں ان کی اطاعت کرو پھر اگر کسی شے میں تم کو اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرلو، اگر تم اللہ اور روز جزاء پر ایمان رکھتے ہو"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، کسی ذی شعور اور بااختیار کی اطاعت اس ذی شعور اور بااختیار کے حکم اور قول کی اطاعت ہوا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کے یہ معنی ہیں کہ اس قول کی اطاعت کرو اور یہ اطاعت صرف قرآن کی اطاعت ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اطیعوا اللہ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی اطاعت کرو۔ اسی طرح اطیعوا الرسول کے بھی یہی معنی ہیں کہ رسول کے قول کی اطاعت کرو۔ اب اگر کہو کہ رسول ﷺ کا قول اور قرآن دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ تو یہ بالکل غلط ہے اور اگر رسول کا قول اور چیز ہے اور قرآن اور چیز ہے یعنی دونوں علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں تو اس صورت میں اس آیت کے حکم کے مطابق قول رسول علاوہ قرآن کے حجت ہو گیا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ رسول کی اطاعت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کی رو سے قرآن کی روشنی میں رسول جو اقوال اور احکام بیان کرے وہ مانو اور اسی طرح اولی الامر قرآن کی روشنی میں جو احکام صادر کریں وہ مانو تو ہم کہتے ہیں کہ رسول کے وہ اقوال واحکام اور اولی الامر کے وہ احکام جو ہرگز قرآن کی روشنی میں نظر نہیں آتے وہ قطعاً اس وقت نا قابل اطاعت ہوں گے۔ اور ان کی اطاعت واجب نہیں ہوگی۔ اس کی توضیح ایک مثال سے ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز میں فرض دو رکعتیں ہیں اور مغرب کی نماز میں تین رکعتیں ہیں باقی تینوں نمازوں میں چار چار رکعتیں ہیں اور نبی کا یہ قول تواتر سے ثابت ہے اور نبی کا یہ قول نہ قرآن میں نظر آتا ہے نہ قرآن کی روشنی میں نظر آتا ہے تو اب بولو کیا کہتے ہو؟ نبی کا یہ قول واجب اطاعت ہے یا نہیں۔ اگر کہو ہاں واجب اطاعت ہے تو بے شک نبی کے قول کے حجت ہونے کے یہی معنی ہیں اور اگر کہو کہ نبی کا یہ قول واجب اطاعت نہیں ہے تو یہ کفر وجنون کا مجموعہ ہے۔ یعنی جو شخص صبح کے دو فرض اور مغرب کے تین فرض اور باقی نمازوں کے چار چار فرض نہ مانے وہ کافر ہے اور مجنون ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن بغیر شرط کے حجت ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ عقل کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ بالکل اسی طرح نبی کا قول حجت ہے۔ خواہ وہ نبی کا قول قرآن سے ماخوذ ہو، خواہ ماخوذ نہ ہو۔ مستقل طور پر نبی کا قول ہو تب بھی حجت ہے یعنی جس طرح اطیعوا اللہ قرآن کے حجت ہونے پر دلالت کر رہا ہے اسی طرح اطیعوا الرسول نبی کے قول کے حجت ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔ اسی طرح اولوالامر کا لفظ اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کر رہا ہے اور یہ تینوں بلا شرط مستقل حجتیں ہیں۔ برخلاف حاکم وامام اور باپ وغیرہ کی اطاعتوں کے۔ کیونکہ یہ اطاعتیں مشروط ہیں۔ اگر قرآن اور حدیث یا دین کے مطابق ہوں تو اطاعت کی جائے گی ورنہ نہیں کی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ اس وقت جو متفق علیہ دین ہے۔ وہ کل کا کل صرف قرآن سے ثابت نہیں ہے بلکہ کچھ حدیث یعنی قول رسول ﷺ سے ثابت ہے اور کچھ اجماع سے ثابت ہے۔ مثلاً منکرِ فرضیت صوم رمضان کافر ہے۔ یہ مسئلہ دین کا ہے۔ اگرچہ قرآن اور حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے لیکن یہ اجماع سے ثابت ہے لہذا یہ تینوں غیر مشروط حجتیں ہیں۔ اب رہا قیاس تو وہ مشروط حجت ہے اس میں شرط ہے کہ فان تنازعتم فی شئی بس اگر ان تینوں حجتوں کے بعد کسی شرعی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کر لو۔ یعنی اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جو قرآن سے، حدیث سے، اجماع سے ثابت نہ ہو تو قرآن اور حدیث میں سے ملتا جلتا مسئلہ دریافت کرو جو حکم قرآن وحدیث میں اس مسئلہ کا ہے۔ وہی حکم اس مسئلہ مختلف فیہ کو دے دو۔ اس کو قیاس کہتے ہیں اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اختلاف کے وقت قرآن کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ قرآن کی طرف اور حدیث کی طرف تو اول وہلہ میں رجوع ہوگا اور جب وہاں سے مسئلہ کا حکم نہ معلوم ہوگا تو پھر اختلاف ہوگا۔ اور اختلاف کے بعد اس مسئلہ مختلف فیہ کی نظیر قرآن وحدیث میں تلاش ہوگی اور جو حکم اس کا ہوگا وہی اس کو دے دیا جائے گا۔ جیسا کہ تمام مجتہدین کرتے ہیں لہذا اس آیت میں چاروں حجتوں کو بیان کر دیا۔ تین غیر مشروط ہیں ایک مشروط ہے لہذا نبی کا قول حجت ہے اور یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ قرآن تو نبی کا قول ہے ہی نہیں قرآن تو خدا کا قول ہے جس کو نبی ﷺ نے نقل کیا ہے۔ لفظاً لفظاً۔ قرآن کے علاوہ جتنی باتیں نبی کرتا ہے، خواہ وہ باتیں قرآن سے ماخوذ ہوں خواہ نہ ہوں وہ سب باتیں نبی کا قول کہی جاتی ہیں اور ہم نے نبی کے اس قول کو حجت کہا ہے جو نہ قرآن ہے نہ قرآن سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ اگر ہم ایسا مضمون بیان کریں جو قرآن سے ماخوذ ہے تو اس صورت میں ہمارا قول بھی حجت ہوگا۔ قرآن کی ماخوذیت کے اعتبار سے، نہ یہ کہ ہمارا قول مستقل حجت ہے لیکن نبی کا قول مستقل حجت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو تبلیغ کی تھی تو اس وقت تورات نازل نہیں ہوئی تھی تو اگر موسیٰ علیہ السلام کا قول حجت نہ ہوتا تو فرعون مستوجب عتاب نہ ہوتا۔ غرضیکہ نبی کا قول نزولِ کتاب سے قبل اور نزولِ کتاب کے وقت اور نزولِ کتاب کے بعد ہر وقت حجت ہے اور اگر نبی کا قول قطع نظر کتاب سے حجت نہ ہوگا تو کثیر انبیاء کی نبوت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ کثیر انبیاء پر کتابیں نازل نہیں ہوئیں۔ تو اگر صرف کتاب ہی حجت ہوتی تو بے کتاب کا نبی صاحب حجت نہ ہوتا۔ اور اس کا انکار کفر اور موجب عتاب نہ ہوتا لہذا نبی کا قول حجت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے دو قول ہیں، ایک قول کے ساتھ معجزہ متعلق ہے دوسرے قول کے ساتھ معجزہ متعلق نہیں ہے۔ جس قول کے ساتھ معجزہ متعلق نہیں ہیں وہ قول، قولِ رسول کہلاتا ہے۔ تو جس طرح قول با معجزہ حجت ہے اسی طرح قول بے معجزہ حجت ہے جس طرح تمام سابقین انبیاء کے اقوال اور کتب سب معجزہ سے خالی تھے اور باوجود معجزہ سے خالی ہونے کے وہ سب کے سب حجت تھے اسی طرح خاتم

النبین ﷺ کے جملہ اقوال حجت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر کسی انسان کو بذریعہ وحی خطاب کرے تو یہ خطاب ہی نبوت ہے اور یہ نبی عوام کو خطاب کرے تو یہ خطاب رسالت ہے۔ اگر نبی کا خطاب عوام کے لئے حجت نہ ہوگا تو رسالت حجت نہ رہے گی۔ تو اب کون سی چیز عوام پر حجت ہوگی کیونکہ عوام کو تو خدا کا خطاب براہ راست پہنچ نہیں سکتا۔ نبی کے ہی واسطے سے پہنچے گا۔ اس لئے بالضرور نبی کا خطاب جو خدا کے خطاب کو متضمن ہے، حجت ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ نبی کی صداقت پر دلالت کر رہا ہے یعنی معجزہ اس بات پر حجت ہے کہ مدعی نبوت صادق ہے اور جو کچھ نبی کہے گا وہ سب صادق ہوگا۔ خواہ یہ کہے یہ قرآن ہے یہ مجھ پر نازل ہوا، خواہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کہے۔ تو جس طرح اس کے کہنے سے قرآن مانا جاتا ہے۔ قرآن کے علاوہ دوسری بات مانی جاتی ہے اور وہ دوسری بات نبی کا قول اور نبی کی حدیث کہلاتی ہے۔ معجزہ نے نبی کی مطلقاً صداقت ثابت کی ہے معجزہ نے صرف یہ نہیں ثابت کیا کہ اگر نبی کوئی بات من جانب اللہ کہے تو وہ صادق ہے۔ بلکہ معجزہ نے مطلق صداقت نبی کی ثابت کی ہے۔ اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ نبی صادق ہے تو اس صادق نے دو باتیں کہی ہیں۔ ایک کا نام قرآن ہے اور دوسری کا نام حدیث ہے تو جس طرح اس کی صداقت قرآن پر حجت ہے اسی طرح اس کی صداقت حدیث پر حجت ہے۔ یعنی قرآن کو نبی کے کہنے سے مانا گیا ہے۔ تو گویا نبی کا کہنا اور نبی کا قول قرآن کے قرآن ہونے اور قرآن کے حجت ہونے پر حجت ہے۔ تو قرآن کی حجیت کی علت نبی کا قول ہوا۔ اسی طرح نبی کا قول حدیث کے حجت ہونے پر اور حدیث کے قابل قبول ہونے پر حجت ہوا۔ بولو کیا کہتے ہو؟ قرآن کو قرآن کس کے کہنے سے، کس کے قول سے مانا۔ نبی ﷺ کے قول سے مانا۔ نبی کے کہنے سے مانا۔ تو بے شک نبی کا قول حجت قرآن پر ہوگیا۔ بالکل اسی طرح نبی کا قول تمام اقوال نبی پر حجت ہوگیا۔ یعنی معجزہ نے یہ بتادیا کہ نبی سچا ہے اسی کی بات مانو قرآن شریف سے دوسرا ثبوت "رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل" یعنی "رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے اس لئے بھیجے ہیں کہ رسولوں کے آنے کے بعد اللہ پر لوگوں کے لئے حجت باقی نہ رہے"۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ رسول لوگوں پر حجت ہیں اور فرمایا "ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسول" (سبحان الذی۔ بنی اسرائیل) "جب تک رسولوں کو نہیں بھیجتے اس وقت تک ان کو عذاب نہیں کرتے"۔ یعنی رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں پر حجت قائم ہوجاتی ہے۔ پھر وہ لوگ رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اس انکار کے سبب وہ مستحق عذاب ہوجاتے ہیں۔ اور فرمایا "انک لتھدی الی صراط مستقیم" (الیہ یرد۔ شوریٰ) "بے شک تو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے"۔ اگر رسول ﷺ کا قول حجت نہ ہوتا تو اس کی ہدایت سیدھے راستے کی طرف نہ ہوتی اور فرمایا "انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم" (ومن یقنت۔ یٰس) "قطعی تو رسول ہے اور سیدھے راستے پر ہے"۔ تو جو شخص سیدھے راستے پر خود ہو اور سیدھے راستے کی ہدایت بھی کرے اس کا قول حجت نہ ہو یہ عجیب بات ہے۔

اور فرمایا "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة" (اتل ما۔ الاحزاب) "تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کا بہترین نمونہ کافی ہے"۔ اور فرمایا "فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم" (والمحصنت۔ نساء) "قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن ہوہی نہیں سکتے جب تک کہ یہ اپنے تمام معاملات متنازعہ فیہ میں تجھ کو حکم نہ بنالیں اور یہ نہیں فرمایا کہ مجھ کو حکم نہ بنالیں بلکہ تجھ کو حکم نہ بنالیں۔ اگر رسول کا قول حجت نہ ہو تو پھر وہ کیونکر حکم بن سکتا ہے۔ قرآن کی رو سے نبی کا حکم ہے اور حکم کا قول حجت ہے یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ حجت کے معنی موجب ایمان اور موجب عمل کے ہیں۔ سو بعض حجت تو موجب ایمان و عمل ہے اور بعض حجت صرف موجب عمل ہے اور بعض حجت صرف موجب ایمان ہے۔ قرآن شریف کا وہ حصہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ام الکتاب اور آیات محکمات ہیں وہ موجب ایمان بھی ہے اور موجب عمل بھی۔ اور وہ حصہ جس کے متعلق فرمایا ہے کہ متشابہات ہیں۔ وہ صرف موجب ایمان ہے، موجب عمل نہیں اور اس کی پیروی کو زیغ اور کجی سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن نبی کا قول کل کا کل موجب ایمان اور موجب عمل ہے۔ نبی کے قول میں تقسیم نہیں ہے جس طرح خدا کے قول میں تقسیم ہے۔ لیکن نبی کا وہ قول جو بطریق ظن آیا ہے وہ صرف موجب عمل ہے، موجب ایمان نہیں ہے اور عنقریب اس کا بیان آتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن بہرحال حجت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کے حجت ہونے کی کیا علت ہے۔ اگر منجانب اللہ ہونا حجت ہونے کی علت ہے تو ہر وہ شے جو منجانب اللہ ہے وہ حجت ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قل کل من عند اللہ" یعنی ہر حسنہ وسیۂ اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ اس صورت میں سیۂ حجت ہوجائے گی۔

نیز متشابہات بھی منجانب اللہ ہیں لہذا وہ بھی حجت ہوجائیں گے۔ حالانکہ سیۂ اور متشابہات دونوں حجت عمل نہیں۔ بلکہ علت بحث واحکام ہے جس کے متعلق فرمایا:

"آیات محکمت ھن ام الکتاب (تلک الرسل۔ آل عمران) "اس میں محکم آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں"۔ لہٰذا اب محکم

اور متشابہ میں تمیز کون کرے۔ جو تمیز کرے گا اسی کا قول حجت ہوگا اور یہ تمیز صرف نبی کے قول سے ہوئی ہے۔ لہذا نبی کا قول حجت ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے "واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول" "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس شے کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور رسول کی طرف"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر رسول کا قول حجت نہ ہوتا تو رسول کی طرف بلانا بے سود ہوتا۔ اور فرمایا" وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ "یعنی" کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ باذن الٰہی اس کی اطاعت کی جائے"۔

"من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" یعنی" جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ غرض یہ کہ بے شمار آیات ہیں جن سے رسول کا مطاع ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔ کتاب کے علاوہ کوئی اور چیز بھی حجت ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے" ایتونی بکتاب من قبل ھذا او اثرۃ من علم ان کنتم صدقین" (حم۔ الاحقاف)" اس سے پہلے کی کسی کتاب سے یا آثارِ علمی سے ان بتوں کی شرکت میرے ساتھ ثابت کرو اگر تم سچے ہو" یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکین سے حجت مانگتا ہے کہ تم جو بتوں کو میرا شریک ٹھہراتے ہو اس پر کیا حجت ہے۔ یا کتاب یا آثارِ علمی۔ بہر صورت ان دونوں میں سے کوئی چیز لاؤ۔ اس سے پتہ چل گیا کہ اللہ کے نزدیک آثارِ علمی حجت ہیں جس کا مطالبہ اللہ نے کیا۔ اور یہ آثارِ علمی کتاب سے علیحدہ چیز ہیں جو حجت ہونے میں اللہ کے نزدیک معتبر ہے۔ کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جو انبیاء سابقین پر نازل ہوئیں اور آثارِ علمی سے مراد وہ احادیث اور آثار ہیں جو انبیاء سابقین سے بطور خبر واحد منقول ہیں۔ اور بالکل یہ آثارِ علمی وہی چیز ہے جسے ہم آثار اور احادیث کہتے ہیں اور فرمایا" ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتب منیر (اقترب۔ الحج) کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی ذات وصفات میں بغیر علم وہدایت اور بغیر روشن کتاب کے مباحثہ کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ علم وہدایت روشن کتاب کے علاوہ حجت ہیں۔ علم تو بدیہی مقدمات کو کہتے ہیں ہدایت ان نظری مقدمات کو کہتے ہیں جو بدیہی مقدمات سے ثابت ہوتے ہیں۔ غرض کہ قرآن شریف میں بے شمار آیات موجود ہیں جن سے نبی کے قول کا حجت ہونا ثابت ہے اور اصل دلیل وہی ہے کہ معجزہ نبی کی صداقت پر حجت ہے اور نبی کی صداقت قرآن، حدیث دونوں پر حجت ہے۔ اور معجزہ حسّی طور پر معلوم ہوا کرتا ہے۔ اس لئے معجزہ کے لئے حجت کی ضرورت نہیں ہے۔ کلام اللہ اور کلام اللہ سے جو احکام اور معنی ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ جو اقوال نبی ﷺ سے صادر ہوتے ہیں وہ قطعاً حجت ہیں اور دلیل وہی ہے جو اوپر گذر چکی ہے۔

منکرینِ حدیث نے کہا ہے کہ" ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ" (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی طاعت کی) میں جس اطاعت کا بیان ہے اس اطاعت سے رسول کی ذات مراد نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ کسی نبی کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ اس لئے خود رسول اللہ ﷺ سے کہہ دیا گیا کہ آپ کو لوگوں کے متنازعہ فیہ امور کے فیصلے کتاب اللہ کے مطابق کرنے ہیں۔ "فاحکم بینھم بما انزل اللہ"۔ "تم ان کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرو" اور منکرین حدیث نے کہا ہے کہ آیت "ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ولکن کونوا ربنین" کے یہ معنی ہیں کہ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ اسے کتاب اور حکومت اور نبوت دے اور وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میری محکومی اختیار کرو۔ اسے یہی کہنا چاہئے کہ تم ربانی بن جاؤ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ معنی غلط ہیں۔ کیونکہ آیت میں لفظ ہے کونوا عباداً لی یعنی نبی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ "کونوا عباداً لی" کے معنی کسی لغت میں یہ نہیں ہیں کہ میری محکومی اختیار کرو۔ عباد کے معنی بندے اور مخلوق کے ہیں، نہ محکوم کے اور نہ مطیع کے۔ اور عباد کا لفظ مومن، کافر، جاندار، بے جان سب کو شامل ہے۔ "ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم" (قال الملا۔ الاعراف) "بے شک اللہ کو چھوڑ کر تم جن کو پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں" اور فرمایا "یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم" (فمن اظلم۔ الزمر) "اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے" "فوجد عبداً من عبادنا" (سبحان الذی۔ الکھف) "ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پالیا"۔ غرض کہ عبد اور عباد کا لفظ جہاں بھی قرآن میں آیا ہے مخلوق کے معنی میں ہے اور بندے کے معنی میں ہے نہ کہ محکوم کے معنی میں۔ آیت "ثم یقول للناس کونوا عباداً لی" کے معنی یہ ہیں کہ پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خالق ہوں تم میری مخلوق ہو جاؤ، میں معبود ہوں تم میرے عباد ہو جاؤ۔ یہ ترجمہ نہیں ہے کہ پھر وہ کہے کہ تم میرے محکوم بن جاؤ یا میری محکومی اختیار کرو۔ مطلب یہ ہے کہ بد کو بھی بندہ کہا، نیک کو بھی بندہ کہا۔ بندے ہونے میں تمام مخلوق برابر ہے اور محکوم ہونا اور مطیع ہونا ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے یعنی ما انزل اللہ کے ساتھ حکم کرنا ذی عقل ہی کے ساتھ خاص ہے اور عبد ذی عقل اور بے عقل دونوں میں مشترک ہے۔ اب اگر کونوا عباداً لی کے معنی کونوا محکومین لی ہوں گے تو تمام جمادات اور

نباتات سب کے سب ما انزل اللہ کے مخاطب ہوں گے حالانکہ ان کو ما انزل اللہ کے ساتھ خطاب نہیں کیا گیا۔ ان کو وہ احکام نہیں بتائے گئے جو انسانوں کو بتائے گئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ عباد کے معنی بندے اور مخلوق کے ہیں۔ نہ کہ محکومین کے اور مطیعین کے۔

اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ تم بتاؤ تو سہی یہ آیت جس شخص نے سنائی تم نے اس آیت کو مانا یا نہ مانا۔ اگر نہیں مانا تو کافر ہو گئے اور اگر مانا تو بغیر ما انزل اللہ اور بغیر کتاب اللہ کے حکم مانا تو قطعاً محمد ﷺ مستقل مطاع ہو گئے۔ کتاب اللہ میں کہاں ہے کہ محمد ﷺ کے کہنے سے آیت مانو۔ اگر کوئی ایسی آیت پیش کرو گے کہ جس میں یہ مضمون ہو گا کہ محمد ﷺ کے کہنے سے اس آیت کو مانو تو اس آیت کو کس آیت کے کہنے سے مانا؟ مطلب یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ محمد ﷺ کی اطاعت کے معنی کتاب اللہ کی اطاعت کے ہیں۔ کیونکہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی اطاعت کتاب اللہ کی اطاعت ہے۔ تو رسول کی اطاعت در حقیقت کتاب اللہ کی اطاعت ہے۔ لیکن یہ اطاعت رسول اللہ ﷺ کی ذات کی اطاعت نہیں ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جب رسول کی اطاعت کتاب اللہ کی اطاعت ٹھہری تو بتاؤ کہ کتاب اللہ کی اطاعت کس کی اطاعت ہے؟ اللہ کی اطاعت ہے یا رسول اللہ کی اطاعت ہے؟؟ اگر کہو کہ کتاب اللہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے تو تم ابھی کہہ چکے ہو کہ رسول کی اطاعت کتاب اللہ کی اطاعت ہے تو یہ بالکل الٹ پلٹ ہو گیا۔ اور نیز تم کہتے ہو کہ کتاب کی اطاعت بذریعہ رسول ہے اور رسول کی اطاعت کتاب کی اطاعت سے مقدم ہو گئی اور جب رسول کی اطاعت کتاب سے مقدم ہو گئی تو یہ رسول کی ذات کی اطاعت ہوئی نہ کہ کتاب کی۔

حاصل یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ رسول کی ذات کی اطاعت نہیں ہے بلکہ اللہ کی یعنی کتاب اللہ کی اطاعت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کو کتاب اللہ ماننے میں کس کی اطاعت ہے۔ کتاب اللہ کی اطاعت ہے یا رسول اللہ کی؟ اگر کہو کہ اللہ کی اطاعت ہے یعنی اللہ کے کہنے سے کتاب اللہ کو کتاب اللہ مانا ہے تو یہ حماقت ہے اگر کہو کہ کتاب اللہ کو رسول کے کہنے سے مانا ہے تو یہ حق ہے۔ اور اب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کتاب اللہ سے مقدم ہو گئی۔ اور یہی رسول اللہ ﷺ کی ذات کی اطاعت کے معنی ہیں۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت مستقل ہو گئی۔ بالکل اسی طرح جس طرح اللہ کی اطاعت مستقل ہے۔ بلکہ کتاب اللہ کی اطاعت فرع ہے۔ رسول اللہ کی اطاعت کی اور رسول اللہ کی اطاعت مستقل حجت ہو گئی کتاب اللہ پر۔ غور کیجئے۔

اس آیت کے ترجمہ میں منکر حدیث نے حکم کے معنی حکومت کے کئے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ حکم کے معنی فہم کے ہیں باتفاق مفسرین اور حضرت یحییٰؑ کی بابت اللہ نے فرمایا: "واتینٰہ الحکم صبیا" (قال الم۔ مریم) "ہم نے بچپن ہی میں اس کو یعنی یحییٰ کو فہم عطا کیا تھا"۔ اگر حکم کے معنی حکومت کے ہوتے تو آیت کے معنی یہ ہوتے کہ ہم نے بچپن ہی میں یحییٰ کو حکومت دی تھی۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ یحییٰ کو حکومت نہیں ملی تھی۔ اور یہاں ایک نکتہ ہے۔ اس کو سمجھ لینا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اگر اللہ کہے کہ میری اطاعت کرو تو اس کہنے کے بعد وہ مطاع ہے یعنی اللہ کی ذات بذاتہ مطاع ہونے کو نہیں چاہتی کیونکہ اس کی ذات ازلی ہے۔ اور تقاضائے ذات، ذات سے جدا نہیں ہوتا۔ تو اگر ذات کا تقاضا مطاع ہونا ہو تو مطاع ہونا بھی ازلی ہو جائے گا۔ اور مطاع کا تحقق مطیع کے بغیر نہیں ہو سکتا تو مطیع بھی ازلی ہو جائے گا۔ حالانکہ عالم اور مطیعین سب کے سب حادث ہیں، ازلی نہیں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اللہ کی عبادت اور اطاعت اس وقت ہو گی جب وہ حکم دے گا۔ لہذا اللہ کا معبود ہونا اور مطاع ہونا اللہ کے حکم سے ہوا ہے نہ کہ اللہ کی ذات سے۔ یہی وہ دقیقہ ہے کہ جس پر لعین اوّل نہیں مطلع ہوا۔ یعنی وہ لعین یہ نہیں سمجھا کہ مسجود ہونے کی علت ذاتِ باری نہیں ہے بلکہ امر باری ہے۔ اسی طرح مطاع ہونے کی علت امر باری ہے نہ ذاتِ باری۔ جب اس نے یہ امر کیا "اطیعوا اللہ" اللہ کی اطاعت کرو تو محض اس امر کی بنا پر رسول مطاع ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو علت مطاع ہونے کی اللہ کے لئے ہے۔ وہی علت مطاع ہونے کی نبی کے لئے ہے۔ بس جس طرح اللہ کی اطاعت اس امر کی بنا پر فرض ہے اسی طرح رسول کی اطاعت اس امر کی بنا پر فرض ہے۔ یعنی اگر اطیعوا اللہ کا امر نہ ہوتا تو اللہ کی اطاعت فرض واجب نہ ہوتی۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ فاعل بالذات نہیں ہے۔ فاعل بالارادہ ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ کفار فلاسفہ کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ذات اگر مقتضی مسجودیت ہوتی تو دائماً مسجود ہوتی۔ حالانکہ اوقات مکروہہ میں سجدہ ممنوع اور حرام ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ نبی کا مطاع ہونا اس آیت اور کتاب اللہ سے ثابت ہوا۔ اور تم اوپر یہ بیان کر چکے ہو کہ نبی حجت ہے کتاب پر نہ کہ کتاب حجت ہے نبی پر اور یہاں تم نے یہ بیان کیا کہ امر الٰہی یعنی واطیعوا الرسول نبی کے مطاع ہونے پر حجت ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے۔ تو ہم کہیں گے امر الٰہی حقیقت میں حجت ہے۔ امر الٰہی کبھی قول ہوتا ہے جیسے واطیعوا الرسول میں۔ کبھی فعل ہوتا ہے اور وہ فعل الٰہی معجزہ ہے جس نے نبی کو مطاع بنایا۔ محض اس امر فعلی اعجازی کی بنا پر نبی مطاع بنا ہے اور یہ امر قولی اطیعوا الرسول اس امر فعلی اعجازی کی تاکید ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ معجزہ یعنی امر فعلی اعجازی نبی پر حجت ہوا اور نبی قرآن کے تعین پر حجت ہوا۔ اور قرآن نے نبی کے مستقل مطاع ہونے پر مزید تاکید کر دی۔ نبی کی صداقت قرآن پر موقوف ہے اور نبی کی

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1۔ وحی کی کتنی صورتیں ہیں اور کیا کتاب الٰہی کے علاوہ بھی وحی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: کیا نبی ﷺ پر قرآن شریف کے علاوہ بھی وحی کی جاتی تھی یا وحی صرف کتاب اللہ میں منحصر ہے کیا ہر وہ نبی جس پر کتاب نازل ہوئی علاوہ کتاب کے اس پر وحی نازل کی گئی یا نہیں۔؟

جواب: ہر نبی پر وحی آئی اور ہر نبی صاحب کتاب پر علاوہ کتاب کے بھی وحی آئی۔ بالخصوص ہمارے نبی ﷺ پر علاوہ قرآن شریف کے بار بار بکثرت وحی آئی۔

ثبوت: اس بات کا ثبوت کہ وحی کتاب کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ کتاب کے علاوہ بھی ہر صاحب کتاب نبی پر وحی آتی رہی، یہ ہے کہ:

ہر نبی صاحب کتاب نہیں ہے مگر صاحب وحی ہے۔ یعنی نبی وحی کے بغیر نہیں ہو سکتا اور کتاب کے بغیر نبی ہو سکتا ہے۔ اب اگر وحی کتاب کے ساتھ مختص ہوگی تو ہر نبی کو صاحب کتاب ہونا چاہئے۔ حالانکہ اس بات پر اجماع ہے کہ ہر نبی صاحب کتاب نہیں ہے اور صاحب وحی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی" (فمن اظلم پ ۲۴ ،حم، السجدۃ) "کہہ دے کہ میں تمہارے جیسا آدمی ہوں۔ یعنی بشریت میں تم جیسا ہوں۔ فرق یہ ہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے"۔

اس سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نبی غیر نبی سے صرف وحی میں ممتاز ہے۔ بغیر وحی کے نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ وحی کیا چیز ہے؟ اللہ کا بشر سے کلام کرنا وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورآء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاءُ (الیہ یرد پ ۲۵ ،شوریٰ)" یعنی اللہ تعالیٰ بشر سے صرف تین طریقوں سے کلام کرتا ہے"۔ (۱) وحی سے (۲) پردہ کے پیچھے سے (۳) یا ایک رسول (فرشتہ) کو بھیجتا ہے۔ وہ اس کی اجازت سے اس کی مشیت کے موافق اس انسان پر وحی کر دیتا ہے۔ یہ تین طریقے ہیں وحی کے اور تینوں وحی ہیں "الا وحیا" میں وحی صاف ہے "من وراءِ حجاب " جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ یہ بھی وحی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا "وانا اخترتک فاستمع لما یوحی" (قال الم ،طٰہ) "میں نے تجھ کو پسند کر لیا تو سن جو وحی کی جا رہی ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام کیا اس کو اللہ نے وحی سے تعبیر کیا۔ "او یرسل رسولا فیوحی" میں وحی موجود ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا وحی ہے اور جس پر وحی ہو وہ نبی ہے۔ کیونکہ فرق نبی اور غیر نبی کا صرف وحی ہے۔

ہم کو یہ سمجھانا ہے کہ قرآن شریف جبریل روح الامین لے کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نزل بہ الروح الامین" "قرآن کو روح الامین لے کر آئے ہیں"، "فانہ نزلہ علیٰ قلبک" "جبریل نے تیرے دل پر قرآن اتارا"۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ "یرسل رسولا" میں جس وحی کی طرف اشارہ ہے وہ قرآن مجید ہے۔ وہ رسول اور فرشتہ جو باذن الٰہی وحی کرتا ہے وہ صرف قرآن ہے اور واضح ہو گیا کہ وحی کا انحصار قرآن ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ قرآن سے علیحدہ دو وحیاں اور ہیں جن کی طرف "الا وحیا اور او من ورآء حجاب" میں اشارہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کی تین قسمیں بتائیں اور قرآن شریف تیسری قسم یعنی "او یرسل رسولا" میں شامل ہے "الا وحیا" اور "او من ورا حجاب" یہ دونوں قرآن کے علاوہ ہیں کیونکہ قرآن کو روح الامین (جن کو آیت میں رسول سے تعبیر فرمایا ہے) لے کر آئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ وحی کا انحصار صرف قرآن شریف میں نہیں ہے بلکہ وحی علاوہ قرآن شریف کے ان دو طریقوں پر یعنی "الا وحیا" اور "او من ورا حجاب" بھی ہوتی ہے اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ انبیاء سابقین پر وحی ہوئی اور وہ وحی کتاب نہیں تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ "قلنا یا ادم اسکن انت وزوجک الجنۃ" (الم ،البقرۃ) "اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو سہو" "یا ادم انبئھم" "اے آدم ان کو یعنی فرشتوں کو ان اشیاء کے نام بتا دے" "ناداھما ربھما الم انھکما" (ولو اننا ،الاعراف) ان کے رب نے ان کو پکارا کہ میں نے تم کو منع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے بار بار کلام کیا اور یہ کلام کتاب نہ تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام پر وحی کی "واوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الا من قد امن" (وما من دابۃ، ھود) نوح کی طرف وحی کی گئی کہ "تیری قوم میں سے اب کوئی اور ایمان نہیں لائے گا جو ایمان لانے والے تھے وہ لا چکے"۔ "فاذا استویت انت ومن معک علی الفلک" "جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر سوار ہو جائیں"۔ "یا نوح انہ لیس من اھلک" (وما من دابۃ، ھود) "اے نوح علیہ السلام وہ (یعنی تیرا بیٹا) تیرے اہل میں سے ہے ہی نہیں"۔

صداقت، نبی کا مطاع ہونا، نبی کا حجت ہونا یہ سب معجزہ پر موقوف ہے۔ جو امر الٰہی فعلی ہے یعنی اللہ کے اس فعلی معجزہ نے یہ حکم دیا کہ یہ مدعیٔ نبوت سچا ہے۔ بس غور کرو کہ نبی کا قول فعل سب اسی طرح حجت ہے جس طرح خدا کا فعل حجت ہے۔ جس طرح خدا کے قول کے حجت ہونے میں شرط نہیں ہے کہ وہ عقل کے مطابق ہو۔ بالکل اسی طرح نبی کے قول کے حجت ہونے میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ قرآن کے مطابق ہو۔ اس لئے کہ نبی کا قول بھی قول اللہ ہے۔ اور قرآن بھی قول اللہ ہے اور اللہ کے دونوں قول ہیں۔ قرآن بھی اور حدیث رسول بھی تو اللہ کے قول کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس میں تنوع نہ ہو۔ جس طرح کہ اس کے ایک فعل کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دوسرے فعل کے مطابق ہو۔ ایک طرف پہاڑ کی چوٹی فلک تک پہنچ رہی ہے دوسری طرف کھڈ کی گہرائی تحت الثریٰ تک پہنچ رہی ہے جس طرح اس کے ایک فعل کا دوسرے فعل کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اس کے ایک قول کا یعنی حدیث رسول کا اس کے دوسرے قول یعنی قرآن کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ یہاں مغالطہ ہوا ہے کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی چونکہ بشر ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا قول خدا کے قول کے مطابق ہو۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ نبی کا قول درحقیقت خدا کا قول ہے۔ قرآن بھی وحی ہے اور نبی کا قول بھی وحی ہے جیسا کہ پہلے صفحات میں ثابت کر دیا گیا ہے۔ "وما ینطق عن الهوىٰ" (قال فما خطبکم۔ النجم) "اس کا نطق اس کی خواہش سے نہیں ہے"۔ "ان هو الا وحی یوحیٰ" (قال فما خطبکم۔ النجم) "وہ تو صرف وحی ہے جو وحی کی گئی"۔ اب اگر کوئی کہے کہ فاحكم بينهم بما انزل الله (لا يحب الله۔ المائدة) کے کیا معنی ہیں۔ نبی سے یہ کہا جا رہا ہے کہ تو کتاب اللہ کے ساتھ ان کے درمیان حکم کر تو اس کا جواب یہ ہے کہ ما انزل الله کے معنی صرف کتاب اللہ کے نہیں ہیں بلکہ ما انزل الله کتاب اللہ بھی ہے اور حدیث رسول اللہ بھی ہے۔ غور کرو کہ صبح کے دو فرض اور ظہر کے چار فرض اور عصر کے چار فرض اور مغرب کے تین فرض اور عشا کے چار فرض، یہ سب نبی نے بتائے ہیں اور کتاب اللہ میں کہیں یہ تفصیل نہیں ہے اور نہ یہ تعداد ہے۔ تو اب یا تو یہ کہو کہ یہ پانچوں نمازیں اور ان کے اوقات و تعداد کا حکم نہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ تو اس صورت میں صرف کفر ہی نہیں بلکہ جنون بھی شامل ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ قطعی حکم الٰہی ہے تو ضرور بالضرور قرآن کے علاوہ یہ حکم نبی پر نازل ہوا اور نبی نے ما انزل الله کے ساتھ حکم کر دیا ہے۔ منکر حدیث نے رسالہ "اطاعت رسول" میں کہا ہے:

"امر الا تعبدو الا ایاہ" (وما من دابۃ۔ یوسف) کے معنی یہ ہیں کہ اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی محکومیت اختیار نہ کرو اور کہا ہے کہ قرآن کی رو سے خدا کی محکومیت اور خدا کی عبادت سے مراد ایک ہی ہے یعنی قوانین خداوندی کی اطاعت میں کہتا ہوں کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ عبادت کے معنی اطاعت کے ہیں اور اس کے نزدیک لا تعبدو کے معنی لا تطیعوا کے ہیں۔ یعنی عبادت اور اطاعت ایک ہی چیز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبادت کا اطاعت ہونا بالکل غلط ہے۔ عبادت بتوں کی ہوتی ہے۔ جنوں کی ہوتی ہے۔ یعبدون الجن (ومن یقنت۔ سبا) یعنی جنوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ملائکہ کی عبادت ہوتی ہے۔ مسیح علیہ السلام کی عبادت ہوتی ہے۔ سورج کی عبادت ہوتی ہے غرض کہ متعدد عبادتیں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ اطاعتیں نہیں ہوتیں یعنی بتوں کا کوئی مطیع نہیں ہوتا۔ اسی طرح ملائکہ و عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کا کوئی مطیع نہیں ہے۔ لیکن عابد ہے تو معلوم ہو گیا کہ مطیع اور چیز ہے اور عابد اور چیز ہے اور نیز رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ لیکن رسول کی اطاعت اللہ کی عبادت نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اطاعت علیحدہ چیز ہے۔ اور عبادت علیحدہ چیز ہے۔ یہ ایک زبردست مغالطہ ہے جس میں لوگ پھنس گئے ہیں۔

حدیث کا جو معتبر مجموعہ ہمارے پاس ہے وہ یقینی ہے یا نہیں؟

سوال: کیا احادیث رسول ﷺ کا جو معتبر مجموعہ ہمارے پاس ہے وہ یقینی ہے یا ظنی؟

جواب: وہ ظنی ہے۔ بخاری، مسلم وغیرہ میں جو احادیث ہیں وہ ظنی ہیں۔

ظن شرعاً حجت ہے یا نہیں؟

سوال: کیا ظن شرعاً حجت ہے یا نہیں؟

جواب: ظن شرعاً بھی حجت ہے اور عقلاً بھی حجت ہے۔ ظن کے حجت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ظن عمل کو واجب کر دیتا ہے۔ یعنی ظن موجب عمل ہے۔ موجب ایمان نہیں ہے۔

ظن کے معنی: پہلے ظن کے معنی سمجھ لینے چاہئیں۔

جب حکایت ذہن میں آتی ہے تو اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ذہن اس کے صدق و کذب کی طرف ملتفت ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ اگر حکایت کے ذہن میں آنے کے بعد ذہن اس کے صدق و کذب کی طرف ملتفت نہیں ہوا تو اس کو "تخییل" کہتے ہیں اگر ملتفت ہوا تو

کسی ایک طرف یعنی فقط صدق یا فقط کذب کی طرف ملتفت ہوا یا دونوں کی طرف ملتفت ہوا۔ اگر فقط ایک طرف التفات ہوا تو یہ یک طرفہ التفات "جزم" یا "قطع" کہلاتا ہے۔ اور اس کی تین صورتیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ یہ یک طرفہ التفات واقع کے مطابق ہے یا واقع کے مطابق نہیں ہے۔ یعنی واقع میں یہ حکایت بالکل صادق تھی ذہن نے اس کو بالکل کاذب جانا یا واقع میں بالکل کاذب تھی ذہن نے بالکل صادق جانا۔ تو اگر یک طرفہ التفات واقع کے خلاف ہے تو اس کو "جہل مرکب" کہتے ہیں۔ اور اگر واقع کے مطابق ہے تو اس التفات اور اس اعتقاد کا زوال یا تو ممکن ہے یا ناممکن ہے۔ اگر ممکن الزوال ہے تو یہ یک طرفہ التفات کو جو واقع کے بھی مطابق ہے اور ممکن الزوال بھی ہے۔ "تقلید" کہلاتا ہے۔ اور اگر ناممکن الزوال ہے تو یہ یک طرفہ التفات جو واقع کے مطابق بھی ہے اور اس کا زوال بھی ناممکن ہے۔ اس یک طرفہ التفات و اعتقاد کو "یقین" کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ یک طرفہ التفات کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) جہل مرکب (۲) تقلید (۳) یقین۔

اسی طرح دو طرفہ التفات کی بھی تین قسمیں ہیں۔ یہ دو طرفہ التفات دونوں طرف اگر برابر برابر ہے تو اس کو "شک" کہتے ہیں اور اگر کم اور زیادہ ہے تو جدھر کم ہے اس کو "وہم" کہتے ہیں اور جدھر زیادہ ہے اس کو "ظن" و "گمان" کہتے ہوں مثلاً فلاں حکایت ظنی الصدق ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ صدق کی طرف زیادہ التفات ہے اور کذب کی طرف کم التفات ہے یا فلاں حکایت ظنی الکذب ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ کذب کی طرف زیادہ التفات ہے۔ صدق کی طرف کم التفات ہے۔ اب جب کہ ظن کے معنی معلوم ہوگئے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ ظن عمل کو واجب کرتا ہے یا نہیں۔ سو معلوم کرنا چاہئے کہ یقین میں ایسی زیادتی ہے جو بالکل یک طرفہ ہے اور دوسری طرف کی بالکل نہیں ہے صرف ایک ہی طرف زیادتی ہی زیادتی ہے اور ظن میں ایسی زیادتی ہے کہ دوسری طرف کچھ کمی ہے۔ بہر حال زیادتی میں اور رجحان میں دونوں برابر ہیں اور عمل کو واجب کرنے والی چیز زیادتی ہے نہ کہ کمی۔ تو جس طرح یقین بوجہ زیادتی کے موجب عمل ہے۔ بالکل اسی طرح ظن بوجہ زیادتی کے موجب العمل ہے یعنی یقین موجب عمل کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ اس میں زیادتی ہے۔ ایسی زیادتی کہ جس میں کمی کا احتمال نہیں ہے۔ تو یقین میں موجب عمل زیادتی ہے نہ کہ کمی کا احتمال نہ ہونا لہذا حجت صرف زیادتی ٹھہری اور یہ ظن میں موجود ہے۔ لہذا جس بنا پر یقین حجت ہے وہی بنا ظن کے حجت ہونے کی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ عمل کرنے کے لئے اس عمل کے حسن کا تصور چاہئے اور یہ تصور جس طرح یقین میں ہے اسی طرح ظن میں ہے کیونکہ ظن میں رجحان موجود ہے اور یہ رجحان ہی عمل کرانے کے لئے کافی ہے لہذا ظن و یقین ایک بنیاد پر حجت ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اگر صرف یقین حجت ہوگا۔ نہ ظن، تو عالم میں کہیں بھی ناکامی نہیں ہوگی اور ناکامی مفقود ہو جائے گی۔ کیونکہ جب انسان کو یقین ہو گیا کہ یہ عمل نافع ہے تو نفع اور فائدہ اور کامیابی لازمی طور پر ہوگی اور نقصان اور نامرادی مفقود ہو جائے گی۔ حالانکہ عالم میں ناکامی اور کامیابی، نفع و نقصان دونوں متحقق ہیں۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ صرف یقین پر مدار عمل نہیں ہے بلکہ ظن عمل کے لئے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صورتوں میں ناکامی ہوتی ہے۔

ظن کے حجت ہونے کی حسی مثالیں

دنیا کے تمام قسم کے معاملات اور کاروبار میں مثلاً تجارت کا عمل ظن پر موقوف ہے۔ ہر تجارت میں نفع نہیں ہوتا اگر یقینی نفع تجارت کرنے کی علت ہوتا تو گھاٹا کسی کو نہ ہوتا بلکہ ظنی نفع حجت عمل تجارت ہے۔

(۱) اسی طرح مزدوری کا معاملہ ہے۔ اگر مزدور کو یقین ہوتا کہ بازار جا کر مزدوری یقیناً مل جائے گی۔ تو کوئی مزدور بیکار نہ ہوتا۔ صرف مزدوری کا ظن اس کو بازار لاتا ہے۔ اکثر اوقات مزدوری مل جاتی ہے۔ کبھی نہیں بھی ملتی۔

(۲) اسی طرح نوکری کا حال ہے اور اسی طرح ڈاکٹری کا حال ہے ڈاکٹر کو قطعاً یہ یقین نہیں ہوتا کہ اس کی دوا سے شفا ہوگی۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام مریض شفایاب ہوتے۔ ڈاکٹر کو صرف ظن ہوتا ہے اور وہ اپنے ظن پر دوا دیتا ہے۔ کبھی شفا ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں۔ لہذا ڈاکٹر کا عمل اور دوا کا عمل دونوں ظنی ہیں۔

اب اگر ظن موجب عمل نہ ہو تو معالجہ ہی ختم ہو جائے اور کوئی علاج ہی نہ کرے اور کرائے۔ اسی طرح سفر خواہ پیدل کرے یا سواری میں کرے، موٹر، ریل، ہوائی جہاز، گھوڑا گاڑی غرض کسی طرح بھی سفر کرے اس کو یقین نہیں ہوتا ہے کہ وہ بخیر و عافیت منزل پر پہنچ جائے گا صرف ظن ہی ہے۔ اب اگر ظن موجب عمل سفر نہ ہو تو سفر ہی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح ہوائی جہاز، ریلیں وغیرہ ہیں کسی کو بھی یقین نہیں ہے کہ ان سے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔ بلکہ ظن غالب ہے کہ فائدہ ہوگا۔ کبھی نقصان بھی ہو جائے گا۔ اب اگر ظن مفید عمل نہ ہو تو تمام صنعتیں باطل ہو جائیں گی۔ غرض یہ ہے کہ دنیا میں کوئی عمل ایسا نہیں ہے کہ جس کا دار و مدار ظن پر نہ ہو سب کا ظن ہی پر دار و مدار ہے۔ اب اگر ظن مفید عمل اور موجب عمل اور حجت عمل نہ ہوگا تو نظام عالم تباہ ہو جائے گا۔ کیونکہ کسی کو کسی عمل کے حسن انجام کا یقین نہیں ہے۔

صرف ظن ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولو اتبع الحق اھوائھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن (قد افلح۔ المومنون) یعنی "اگر ان کی رائے کے حق تابع ہو گیا تو آسمان اور زمین اور جو اس میں ہیں سب تباہ ہو جائیں گے اور حق ان کی رائے کے تابع ہوا تو نظام درہم برہم ہو جائے گا"۔

آیت سے ثابت ہو گیا کہ عالم کی بربادی کا سبب حق کا ان کی رائے کا تابع ہونا ہے اور مشاہدہ سے یہ ثابت ہوا کہ عالم کی بربادی کا سبب ظن کا حجت نہ ہونا ہے۔ تو گویا ظن کا حجت نہ ہونا، حق کا ان کی رائے کے تابع ہونا ہے لہذا اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ظن حق ہے اور موجب بقائے عالم ہے اور ان کی رائے کے تابع ہو کر یعنی ظن نہ حجت بن کر موجب فساد عالم ٹھہرا۔ غور کا مقام ہے۔

تم مجھے بتاؤ تو سہی کہ جہاں میں کونسا عمل یقین پر ہو رہا ہے۔ سب کام ظن ہی پر چل رہے ہیں۔ اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ اعمال شرع صرف ظن ہی پر ہیں۔ ہاں بے شک ایمان یقین پر ہے۔ بلکہ یقین ہی ہے۔ دیکھو ہر شخص جو کہ نیک کام کرتا ہے اس کی غایت یہ ہوتی ہے کہ عذاب سے رہائی ہو۔ جنت کی راحتیں اور ثواب حاصل ہو۔ تو بتاؤ کہ کسی شخص کو بھی یقین ہے کہ وہ عذاب جہنم سے بچ جائے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ سب کو ظن ہی ہے۔ سب اس گمان اور ظن پر عمل کر رہے ہیں کہ شاید عذاب سے رہائی ہو جائے اور ثواب حاصل ہو جائے۔ سوائے انبیاء کے سب کو ظن ہی ظن ہے۔ اب اعمال شرعیہ کی مثالیں لیجئے۔

اعمال شرعیہ کی مثالیں

نکاح کا دارومدار دو آدمیوں کی شہادت پر ہے۔ اور دو آدمیوں کی شہادت ظنی ہے۔ شریعت نے اس ظن کو حجت قرار دیا ہے۔ اسی طرح زنا کی سزا کی شہادت چار آدمیوں کی ہے۔ چار آدمیوں کی شہادت ظنی ہے شرع نے اتنی سخت سزاؤں پر ظنی شہادت کو حجت قرار دیا۔ باپ کا باپ ہونا ظنی ہے۔ شرع نے اس کو حجت قرار دیا۔ یعنی نسب ظنی ہے۔ اور احکام میراث اسی ظن پر ہیں۔ اسی طرح سجدہ کعبہ کے سامنے ہونا چاہئے اور موضع سجود سے جو خط سیدھا کعبہ کو جائے وہ ظنی ہے یقینی نہیں ہے۔ اسی طرح سحری اور افطار دونوں ظنی ہیں یہ نہیں معلوم کہ صحیح وقت پر سحری کھائی گئی اور صحیح وقت پر افطار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "واستشھدو اشھیدین من رجالکم" (تلک الرسل۔ البقرۃ) یعنی "دو مردوں کو گواہ بنالو اور دو مردوں کی شہادت ظنی ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حجت قرار دیا ہے۔ "والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتو باربعة شهداء" (قد افلح۔ النور) "جو لوگ پارسا عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار شاہد نہیں لاتے" اور فرمایا "لو لا جاء وعلیه باربعة شهداء" (قد افلح۔ النور) "کیوں نہیں چار گواہ اس پر لے آتے"۔ ان آیتوں میں چار گواہوں کی گواہی کو سزا کے لئے حجت قرار دیا۔ حالانکہ چار گواہوں کی گواہی یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے۔ الغرض جتنے بھی اعمال صالحہ ہیں اکثر و بیشتر پر قرآن نے ظن کو حجت رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لتعلموا عدد السنین والحساب" (یعتذرون۔ یونس) "تاکہ تم کو سالوں اور برسوں کی گنتی اور حساب معلوم ہو جائے" "ما خلق الله ذالک الا بالحق" (یعتذرون۔ یونس) اللہ نے اس کو یعنی حساب کو ناحق نہیں بنایا" اور "واحصی کل شئی عددا" (تبارک الذی۔ الجن) "ہر چیز کو عدد سے گھیر لیا"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حساب حق ہے اور جبکہ حساب حق ہے تو وہ شے کہ جس پر حساب موقوف ہے وہ حق ہے اور وہ علم ہندسہ کی یہ شکل ہے کہ اگر چار مقداریں متناسب ہوں یعنی پہلی مقدار کو دوسری مقدار سے وہی نسبت ہو جو تیسری کو چوتھی سے ہے تو پہلی اور چوتھی کا حاصل ضرب دوسری اور تیسری کے حاصل ضرب کے برابر ہوگا۔ تمام قوانین حساب سوائے جمع اور تفریق کے کل کے کل اسی شکل کی فرع ہیں۔ ہم نے دوسری جگہ اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ علم حساب اشکال ہندسہ کا نتیجہ ہے اور جبکہ حساب اشکال ہندسہ پر موقوف ہے تو لابد جس طرح حساب حق ہے بالکل ہندسہ جو موقوف علیہ حساب ہے وہ بھی حق ہے اور جب ہندسہ حق ہے تو لابد جس شے پر ہندسہ موقوف ہے وہ بھی حق ہے اور وہ شے اصل موضوع ہے یعنی دو نقطوں میں خط ملا سکتے ہیں۔ خط کو جتنی دور تک چاہیں بڑھا سکتے ہیں۔ کسی نقطے کو مرکز فرض کر کے جتنی دور سے چاہیں دائرہ بنا سکتے ہیں۔ یہ تین اصل موضوع ہیں ان پر تمام مقالات ہندسیہ موقوف ہیں اور یہ تینوں یقینی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر یہ بداہۃً یقینی ہوتے تو علوم متعارفہ میں داخل ہوتے جو بداہۃً یقینی ہیں اور اگر یہ نظراً یقینی ہوتے تو دیگر مسائل نظریہ کی طرح یہ بھی اشکال نظریہ میں شامل ہوتے اور اشکال نظریہ کی طرح ان کو بھی ثابت کیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ نہ تو بارہ علوم متعارفہ میں ان کا شمار ہے۔ نہ کسی مقالہ کی کسی شکل میں ان کا بیان ہے صرف معلم ہندسہ کے حسن ظن سے ان کو تسلیم کر لیا ہے اور یہ ظنی ہیں۔ لہذا اگر ظن حجت نہ ہوتا تو اس ظن پر جتنی چیزیں موقوف ہیں وہ حجت نہ ہوتیں نہ ہندسہ کی اشکال نہ حساب مگر اللہ تعالیٰ نے حساب کو حق کہا ہے تو لابد ہندسہ بھی حق ہوا۔ اور ہندسہ ان تین اصل موضوع پر موقوف ہے۔ لہذا یہ تینوں اصول موضوعہ بھی حق ہو گئے اور یہ اصول موضوعہ ظنی ہیں۔ لہذا ظن حجت ہو گیا قرآن کی روشنی میں۔

پس اگر ظن حجت نہ ہوگا تو نظام عالم دنیوی اور دینی سب درہم برہم ہو جائے گا۔ لہٰذا ظن حجت عمل ہے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم" (حٰم۔الحجرات) "بیشتر ظنوں سے بچو کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں"۔ اور فرمایا "ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس" (قال فما خطبکم۔النجم) "وہ صرف ظن اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں" اور فرمایا "ان ھم الا یظنون" (الم۔البقرۃ) "وہ صرف اٹکل ہی سے کام لیتے ہیں" اور فرمایا "ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً" (یعتذرون۔یونس) یعنی "ظن حق سے بے نیاز نہیں کرتا اور اٹکل سے صحیح بات کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی"۔ اور اس کے علاوہ ظن کی مذمت میں بے شمار آیات ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظن کے معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ایک ظن تو یقین کا مقابل ہے جیسے کہتے ہیں "یہ ظنی ہے" "یہ یقینی علم ہے" تو یہ ظن قسم علم ہے اور ایک ظن عملی ہے یعنی عمل کی قسم ہے اور عملی ظن کی دو دو قسمیں ہیں۔ ایک سوئے ظن اور ایک حسن ظن۔ حسن ظن کی مثال "لو لا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنت بانفسھم خیراً (قد افلح۔النور)" "جب تم نے یہ سنا تھا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے کیوں نہیں حسن ظن کیا" اور سوئے ظن کی مثال "اجتنبوا کثیراً من الظن" "اکثر ظنوں سے بچو"۔ یعنی سوئے ظن سے بچو۔ لہٰذا عملی ظن کی دو قسمیں ہو گئیں ایک ظن بمعنی ظنِ خیر، جس کا حکم ہے، ایک ظن بمعنی سوئے ظن، جس کی نہی ہے۔

ہم جس ظن کو حجت قرار دے رہے ہیں وہ نہ حسن ظن ہے نہ سوئے ظن بلکہ وہ وہ ظن ہے جو یقین کا مقابل ہے اور قسم علم سے ہے اور اس کے حجت ہونے کی اس آیت میں بھی دلالت موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم" (حٰم۔الحجرات) "اے ایمان والو! بہت سے ظنوں سے بچو"۔ کیونکہ بعض گناہ ہیں اس آیت میں بعض ظن کو گناہ بتایا اور اکثر سے بچنے کو فرمایا اور ظاہر یہ بات تھی کہ بعض گناہ ہیں بعض سے بچنے کو فرماتا۔ لیکن اکثر سے بچنے کو یوں فرمایا کہ اکثر ظنوں کے جو مراتب ہیں ان میں یہ بعض جو گناہ ہے کونسا ہے لہٰذا مراتب اکثریہ سے بچو کیونکہ اصل میں تو بچنا بعض سے ہے جو گناہ ہے۔ اب ہو سکتا ہے کہ وہ بعض یہ ہوں یا وہ یا وہ، کیونکہ ظن ہے کہ وہ بعض جو اثم (گناہ) ہے۔ یہ ہیں یا وہ ہیں۔ لہٰذا اگر ظن حجت نہ ہوتا اور صرف یقین حجت ہوتا تو صرف بعض ظن سے جو اثم تھا بچنے کو فرماتا اور اس کی وضاحت مثال سے ہو جائے گی۔ مثلاً ظنوں کی تعداد سو ہے اس میں سے بعض گناہ ہیں مثلاً دس۔ تو فرمایا کہ ستر سے بچو۔ بچنا تو صرف دس سے تھا۔ ستر سے بچنے کو اس لئے فرمایا کہ یہ دس جو بچنے کے قابل ہیں ان ستر یعنی سات دہایوں میں سے کونسا دہایا ہے۔ کیونکہ یہ دہایا ہر سات دہائیوں میں سے کوئی سا ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ پہلا دہایا ہو، ممکن ہے دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں غرض کہ ہر دہایا ممکن ہے جب ہر دہایا ممکن ہے تو ہر دہائے میں ظن ہو گیا تو یہ ظن حجت ہو گیا۔ اس بات پر کہ بعض سے بچنے کی بجائے اکثر سے بچا جائے ورنہ تقاضائے یقین تو یہ تھا کہ جو اثم ہے صرف اسی سے بچا جائے۔ لیکن اثم ہونے کا یقین تو بعض ہی میں ہے اور ظن اکثر میں۔ یعنی اثم اور گناہ ہونے کا ظن اکثر میں ہے اور اللہ کے نزدیک چونکہ ظن حجت ہے اس لئے ظن کے حجت ہونے کی بنا پر اس نے جہاں تک ظن کا اثر تھا سب کو یعنی اکثریت کو ممنوع قرار دے دیا۔ گویا آیت کا خلاصہ یہ ہوا۔ بعض ظن تو یقیناً اثم اور گناہ ہیں لیکن کثیر ظن اثم اور گناہ ظناً ہیں اور ظن حجت عمل ہے۔ لہٰذا اثم ظناً جو ظن اثم ہیں ان سے بچو نہ کہ صرف یقینی ظن سے۔ لہٰذا ظن حجت ہو گیا اور عقائد میں جو ظن کی مذمت کی ہے وہ صحیح ہے۔

عقیدہ کی بنیاد یقین ہے ظن سے یقین نہیں ہوتا اس لئے ظن کو برا کہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ظن صرف موجب عمل ہے۔ موجب ایمان نہیں ہے۔ لہٰذا مسائلِ ایمانیہ میں ظن حجت نہیں ہوگا اور مسائل عملیہ میں ظن حجت ہوگا۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اگر ظن حجت عمل نہ ہوگا تو بیشتر آیات پر عمل ہی نہیں ہو سکے گا۔ مثلاً قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ (الیہ یرد۔الشوریٰ) "کہہ دے میں اس ہدایت پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ بجز محبت قرابت کے"۔ اب اس محبت قرابت سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ تم آپس میں اپنے اپنے قرابت دار سے محبت کرو، یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ میرے قرابت دار سے محبت کرو۔ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ مجھ سے بوجہ میری قرابت کے محبت کرو۔ اب اس آیت سے تین مرادیں ہو سکتی ہیں اور اس کا یقین نہیں ہے کہ اللہ کی کونسی مراد ہے یا سب مرادیں ہیں، بہر حال ہر معنی ظن ہیں اگر ظن حجت نہ ہوتا کتاب پر عمل نہ ہو سکے گا "والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروءٍ" (سیقول۔البقرۃ) "مطلقہ عورتوں کی عدت تین قرء ہے" اور قرء حیض کو بھی کہتے ہیں۔ طہر کو بھی کہتے ہیں۔ حیض وطہر ہر ایک پر قرء کی دلالت ظنی ہے یہ یقین نہیں ہے کہ اللہ کی مراد کیا ہے۔ حیض ہے یا طہر ہے۔

"ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ" (تبرک الذی۔الحاقۃ) "اس روز تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر آٹھ

اٹھائے ہوں گے''۔ اب یہاں عدد آٹھ کا ہے اور معدود ظنی ہے پتہ نہیں کون سے آٹھ اٹھائے ہوں گے۔ اللہ کی کیا مراد ہے۔ آٹھ فرشتے مراد ہیں یا کوئی اور آٹھ مراد ہیں یا سات آسمان اور ایک زمین مراد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اکثر آیات کی دلالت ان آیات کے معنی پر ظنی ہے اگر ظن حجت نہ ہوگا تو بیشتر آیات پر عمل ہی نہیں ہو سکے گا۔

احادیث مسلّمہ واجب العمل ہیں یا نہیں؟

سوال: کیا خبر واحد حجت ہے یعنی موجب عمل ہے یا نہیں؟ یعنی مجموعۂ احادیث جو اس وقت بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے۔ یہ احادیث حجت ہیں یا نہیں؟

جواب: ہاں خبرِ واحد حجت ہے اور موجب عمل ہے۔

ثبوت: اگر خبرِ واحد موجب عمل نہ ہوگی تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا لیکن نظامِ عالم باقی ہے۔ قائم ہے۔ لہٰذا خبر واحد یعنی حدیث حجت ہے اور موجب عمل ہے اور حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔

پہلی دلیل: اب اس بات کا ثبوت کہ اگر خبرِ واحد حجت اور موجب عمل نہ ہوگی تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ یہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی اپنی زندگی باقی رکھنے میں دوسروں کا محتاج ہے۔ اور اس احتیاج کو رفع کرنا اور دفع کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کا دوسروں پر اظہار کرے اور اظہار کا طریقہ یعنی مافی الضمیر کا اظہار پوری طرح صرف خبر اور حکایت ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے تو گویا انسان کی زندگی خبر اور حکایت ہی پر موقوف ہے۔

خبر متواتر: خبر کی دو قسمیں ہیں ایک تو خبر متواتر جو یقینی ہے جیسے کہا جائے کہ قاہرہ دمشق مکہ وغیرہ یہ شہر ہیں تو جن لوگوں نے ان کو نہیں دیکھا ان کو بھی یہ خبر متواتر ان کے شہر ہونے کا ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ ان کے دیکھنے والوں کو ان کے شہر ہونے کا یقین ہے۔

خبر واحد: خبر کی دوسری قسم جو غیر متواتر یعنی جو خبر متواتر نہیں ہے۔ اسی کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔ اور ہماری مراد واحد کی خبر سے وہ خبر ہے جو متواتر نہ ہو۔ بہر حال چونکہ انسان کی زندگی کا دار و مدار خبر پر ہے۔ اور خبر یا متواتر ہے یا غیر متواتر۔

خبرِ متواتر پر ہر عمل دشوار بلکہ تقریباً محال ہے کیونکہ خبر متواتر اس خبر کو کہتے ہیں کہ اتنی کثیر جماعت کہ جس کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو وہ واقعہ کو محسوس کرے یا مشاہدہ کرے پھر دوسروں کے سامنے اس طرح نقل کرے کہ اس کی تعداد کم نہ ہونے پائے تو ایسی خبر کا تحقق انسان کے اعمال میں تقریباً محال ہے تو لابد انسان کے عمل کرنے کے لئے صرف غیر متواتر یعنی خبر واحد ہی موجب ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اگر خبر واحد موجب عمل نہ ہوگی تو اعمال انسانی کا خاتمہ ہو جائے گا اور نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان عمل کرنے میں خبر کا محتاج ہے اور خبر متواتر جو یقینی اور قطعی ہے اس کا تحقق دشوار بلکہ تقریباً محال ہے تو لابد خبرِ واحد جو غیر یقینی اور ظنی ہے وہی موجب عمل ہوگی۔ مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو منع کیا کہ آگے نہ بڑھنا دیوار گرنے والی ہے۔ اب اگر وہ کہے کہ تیری خبر تجھ اکیلے کی ہے یعنی خبرِ واحد ہے۔ اور خبر واحد ظنی ہے اور میں تو یقین پر عمل کروں گا اور یقین حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ دیوار کے گرنے کا مشاہدہ یا احساس جم غفیر اور ایسی کثیر جماعت نہ کرے۔ جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہو۔ ایسی جماعت کثیرہ کا تحقق اس وقت محال اور ناممکن ہے۔ لہٰذا یقین تو حاصل ہونے سے رہا اور اس نے منع کرنے والے کی خبر پر عمل کیا نہیں اور آگے بڑھ گیا اور دیوار کے نیچے دب کر مر گیا۔ لہٰذا خبرِ واحد پر عمل نہ کرنا موجب ہلاکت ہو گیا۔

دوسری دلیل: فائدہ حاصل کرنے سے نقصان سے بچنا مقدم ہے یعنی خبر واحد اگر واقع میں نبی کا قول ہے تو اس پر عمل کر کے ترک عمل کے عذاب سے بچنا ہے اور اگر نبی کا قول نہیں ہے تو عمل کرنا بے فائدہ ہے۔ بہر حال عمل کرنے میں دفع مضرت ہے۔

تیسری دلیل: جب غور و فکر کر کے انسان اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ خبر واحد حجت نہیں ہے۔ اور عمل کو واجب نہیں کرتی تو اب قصداً اس بات کا کرے گا کہ خبر واحد پر عمل ترک کرے یعنی اب قصد ترک عمل کا ہوگا۔ اور قصد ترک عمل بھی عمل ہے تو اس عمل کا موجب وہم ہوگا۔ یعنی خبر واحد پر عمل تو ظن اور راجح کی بنیاد پر ہوتا اور یہ ترکِ عمل ظن اور راجح کے مقابل کی چیز یعنی وہم اور مرجوح پر ہوا تو جب کہ عمل وہم جو ظن سے کمزور ہے اس پر روا ہو گیا تو ظن جو وہم سے بہت قوی ہے اس پر بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہئے۔

چوتھی دلیل: قولِ رسول اللہ ﷺ کا قطعی ہونا عمل کو واجب کر رہا ہے اور عمل کے قطعی واجب ہونے کا حکم الٰہی ہونا لازم ہے۔ تو قول رسول کے ظنی ہونے کو حکمِ الٰہی کا ظنی ہونا لازم ہے۔ اور حکمِ الٰہی کا ظنی ہونا قطعاً موجب عمل ہے۔ لہٰذا قول رسول جو ظنی ہے قطعاً موجب عمل ہو گیا۔ اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کا وہ قول جس کا قطعاً علم ہے کہ وہ نبی ﷺ کا ہی قول ہے۔ اس قول پر قطعی عمل واجب ہے۔ اور عمل کا قطعی واجب ہونا

یہ بتا رہا ہے کہ یہ قطعی اللہ کا حکم ہے تو قولِ رسول کے ظنی ہونے کو حکم الٰہی کا ظنی ہونا لازم ہے اور حکم الٰہی کے ظنی ہونے کو قطعاً وجوب عمل لازم ہے۔ یعنی جب یہ علم ہو جائے کہ یہ اللہ کا حکم ہے ظناً۔ تو اس ظنی حکم الٰہی پر عمل واجب ہے قطعاً۔

پانچویں دلیل: رسول کا قطعی قول قطعی حکم الٰہی ہے اور قطعی واجب العمل ہے اور رسول کا ظنی قول ظنی حکم الٰہی ہے۔ اور ظنی حکم الٰہی بھی قطعی حکم الٰہی کی طرح واجب العمل ہے۔ اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ عمل کا واجب ہونا حکمِ الٰہی پر موقوف ہے خواہ وہ حکم الٰہی قطعی ہو یا ظنی ہو جیسا کہ ظاہر قرآن پر عمل واجب ہے اور بیشتر آیات کی دلالت اپنے معنی پر ظنی ہے لیکن عمل واجب ہے تو وجوب عمل کی علت صرف حکم الٰہی ہونا ثابت ہوئی۔ خواہ وہ حکمِ الٰہی قطعی طور پر معلوم ہو یا ظنی طور پر معلوم ہو ہر صورت میں قطعاً واجب العمل ہے اور قرآن کی آیات کے ظنی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آیات کا جو مفہوم اور معنی مجتہد یا عالم نے سمجھے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کی مراد نہ ہو۔ اگرچہ آیات کا ثبوت قطعی ہے لیکن ان کی دلالت اپنے معنی پر ظنی ہے۔ تو جس طرح قطعی الثبوت ظنی الدلالت حکم الٰہی موجب عمل ہو گیا۔ بالکل اسی طرح ظنی الثبوت ظنی الدلالت یعنی خبر واحد اور حدیثِ رسول موجب عمل ہو گیا اور کوئی فرق باقی نہ رہا۔

چھٹی دلیل: تمام صحابہؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ خبر واحد حجت ہے اور اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو صحابہ ﷺ خبر واحد پر عمل نہ کرتے۔ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے حدیث بیان کی۔ "الائمة من القریش" "امام قریش میں سے ہوگا"۔ "نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث"۔ "ہم انبیاء کی جماعت نہ وارث ہوتی ہے اور نہ کوئی دوسرا انکا وارث ہوتا ہے"۔ "والانبیاء یدفنون حیث یموتون" اور "انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں" یہ تمام حدیثیں حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے بیان کیں اور تمام صحابہ ﷺ نے بالا جماع ان احادیث کو قبول کر لیا۔ اور ان کا یہ جماع ہم تک بالتواتر منقول ہے۔

ساتویں دلیل: تواتر سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک کو احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو تبلیغ کا فائدہ حاصل نہ ہوتا۔ بلکہ گمراہی حاصل ہوتی۔

آٹھویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ "وما کان المومنون لینفروا کافة فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون "(یعتذرن. التوبة)" سب مومنوں کو نہیں چاہئے کہ وہ (دین حاصل کرنے کے لئے رسول کی طرف) کوچ کریں۔ پھر (جتنے فرقے اپنی اپنی بستیوں میں تھے ان میں سے) ہر فرقہ کے ایک ایک طائفہ نے کیوں نہیں کوچ کیا، دین کو سمجھنے کے لئے تا کہ وہ (دین کو سمجھ کر) جب (اپنے) وطن لوٹتا تو اپنی قوم کو ڈراتا اور وہ یعنی اس کی قوم والے ڈرتے"۔

فرقہ کا لفظ تین پر بولا جاتا ہے۔ یعنی کم از کم تین پر بولا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے واجب کیا کہ ہر فرقہ یعنی ہر تین میں سے ایک طائفہ نکلتا اور تین میں سے جو نکلیں گے وہ یا تو دو ہوں گے یا ایک ہوگا۔ تو طائفہ یا ایک ہے یا دو ہیں بہر حال اس طائفہ کے ڈرانے یعنی اس طائفہ کے خبر دینے پر عمل کو واجب کیا یعنی جب یہ طائفہ اپنے وطن لوٹ کر جائے اور اپنی قوم کو ڈرائے اور خبر دے تو اس کی قوم کو اس طائفہ کی خبر پر عمل کرنا واجب ہے آیت کا حاصل یہ ہے کہ تفقہ فی الدین کے لئے کوچ کرے پھر تفقہ حاصل کر کے اپنے وطن جب لوٹے تو اپنی قوم کو ڈرائے یعنی خبر دے اور خبردار کر دے کہ اے قوم! رسول کی نافرمانی اور مخالفت سے ڈرو! اور اس کی قوم پر واجب ہے کہ وہ اس طائفہ کے ڈراوے کی خبر سن کر ڈرے اور اس طائفہ کی خبر پر عمل کرے۔ چونکہ طائفہ ایک کو اور دو کو شامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما" (حم۔ الحجرات) اگر مسلمانوں کے دو طائفے لڑیں تو ان میں صلح کراؤ اور صلح جس طرح دو بڑی جماعتوں کی لڑائی میں واجب ہے اسی طرح دو فردوں کی لڑائی میں بھی واجب ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ایک فرد بھی طائفہ ہے لہذا طائفہ کا اطلاق ایک اور دو پر بھی صحیح ہے اور طائفے کے ڈراوے پر اور ڈرانے کی خبر پر جب اللہ تعالیٰ نے عمل واجب قرار دیا تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ قوم کے لئے خبر واحد شرعاً حجت ہے۔ یعنی اللہ نے واحد کی خبر کو قوم کے لئے حجت قرار دیا۔

نویں دلیل: اعمال حرکات وسکنات کو کہتے ہیں اور حرکات وسکنات لامحدود ہیں۔ یعنی کسی حد پر نہیں ٹھہرتے یعنی انسان بے شمار عمل کرتا ہے۔ نیز عمل حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں اور عمل مختلف احوال میں مختلف احکام چاہتا ہے لہذا احکام لا انتہا یعنی بے شمار ہو گئے اور نصوص قرآنی جو موجب احکام ہیں وہ محدود ہیں۔ لہذا اگر صرف نصوص قرآنی پر عمل کیا جائے گا تو بیشتر اعمال بے احکام کے رہ جائیں گے۔ یعنی بہت سے ایسے اعمال ہوں گے کہ جن کی حرمت علت جواز اور عدم جواز کے لئے کوئی ثبوت قرآن سے نہیں مل سکے گا اور اس وقت انسان کی زندگی ان اعمال کی موجودگی میں بیکار اور لغو ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "افحسبتم انما خلقنکم عبثاً" (قد افلح. المومنون) "کیا تم یہ سمجھے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا ہے"۔ اب اگر حدیث پر عمل نہ ہوگا اور خبر واحد پر عمل نہ ہوگا تو انسان کی بیشتر خلقت عبث ہو

جائے گی۔ لہذا احادیث پر عمل واجب اور ضروری ہے۔

دسویں دلیل: جھوٹی حدیث وضع کرنی حدیث کے حجت ہونے کی حجت ہے یعنی جعلی سکہ جب ہی ڈھالا جائے گا جب کہ ٹکسالی سکہ چالو ہو اور جبکہ اصلی سکہ چالو نہ ہو تو جعلی بنانا بالکل بے سود ہوگا۔ چونکہ حدیث کی حجیت چالو تھی اس لئے جعلی حدیث وضع کی گئی۔ اگر حدیث کی حجیت تمام مسلمانوں میں چالو نہ ہوتی تو وضاعین کو جعلی اور نقلی حدیث کے وضع کرنے سے کوئی فائدہ ہی نہ ہوتا۔

گیارھویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "وجآء رجل من اقصی المدینة یسعیٰ قال یموسیٰ ان الملاء یا تمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین" (امن خلق۔ القصص) ایک شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے موسیٰ اہل دربار تیرے قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں۔ سو تو نکل جا۔ میں تیرا خیر خواہ ہوں اگر واحد کی خبر قابل قبول اور موجب عمل نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اس کی خبر سے باہر نہ جاتے اور اسی طرح جب عورت بلانے آئی تھی اور اس نے کہا تھا "ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا" (امن خلق۔ القصص) میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے تا کہ تجھ کو پانی پلانے کا بدلہ دیوے۔ اس ایک عورت کی خبر اگر قابل قبول نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ نہ جاتے۔ پھر جب اس عورت کے باپ کے پاس پہنچے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا تو اس عورت کا باپ یہ نہ کہتا کہ فکر نہ کر تو ظالم لوگوں سے بچ نکلا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے سارا واقعہ بیان کیا اور انہوں نے ان کی خبر سن کر تصدیق کی اور ان کو مطمئن کیا اور فرعون والوں کو ظالم قرار دیا تو اگر خبر واحد قابل قبول نہ ہوتی تو حضرت موسیٰ جو ابھی نبی نہیں ہوئے تھے ان کی خبر کو حضرت شعیبؑ قبول نہ کرتے اور اسی طرح فرعون والوں میں سے جو مومن مرد اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا اس نے کہا اے میری قوم میری پیروی کرو میں تم کو بھلائی کا راستہ دکھلاتا ہوں۔ "وقال الذی امن یا قوم اتبعون اهدکم سبیل الرشاد" (فمن اظلم۔ المومن) اس ایک شخص کی اتباع ہدایت ہے اگر اس کی اتباع، اسکا قول قابل قبول نہ ہوتا تو کس طرح سیدھے راستے کی ہدایت ہو سکتا تھا۔ پھر اس شخص نے کہا "فستذکرون ما اقول لکم" (فمن اظلم۔ المومن) عنقریب تم کو میرا کہنا اور میرا قول یاد آئے گا (تم میری بات یاد کرو گے) اگر اس کا قول حجت نہ ہوتا تو کیوں کر یاد آتا اور اس کا قول حجت نہ ہوتا تو اسکے نہ ماننے سے آل فرعون کو عذاب نہ گھیرتا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ خبر واحد قابل قبول اور حجت ہے قرآن کی رو سے۔

بارھویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وجآء من اقصی المدینة رجل یسعی" (ومن یقنت۔ یٰس) شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا "قال یقوم اتبعو المرسلین" اس نے کہا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو۔ اگر اس شخص کا قول اپنی قوم پر حجت نہ ہوتا تو اس شخص کی نافرمانی پر اس کی قوم عذاب کی مستحق نہ ہوتی اور عذاب کی ایک ہی چنگھاڑ میں وہ جل بجھ کر راکھ نہ ہو جاتی۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ خبر واحد قرآن کی رو سے حجت ہے۔

تیرھویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ "ان جاءکم فاسق بنباءٍ فتبینوا" (حم۔ الحجرات) "اگر تمہارے پاس فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ فاسق کی خبر قابل تحقیق ہے نہ کہ قابل رد۔ یعنی اگر عادل خبر لائے تو قبول کر لو اور فاسق خبر لائے تو بلا تحقیق قبول نہ کرو۔ یعنی فاسق کی خبر بھی قابل رد نہیں ہے۔ بلکہ قابل تحقیق ہے لہذا عادل کی خبر بغیر تحقیق قابل قبول ہے قرآن کی رو سے۔

چودھویں دلیل: خبر واحد حجت نہیں ہے یہ بات قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ خبر واحد حجت ہے۔ یہ بات قرآن سے ثابت ہے، حدیث سے ثابت ہے۔ عقل سے ثابت ہے اجماع سے ثابت ہے۔ تمام محدثین سے ثابت ہے۔ تمام مجتہدین سے ثابت ہے تمام ائمہ محققین سے ثابت ہے۔ اب بتاؤ کہ جو بات کسی ذریعہ سے ثابت نہیں ہے وہ قابل قبول ہے یا وہ بات جو ہر ذریعہ سے ثابت ہے، وہ قابل قبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "ولا تقف ما لیس لک به علم" (سبحٰن الذی۔ بنی اسرائیل) "جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو"۔

لہذا یہ کہنا کہ خبر واحد حجت نہیں ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا کسی ذریعہ سے علم نہیں ہے۔ اس لئے اس کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔

منکرین احادیث کے جوابات

یہ ثابت ہو چکا کہ نبی ﷺ کا قول حجت ہے تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی قول نبی ﷺ کا قرآن کے خلاف ہو یعنی قرآن سے کسی چیز کا جواز نکلے اور نبی کے قول سے عدم جواز یا نبی ﷺ کا قول قرآن سے زائد ہو یعنی قرآن میں اختصار ہو اور نبی کے قول میں تفصیل ہو یا قرآن میں مذکور ہی نہ ہو صرف نبی کے قول میں مذکور ہو تو ایسی صورت میں نبی کا قول حجت ہے یا نہیں؟

جواب: ہر صورت میں نبی کا قول حجت ہے۔ نبی کا قول مستقل حجت ہے۔ غیر مشروط حجت ہے۔ نبی کے قول کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قرآن کے مطابق ہو تب تو حجت رہے اگر مطابق نہ ہو تو حجت نہ رہے یہ شرط غیر نبی کے لئے ہے کہ اگر غیر نبی کا قول قرآن کے مطابق ہے تو

بے شک ہر غیر نبی کا قول بھی حجت ہے۔ اگر مطابق نہیں ہے تو ہر غیر نبی کا قول حجت نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح قرآن کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہماری عقل کے مطابق ہو تو حجت ہو اور ہماری عقل کے مطابق نہ ہو تو حجت نہ ہو۔ اسی طرح نبی کے قول کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قرآن کے مطابق ہو تو حجت ہو اور قرآن کے مطابق نہ ہو تو حجت نہ ہو۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن کا حجت ہونا اس بناء پر ہے کہ وہ منجانب اللہ ہے۔ صرف منجانب اللہ ہونا قرآن کے حجت ہونے کی وجہ ہے۔ بالکل اسی طرح نبی من جانب اللہ ہے۔ کیونکہ اس کی تصدیق معجزہ کرتا ہے۔ اور معجزہ من جانب اللہ ہوتا ہے۔ لہذا نبی اور نبی کا قول بھی معجزہ کے بعد من جانب اللہ ہو گیا۔ اور من جانب اللہ ہونا ہی حجت ہے۔ لہذا نبی کا قول اور نبی مستقل حجت ہے۔

اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اور قول نبی من جانب اللہ ہے اور ہر وہ شے جو من جانب اللہ ہے قابل قبول اور حجت عمل ہے۔ لہذا نبی اور قول نبی حجت عمل ہے۔ نبی کا قول قول الہی ہے۔ اور من جانب اللہ ہے۔ اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ''قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الی'' (یعتذرون۔ یونس)۔ ''کہہ دے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے تبدیل کر دوں میں تو صرف وحی کا پیرو ہوں''۔ صاف ظاہر ہو گیا کہ نبی کا قول وحی ہے۔ قول الہی ہے من جانب اللہ ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ قرآن من جانب اللہ ہونے کی حیثیت سے حجت ہے نہ کہ قرآن اور کتاب ہونے کی حیثیت سے یہ ہے کہ متشابہات قرآن ہیں اور حجت نہیں ہیں۔ متشابہات پر عمل کرنے کو زیغ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ''فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ'' (تلک الرسل۔ آل عمران) ''جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں''۔ غرض کہ قرآن کا وہ حصہ جو متشابہات ہیں باوجود قرآن ہونے کے حجت عمل نہیں ہے اور قرآن کا حجت ہونا صرف من جانب اللہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ لہذا علت حجت من اللہ ہونا ہے اور فرمایا و لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضیٰ الیک وحیہ'' (قال الم۔ طٰہٰ) ''قرآن کو جب تک اس کے متعلق پوری وحی تمہارے پاس نہ آ جائے جلدی نہ بیان کرو''۔ یعنی خالی قرآن نازل ہوتے ہی مت بیان کرو۔ جب تک اس قرآن کے متعلق تمام وحی تم پر نازل نہ ہو جائے۔ یہ وہی وحی ہے جو غیر قرآن ہے۔ قرآن کی تفصیل اور اس کے متعلقات اس وحی کے ذریعے بتائے جاتے ہیں اور اس وحی میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ قرآن محکم ہے اور حجت ہے۔ اور یہ قرآن متشابہ ہے اور حجت نہیں ہے۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نبی من جانب اللہ ہے اور نبی کا قول من جانب اللہ ہے۔ لہذا یہ دونوں مستقل حجتیں ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ متشابہ من جانب اللہ ہے اور من جانب اللہ ہونا بقول تمہارے قابل قبول اور حجت عمل ہے تو چاہئے کہ متشابہ بھی قابل قبول حجت عمل ہو۔ اس کا حل یہ ہے کہ متشابہ قابل قبول اور قابل ایمان ضرور ہے لیکن قابل عمل نہیں ہے دوسری آیت نے متشابہات پر عمل کرنے کی ممانعت کر دی ہے اور وہ یہ آیت ہے: ''فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ'' (تلک الرسل۔ آل عمران) جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کتاب کے متشابہات پر عمل کرتے ہیں اس آیت کی بناء پر متشابہات ناقابل عمل ہو گئے۔

رہی یہ بات کہ قول رسول قرآن کے خلاف ہو تو وہ بھی حجت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہے۔ ''کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرًا ن الوصیۃ للوالدین'' (سیقول۔ البقرۃ) ''تمہارے اوپر والدین کے لئے وصیت فرض ہے۔ اگر کسی نے مال چھوڑا ہے جب کہ اسے موت آئے''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''لا وصیۃ للوارث''۔ ''وارث کے لئے وصیت نہیں ہے'' اور تواتر سے ثابت ہے کہ عمل اسی حدیث پر رہا ہے یعنی وارث کے لئے وصیت ناجائز قرار دی گئی۔ حدیث نے قرآن کی آیت کو منسوخ کر دیا اور قول رسول قرآن کی آیت کے خلاف حجت اور موجب عمل رہا۔ اور اس حدیث کا موجب عمل اور حجت ہونا تواتر سے ثابت ہے۔ نیز اکثر دینی مسائل کا ثبوت قرآن سے نہیں حدیث سے ہے۔ لہذا قول رسول حجت مستقلہ اور غیر مشروط حجت ہے علیٰ ہذا اجماع بھی غیر مشروط حجت ہے یہی وجہ ہے کہ اولی الامر کا عطف رسول پر ہے۔ ''واطیعو الرسول و اولی الامر منکم'' (والمحصنت۔ النساء)

اب اگر کہا جائے کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رسول کا کوئی قول قرآن کے خلاف ہو اور رسول کا قول قرآن کو نسخ کر دے تو پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ رسول کا قول اس کا اپنا قول نہیں ہوتا۔ وہ در حقیقت خدا کا قول ہوتا ہے۔ جس طرح قرآن خدا کا قول ہے اسی طرح رسول کا قول بھی خدا کا قول ہے۔ اور جس طرح قرآن کی ایک آیت قرآن کی دوسری آیت کو منسوخ کر دیتی ہے۔ اسی طرح خدا کا ایک قول یعنی قول رسول دوسرے قول یعنی قرآن کو منسوخ کر دیتا ہے۔ استعجاب کا باعث صرف یہ ہے کہ رسول کے قول کو رسول کا قول سمجھا جا رہا ہے۔ رسول کے قول کو بشر کا قول سمجھا جا رہا ہے یاد رکھو رسول کا قول خدا ہی کا قول ہے ''ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی'' (قال فما۔ النجم) ''وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا اس کا بولنا صرف وہ وحی ہے جو اس پر کی گئی ہے''۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کا ہر قول وحی ہے

اس کی وضاحت یوں بھی ہوسکتی ہے کہ نبی کا یا تو ہر قول وحی ہے یا کوئی قول وحی نہیں ہے یا بعض قول وحی ہیں اور بعض قول وحی نہیں ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کا کوئی بھی قول وحی نہیں ہے تو شروع مسئلہ میں ہم نے اس خیال کو باطل کر دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی پروحی ہوئی۔ لہذا یہ کہنا کہ نبی کا کوئی قول وحی نہیں، قطعی غلط ہے۔ اب دوسری صورت نبی کے بعض قول وحی ہیں اور بعض قول وحی نہیں ہیں تو یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ بعض اقوال کا وحی ہونا اور بعض کا وحی نہ ہونا تخصیص بلا مخصص ہے۔ یہ محال اور باطل ہے۔ بعض اقوال کا وحی ہونا آخر کس قول سے معلوم ہوا۔ اگر نبی کے ایسے قول سے معلوم ہوا جو وحی ہے تو یہ قول انہی بعض میں شامل ہے۔ اگر ایسے قول سے معلوم ہوا جو وحی نہیں ہے تو نبی کا ایسا قول جو وحی نہیں ہے، ایسے قول پر حجت ہو گیا جو وحی ہے۔ اور تم غیر وحی کو حجت ہی نہیں مانتے۔ لہذا یہ شق بھی باطل ہو گئی۔ اور جب دونوں شقیں باطل ہو گئیں یعنی نبی کا قول وحی نہیں ہے اور یہ بھی باطل ہو گیا کہ نبی کے بعض قول وحی ہیں اور بعض قول وحی نہیں ہیں۔ تو لامحالہ یہ تیسری شق ثابت ہو گئی کہ نبی کا ہر قول وحی ہے اور جب ہر قول وحی ہے تو نبی کا ہر قول حجت ہے اور قابل قبول ہے۔ بولو کیا کہتے ہو۔

جب نبی نے پہلی بار کہا میں اللہ کا رسول ہوں میرا کہنا مانو اور ابھی کتاب نازل نہیں ہوئی یا نازل ہوئی تو ایک دو آیتیں جس میں نبی کی پیروی کا ذکر نہیں ہے اس وقت اس کا قول ماننے کے قابل ہے یا نہیں؟ اگر کہو کہ ماننے کے قابل نہیں ہے تو قطعی کافر ہو گئے۔ اور اگر کہو کہ ماننے کے قابل ہے تو قطعاً نبی کا قول مطلقاً حجت ہو گیا قطع نظر کتاب کے۔ اگر نبی کا قول بغیر کتاب کے حجت نہ تھا تو گویا فرعون کو بے حجت عذاب دیا گیا۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا" (سبحان الذی۔ بنی اسرائیل) "ہم جب تک رسول نہیں بھیج لیتے اس وقت تک عذاب نہیں کرتے"۔ یہ نہیں کہا کہ ہم جب تک کتاب نہیں بھیج لیتے اس وقت تک عذاب نہیں کرتے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ نبی کا قول کتاب سے قطع نظر کر کے حجت ہے۔

سوال: نبی کی طرف بے حیائی کی نسبت، جھوٹ کی نسبت غیر معقولیت کی نسبت، ناواقفیت کی نسبت جن احادیث سے ظاہر ہو۔ ان احادیث کو ان نقائص کی بنا پر حدیث رسول سے خارج کر دینا چاہئے یا نہیں جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضور ﷺ ایک ظرف میں غسل کرتے تھے اور جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تین جھوٹ بولے اور جیسا کہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کے تھپڑ مارا اور جیسا کہ کھجور کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ زیادہ پھل آئے گا اور زیادہ پھل نہیں آیا۔ ان احادیث سے بے حیائی، جھوٹ، نامعقولیت اور ناواقفیت نبی کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

جواب: محض ان نسبتوں سے حدیث ناقابل قبول نہیں ہوتی مثلاً بے حیائی کی جو نسبت کی گئی ہے وہ محض نسبت کرنے والے کا خیال ہے۔ میاں بیوی کی برہنگی سے اگر بے حیائی مقصود ہو تو نظام نسل باطل ہو جائے گا۔ بے حیائی تو وہ ہے جسے نبی بے حیائی بتائے۔ نبی نے کہیں میاں بیوی کے غسل کو بے حیائی نہیں بتایا نہ کتاب اللہ نے اس فعل کو بے حیائی بتایا اور اگر اس قسم کی باتوں کو بے حیائی سے تعبیر کیا جائے گا تو اللہ نے جو "کواعب" کا لفظ عورتوں کی تعریف میں فرمایا ہے یہ بے حیائی ہو گی۔ "کواعب"، "کاعب" کی جمع ہے اور کاعب اس عورت کو کہتے ہیں جس کے پستان ابھرے ہوئے ہوں اگر عورت کے پستان کی تعریف بے حیائی ہے تو اس کو بھی قرآن سے خارج کر دینا چاہئے اور اگر بے حیائی نہیں ہے تو عورت مرد یعنی میاں بیوی کا باہم غسل بھی بے حیائی نہیں ہے۔

ابراہیم خلیل اللہ کی طرف جو جھوٹ کی نسبت ہے اس نسبت سے بھی حدیث کو حدیث ہونے سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر اس نسبت سے حدیث کو خارج کیا جائے گا تو قرآن کو بھی خارج کیا جائے گا۔

فرمایا: "جعل السقایة فی رحل اخیه" (وما ابری۔ یوسف) یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا برتن رکھ دیا اور پھر یہ کہلوا دیا کہ تم چور ہو۔ ظاہر میں یہ فعل جھوٹ سے بدتر ہے اور فرمایا۔ "کذلک کدنا لیوسف" (وما ابری۔ یوسف) "ہم نے یوسف کو یہ تدبیر سکھائی"۔ بہر حال قرآن میں یہ نقص نبی کی طرف منسوب ہے تو چاہئے کہ اس آیت کو قرآن سے نکال دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کے تھپڑ مارا۔ یہ بھی خلاف عقل اور غیر معقول نہیں ہے کہ جب انسان کی فرشتہ سے ہم کلامی مان لی جو بظاہر غیر معقول ہے تو پھر ہاتھا پائی ماننے میں کیا غیر معقولیت ہے دونوں ایک ہی درجہ کی باتیں ہیں یعنی جو شخص کسی سے بات چیت کر سکتا ہے وہ اس کے تھپڑ بھی مار سکتا ہے۔ نیز اللہ نے فرمایا: "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون" (سیقول۔ البقرۃ) "جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ لیکن تم کو شعور نہیں"۔ شہید کو زندہ کہنا عقل ہی کے خلاف نہیں بلکہ حس کے بھی خلاف ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کہا اور مزید تاکید کر دی کہ تم بے حس ہو، بے شعور ہو۔ تم کو پتہ نہیں شہید کی زندگی قطعی عقل میں نہیں آتی تو اگر حدیث کا خلاف عقل ہونا حدیث کو خارج کر دیتا ہے تو قرآن کا خلاف عقل ہونا قرآن

کو خارج کر دیتا ہے۔ یعنی جو اعتراض حدیث پر ہے بالکل وہی اعتراض قرآن پر ہے اور جس طرح قرآن پر اعتراض قرآن کو قرآن ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ اسی طرح حدیث پر اعتراض حدیث کو حدیث ہونے سے خارج نہیں کرتا اور کھجور کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ پیا نہیں ہوا تو یہ بالکل قرآن کے مطابق ہے" ولا تقولون لشئی انی فاعل ذالک غدا" (سبحان الذی۔ الکھف)" اور کسی کام کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ کل اس کو کروں گا" جیسا روح اور ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے سوال کے موقع پر حضور نے کہہ دیا تھا کہ کل جواب دے دوں گا اور پھر کل جواب نہیں دیا۔ اس آیت سے وہی بات ظاہر ہو رہی ہے جو حدیث سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اور جس طرح یہاں یہ بات نبوت کے منافی نہیں ہے اسی طرح وہاں بھی نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اس سارے بیان کا حاصل یہ ہے کہ حدیث پر جتنے اعتراضات ہیں اس نوعیت کے اعتراضات قرآن پر وارد ہوتے ہیں تو جس طرح قرآن کو قرآن ہونے سے ان اعتراضات کی بناء پر خارج نہیں کیا جا سکتا تم کہتے ہو حدیث میں یہ بات ہے۔ اس بات کی وجہ سے ہم نہیں مانتے۔ ہم کہتے ہیں یہی بات قرآن کی آیت میں بھی ہے تو چاہئے کہ اس کو بھی نہ مانو اور یہ بیان تمام اعتراضات حدیث کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔

حدیث کو اس وقت تک نہیں مانا جائے گا جب خبر واحد کو قبول کرنے کے شرائط مفقود ہو جائیں۔ قرآن کو اس وقت تک نہیں مانا جائے گا جب خبر متواتر کے شرائط مفقود ہو جائیں۔

خبر کے صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ فی نفسہ مستحسن ہو۔ اچھی ہو۔ معقول ہو۔ بلکہ خبر کے صحیح ہونے کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ جس کی طرف سے خبر دی جا رہی ہے اس تک اسے ثابت کر دیا جائے۔ خبر کی ذمہ داری قائل پر ہے جو شخص نقل کر رہا ہے اس کی ذمہ داری صرف نقل کی صحت پر ہے اور نقل کی صحت پر بارہ سو سالہ اجماع بالکل کافی اور وافی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک بات فی نفسہ حسین ہے اچھی ہے واقعہ کے مطابق ہے حق ہے لیکن جس شخص کی طرف سے اس کو نقل کیا جا رہا ہے، در حقیقت اس کا قول نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک بات ہماری عقل میں معقول ہو اور قائل کا قول نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک بات ہماری عقل میں نہ آئے اور وہ قائل کا قول ہو تو یہ کہنا کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہے اسے مانیں گے اور قرآن کے مطابق نہیں ہے اسے نہیں مانیں گے۔ غلط ہے ہو سکتا ہے کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہے وہ فرمان رسول ﷺ نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ جو حدیث قرآن کے مطابق نہ ہو وہ قول رسول ہو۔

سوال: جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قول رسول حجت ہے اور احادیث شرعاً حجت ہیں اور دین یا دین کا جز ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ نے جس طرح قرآن کو لکھوا کر قوم کو دے دیا اسی طرح احادیث کے مجموعہ کو بھی لکھوا کر دینا چاہئے تھا۔ لکھوا کر کیوں نہیں دیا؟

جواب: احادیث کے مجموعہ کو اس لئے نہیں لکھوا کر دیا کہ احادیث کا مجموعہ وحی غیر کتاب ہے۔ کسی زمانے کے نبی نے وحی غیر کتاب کو لکھ کر نہیں دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی" واوحی الی نوح" (ومامن دابۃ۔ ھود) اور اس وحی کے متعلق تمام واقعات بیان کرنے کے بعد فرمایا" ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا" (ومامن دابۃ۔ ھود)۔" تو اور تیری قوم اس سے پہلے ان واقعات کو نہیں جانتی تھی" نبی کی قوم سارا عالم ہے اور جب کہ سارا عالم حضرت نوح والی وحی سے ناواقف ہے تو ضرور بالضرور وہ وحیاں جو غیر کتاب تھیں وہ لکھی نہیں گئیں۔ اگر لکھی جاتیں تو یہود یا نصاریٰ کوئی نہ کوئی قوم ان لکھی ہوئی وحیوں پر مطلع ہوتی۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ احادیث میں زیادہ تر اعمال کا ذکر ہے اعمال ایسی چیز ہیں کہ وہ پڑھنے پڑھانے سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے۔ اعمال تو کرنے کی چیز ہیں۔ اس لئے عمل کو نہیں لکھوایا بلکہ عمل کی پریکٹس (مشق) کرادی۔ عمل کو یاد کرانا یا پڑھوانا لکھوانا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ عمل کو تو کرانا مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث پر عمل کرایا اور اس کی مشق کرادی۔ فرمایا" صلو کما رایتمونی اصلی"۔ " جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں اسی طرح تم بھی نماز پڑھو"۔ یعنی عمل کی مشق کرائی۔ یہ نہیں کہا کہ صرف اس حدیث کو یاد کر کے لکھو لیکن بعد میں زمانہ ایسا آیا کہ بدعملی بڑھی تو نصیحت کی باتیں جن لوگوں کو یاد تھیں انہوں نے لکھ لیں تاکہ نصائح مفقود نہ ہو جائیں۔ اور قرآن میں قصص اولین اور جملہ عقائد ہیں وہ یاد نہیں رہ سکتے تھے اس لئے ان کو لکھنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو لکھوا کر دیا تو یہ لکھ کر دینے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں ہے جہاں ہے "اتل ما اوحی"۔ " پڑھ جو وحی کی گئی"" واذا قرء القرآن فاستمعو اله"۔" جب قرآن پڑھا جائے تو سنو"۔ کہیں یہ نہیں کہ قرآن کو لکھو۔ پھر جو نبی ﷺ نے قرآن کو لکھوا دیا یہ کس وجہ سے دیا۔ یا تو وحی کے ذریعہ ان کو حکم ہوا کہ قرآن لکھوا دو۔ اگر ایسا ہے تو وحی غیر قرآن اور وحی غیر متلو ثابت ہو گئی۔ اور اگر بغیر وحی کے کیا تو ان کی رائے حجت ہو گئی۔ لہٰذا ان کی رائے سے قرآن لکھا گیا اور ان ہی کی رائے سے حدیث نہیں لکھی گئی۔ دونوں جگہ ایک ہی چیز کار فرما ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ وحی ہوئی کہ قرآن لکھوا دو اسی طرح یہ وحی ہوئی کہ حدیث نہ لکھواؤ۔ اور اگر ذاتی رائے یہ ہوئی کہ

قرآن لکھواؤ تو بے شک ذاتی رائے یہ بھی ہوئی کہ حدیث نہ لکھواؤ۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان انحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" (ربما۔ الحجر)۔ "ہم نے نصیحت نازل کی اور ہم ہی اس کے نگہبان اور محافظ ہیں"۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن محفوظ ہے اور حدیث محفوظ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے بس وہی چیز دین ہے اور وہ چیز محفوظ ہے اور حدیث چونکہ محفوظ نہیں ہے اس لئے نہ خدا اس کا محافظ ہے نہ ذکر ہے نہ دین۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے ذکر یعنی نصیحت کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے وہ ذکر اور نصیحت قرآن اور حدیث دونوں میں ہے۔ لہٰذا دونوں محفوظ ہیں۔ قرآن بھی محفوظ ہے اور حدیث بھی محفوظ ہے بلکہ قرآن کے حافظ تو ایک فیصدی مشکل سے ملیں گے اور حدیث کے معانی کے حافظ ساری قوم ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مسواک سنت ہے۔ عید کے دن روزہ حرام ہے۔ زنا کی سزا رجم ہے۔ صبح کی نماز کی دو سنتیں ہیں۔ ظہر کی چھ سنتیں ہیں۔ قبر میں نکیرین سے سوال جواب ہوگا۔ عذاب قبر ثواب قبر حق ہے۔ غرض کہ معاملات اور عبادات کے جو طریقے حدیث نے بتائے ہیں وہ ہر جاہل اور عالم کے حافظہ میں محفوظ ہیں۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اس نے دین کو محفوظ کر دیا ہے ہر شخص حافظ سنت ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حدیث غیر محفوظ ہے بالکل غلط ہے۔ حدیث عملاً محفوظ ہے۔ قرآن تلاوتاً محفوظ ہے۔

منکر حدیث کے ترجمہ کی غلطی

سوال: منکرین حدیث نے اللہ تعالیٰ کے اس قول یعنی "ما کان لبشر ان یوتیه الله الکتاب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون الله ولکن کونو ربانیین" (تلک الرسل۔ آل عمران) کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کسی انسان کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ اللہ اس کو کتاب اور حکومت اور نبوت دے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری محکومی اختیار کرو۔ اسے یہی کہنا چاہئے کہ تم سب ربانی بن جاؤ۔ سوال یہ ہے یہ معنی صحیح ہے یا غلط ہیں؟

جواب: یہ معنی غلط ہیں۔ یعنی حکم کے معنی "حکومت" کے اور کونو اعباداً لی کے معنی "میری محکومی اختیار کرو" غلط ہیں۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں حکم کے معنی "فہم" کے ہیں اور اگر حکم کے معنی حکومت کے ہوں تو آیت "اتیناه الحکم صبیا" (قال الم۔ مریم) میں حکم کے معنی اگر حکومت کے ہوں گے تو آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ "ہم نے یحییٰ کو بچپن میں حکومت دی تھی" اور یہ بالکل غلط ہے۔ اور جن بندوں کو حکم اور نبوت ملی ہے ان میں اکثر صاحب حکم اور نبوت کو حکومت نہیں ملی۔ اگر حکم کے معنی حکومت کے ہوں تو ہر وہ شخص جس کو حکم و نبوت ملے وہ صاحب حکومت ہو حالانکہ بیشتر انبیاء صاحب حکومت نہ تھے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر نبی صاحب حکم ہے اور صاحب حکومت نہیں ہے۔ اب اگر حکم اور حکومت ایک ہی چیز ہو تو ہر نبی صاحب حکومت ہو حالانکہ ہر نبی صاحب حکومت نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر انبیاء کو تکلیفیں دی گئیں اور قتل بھی کئے گئے۔ اگر صاحب حکومت ہوتے تو تکلیف زدہ نہ ہوتے اور نہ مقتول ہوتے لہٰذا یہاں حکم کے معنی حکومت کے نہیں ہیں۔

دوسری غلطی اس ترجمہ میں یہ ہے کہ "کونوا عباداً لی" کے معنی "میری محکومی اختیار کرو" کے نہیں ہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ "میرے بندے ہو جاؤ"۔ عباد کے معنی بندے کے ہیں۔ عباد کے معنی محکومی کے نہیں ہیں اس لئے کہ عباد کا لفظ جس طرح انسانوں کے لئے آیا ہے اسی طرح قرآن شریف میں غیر انسانوں کے لئے بھی آیا ہے جیسے "ان الذین تدعون من دون الله عباد امثالکم" (قال الملا۔ الاعراف)۔ "بے شک اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے بندے ہیں"۔ یہاں بتوں کو اللہ تعالیٰ نے عباد سے تعبیر کیا ہے۔ فرشتوں کے متعلق فرمایا "بل عباد مکرمون" (اقترب۔ الانبیاء)۔ "بلکہ وہ معزز بندے ہیں"۔ "افحسب الذین کفرو ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء" (قال الم۔ الکہف)۔

کیا پھر بھی کافر اس خیال میں ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا حمایتی بنائیں اور جن بندوں کو ان کافروں نے حمایتی اور اولیاء اپنا بنایا ہے۔ وہ بت ہیں، شمس و کواکب ہیں، جن ہیں، ملائکہ ہیں، مسیح علیہ السلام ہیں۔ غرض کہ عباد کا لفظ مخلوق کے لئے مستعمل ہے اور جگہ جگہ قرآن میں عباد کا لفظ مخلوق ہی کے معنی میں آیا ہے۔ محکوم کے معنی میں نہیں آیا اور ظاہر ہے کہ مخلوق کی ان مشرکوں نے عبادت تو کی ہے مگر محکومی اور اطاعت نہیں کی ہے اس لئے کہ نہ ملائکہ نے نہ جنوں نے نہ شمس و کواکب نے نہ مسیح نے نہ بتوں نے ان کو حکم دیا کہ ہماری عبادت کرو۔ یعنی یہ بغیر ان کے حکم کے ان کی عبادت کر رہے ہیں تو یہ مشرک ان کی عبادت تو کر رہے ہیں مگر ان کی اطاعت اور محکومی نہیں کر رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ عبادت اور چیز ہے، اطاعت اور محکومی اور چیز ہے تو یہ معبودان باطل معبود تو ہیں لیکن مطاع اور حاکم نہیں ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصنام اور جن وغیرہ معبود ہیں اور اصنام و جن وغیرہ مطاع نہیں ہیں۔ نتیجہ صاف برآمد ہوا کہ معبود مطاع نہیں

ہے اور جب معبود مطاع نہیں ہے تو عبادت اطاعت نہیں رہی اور جب عبادت اطاعت نہیں تو عباد مطیع۔ فرمانروا محکوم نہ ہوئے تو "کونو ا عباداً لی" کے یہ معنی کہ "میرے فرمانبردار مطیع محکوم ہو جاؤ" غلط ہوئے اور یہی ہم کو ثابت کرنا تھا۔

اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ نبی نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارا خالق ہوں تم میری مخلوق ہو میں تمہارا معبود ہوں تم میرے عابد ہو اور میری پوجا کرو اور میری پرستش کرو بلکہ وہ یہ کہے گا کہ رب پرست ہو جاؤ، ربانی ہو جاؤ میں کہتا ہوں کہ اطاعت کے معنی امتثال امر کے ہیں یعنی حکم کی تعمیل اور امر و حکم کے مطابق کام کرنا۔ تو اطاعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اطاعت کرانے والا امر کرنے والا ہو، اور ان معبودان باطل نے کوئی حکم نہیں دیا۔ کوئی امر نہیں کیا تاکہ ان کے حکم کی تعمیل ان کی اطاعت سمجھی جاتی۔ لہٰذا یہاں اطاعت قطعاً متحقق نہیں ہے اور عبادت قطعاً متحقق ہے تو معلوم ہو گیا کہ عبادت اطاعت نہیں ہے۔ عبادت حکم نہیں ہے تاکہ عباد اور عابدین، مطیع اور محکوم کہلاتے غور کرو۔

سوال: منکرین حدیث نے اپنے رسالہ "اطاعتِ رسول" میں کہا ہے کہ اطاعت صرف اللہ کی ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: یہ بالکل غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اطاعت صرف اللہ کی نہیں حتیٰ کہ ایمان بھی غیر اللہ یعنی انبیاء اور رسول اور ملائکہ پر لانا فرض ہے لیکن عبادت انبیاء و ملائکہ اور رُسل کی حرام ہے۔ عبادت صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے اور اطاعت اللہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ جس طرح ایمان اللہ کے لئے مخصوص نہیں ہے فرمایا۔ "امنو ا بی و برسولی" (واذا سمعوا المائدہ)
"مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ" "اطیعو الله و الرسول" (تلک الرسل۔ آل عمران)
"اللہ اور رسول کی اطاعت کرو"۔ اطاعت میں اشتراک اور ایمان میں اشتراک واجب ہے عبادت میں اشتراک حرام ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ایمان بھی عبادت سے الگ چیز ہے اور اطاعت بھی عبادت سے الگ چیز ہے۔

رسالہ "طلوع اسلام" جون 1957ء کے
باب المراسلات کے جوابات

سوال: طلوع اسلام بابت ماہ جون 1957ء میں چھپا ہے کہ ہر نبی صاحب کتاب تھا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: یہ بالکل غلط ہے ہر نبی صاحب کتاب نہ تھا۔ اگر ہر نبی صاحب کتاب ہوتا تو موسیٰؑ و ہارونؑ کو دو کتابیں ملتیں حالانکہ دونوں کو ایک ہی کتاب ملی تھی۔ اور وہ توریت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "و اتینھما الکتاب المستبین" (و مالی۔ الصفت)۔ "ہم نے ان دونوں کو (یعنی موسیٰؑ و ہارونؑ کو) روشن کتاب دی"۔ اس کے علاوہ فرمایا۔ "انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا"۔ (لایحب اللہ۔ المائدۃ) "ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور روشنی تھی"۔ اسی توریت سے متعدد انبیاء (جو اپنے رب کے مطیع تھے) یہودیوں کو حکم دیا کرتے تھے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ متعدد انبیاء ایک ہی کتاب کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے اور احکام نافذ کرتے تھے۔ اب اگر ہر نبی صاحب کتاب ہوتا تو یہ متعدد انبیاء یہود کو اپنی اپنی کتاب کے ذریعہ سے حکم دیتے۔ حالانکہ یہ انبیاء توریت کے مطابق حکم دیتے تھے۔ جو ان انبیاء پر قطعاً نازل ہی نہیں ہوئی تھی آپ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اس بحث کا مقصد کیا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ توریت کے علاوہ حضرت موسیٰ پر وحی ہوئی۔ انجیل کے علاوہ حضرت عیسیٰ پر وحی ہوئی قرآن مجید کے علاوہ حضور ﷺ پر وحی ہوئی۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامر کم ان تذ بحوا بقرۃ" (الم۔ البقرۃ) "اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو"۔ اس آیت سے لے کر "فقلنا اضربوہ ببعضھا" تک پانچ قول اللہ کے ہیں۔ اگر یہ اقوال الٰہی توریت میں مذکور ہوتے تو سوال و جواب کی نوبت نہ آتی توریت میں قوم دیکھ لیتی اور گھڑی گھڑی سوال جواب نہ کرتی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قال اللہ انی منز لھا علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبہ عذاباً لا اعذبہ احدا من العالمین" (واذا سمعو۔ المائدۃ)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں تم پر خوان نازل کروں گا پھر اس کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا اس کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ تمام عالم میں سے کسی کو اتنی سخت سزا نہیں دی ہو گی"۔

اب اگر انجیل میں یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہوتا تو حواری یہ نہ کہتے کہ کیا تیرا رب آسمان سے ہم پر خوان اتار سکتا ہے: "ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء" (واذا سمعو۔ المائدۃ) اور حضرت عیسیٰ یہ نہ فرماتے کہ اللہ سے ڈرو۔ "قال اتقو ا اللہ" (واذا سمعو۔ المائدۃ)۔ بالکل اسی طرح ہمارے حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوا اور اس کے علاوہ وحی نازل ہوئی۔ حضور ﷺ جب تک مکہ شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت تک کعبہ کی طرف سجدہ کرتے رہے۔ حالانکہ اس زمانے کے متعلق قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ کعبہ کی طرف سجدہ کرو۔ علیٰ ہٰذا قرآن کی تنزیلی ترتیب کی تبدیلی اور تعدد ازدواج بغیر وحی محال ہے تفصیلات گذشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہیں۔

سوال: جب یہ ثابت ہوگیا کہ ہر نبی صاحب کتاب نہیں ہے تو پھر اس آیت کی کیا توجیہ ہے۔" فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتاب" (سیقول۔البقرۃ)۔" اللہ نے انبیاء کو خوشخبری دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی"۔

جواب: پوری آیت یہ ہے کہ" كان الناس امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتاب " دنیا میں لوگوں کی ایک ہی جماعت تھی یعنی دو گروہ نہ تھے۔ پھر اللہ نے انبیاء ڈرانے اور خوشخبری دینے کو بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی۔ یہاں لفظ کتاب کا ہے کتابوں کا نہیں ہے" اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی" کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کتاب نازل کی۔ یعنی" معهم " کے معنی" مع كل واحد منهم " نہیں ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ" ولقد كرمنا بنى ادم وحملنا هم فى البر والبحر ورزقنا هم من الطيبات وفضلنا هم علىٰ كثير ممن خلقنا تفضيلا " (سبحان الذی۔بنی اسرائیل)۔" ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی وتری میں سواری دی اور ان کو پاکیزہ روزی دی اور ان کو اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی"۔

" ان کو خشکی اور تری میں سواری دی" کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو سواری دی۔ اسی طرح پاکیزہ روزی ان میں سے ہر ایک کو نہیں دی گئی۔ نیز ان میں سے ہر ایک کو اکثر مخلوق پر فضیلت نہیں دی گئی۔ کیونکہ ان میں سے کافر کے لئے فرمایا" اولئک هم شر البرية" (عم۔البینۃ)۔" یہ کافر بدترین خلائق ہیں" کسی مخلوق سے افضل نہیں ہیں بالکل اسی طرح" ان کے ساتھ کتاب نازل کی" کہ یہ معنی نہیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کتاب نازل کی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جتنے نبی ہوتے اتنی ہی کتابیں ہوتیں اور اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں کو ایک ہی کتاب ملی تھی۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان انبیاء میں سے کسی ایک جماعت یا فرد کے ساتھ کتاب نازل کی اور یہ طریقہ تکلم ہر زبان میں ہوتا ہے۔ مثلاً فوج کے ساتھ توپ خانہ بھیج دیا۔ برات کے ساتھ جہیز بھیج دیا۔ فلاں پارٹی کے ساتھ کھانا بھیج دیا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر فوجی ہر براتی یا ہر فرد کے ساتھ توپ خانہ یا جہیز یا کھانا بھیج دیا۔ بالکل اسی طرح انبیاء کے ساتھ کتاب بھیجنے کے یہی معنی ہیں کہ ان میں سے کسی ایک جماعت یا ایک فرد کے ساتھ کتاب بھیج دی اور اس معنی پر لفظ کتاب کا واحد لانا دلالت کر رہا ہے اگر کتاب کی جگہ کتب کا لفظ ہوتا تو ممکن تھا کہ ہر ہر واحد کے ساتھ کتاب ہوتی۔

سوال: منکر حدیث نے صفحہ 58 پر لکھا ہے کہ غلام احمد قادیانی نے اس خیال کو پھیلایا تھا کہ نبی بے کتاب کے بھی ہوتا ہے۔

جواب: مسلمانوں کا بالا جماع اور باتفاق یہ عقیدہ ہے کہ نبی صاحب کتاب بھی ہوتا ہے اور بے کتاب بھی۔ اسی عام عقیدے کے پیش نظر قادیانی نے دعویٰ کیا۔ اگر یہ عام عقیدہ نہ ہوتا تو دعویٰ کرتے ہی لوگ اس کی فوراً تکذیب کرتے اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ قادیانی نے اس خیال کی تعمیم نہیں کی۔ بلکہ اس سے قبل تمام مسلمانوں میں یہی عقیدہ تھا یعنی نبی بے کتاب کے بھی آیا کرتا تھا۔

سوال: صفحہ 58 پر کہا ہے جو وحی کتاب کے علاوہ تھی وہ وحی کتاب کی طرح کیوں نہیں محفوظ رکھی گئی۔

جواب: محفوظ رکھنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک 'لکھنا' دوسرے مشق کرانا چونکہ وحی غیر کتاب میں اعمال کی تفصیل تھی اس لئے ان کو لکھوایا نہیں بلکہ ان کی مشق کرادی۔ کیونکہ اعمال کا لکھنا اتنا مقصود نہیں ہے جتنا ان کا کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتا ہوا دیکھو۔ اسے صرف لکھ کر دے جاتے تو نماز کی مشق نہیں ہو سکتی تھی۔ ہر شخص کو روزے نماز اور اکثر ضروری اعمال کی مشق ہوگئی اس لئے وحی غیر کتاب عملاً محفوظ ہے۔ اور اللہ کا وعدہ سچا ہے جو اس نے کہا کہ" انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون". " ہم ہی نے نصیحت اور ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں" تو جس طرح سے قرآن تلاوتاً محفوظ ہے۔ اسی طرح سے وحی غیر کتاب یعنی حدیث عملاً محفوظ ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ صبح کے فرضوں سے قبل دو سنتیں ہیں۔ مغرب کے بعد دو ہیں۔ ظہر سے پہلے، پیچھے چھ سنتیں ہیں۔ عشاء کے بعد دو سنتیں اور تین وتر ہیں۔ مسواک سنت ہے۔ نکیرین کا سوال جواب حق ہے۔ وغیرہ وغیرہ غرض کہ وحی غیر کتاب کے مضامین عملی طور پر اب تک محفوظ ہیں قرآن کے حافظ تو ایک فیصدی بھی نہیں ملیں گے۔ لیکن حدیث کو عملاً محفوظ رکھنے والے حفاظ قرآن سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ وحی غیر کتاب کو نہ لکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وحی غیر کتاب انبیاء سابقین میں نہیں لکھی جاتی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے" واوحى الىٰ نوح انه لن يومن من قومك الا من قد امن" (ومامن دابۃ۔ھود)۔ نوح پر یہ وحی ہوئی کہ" اب تیری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا جو لانے تھے وہ لا چکے" یہ وحی غیر کتاب ہے کیونکہ کتاب اصلاح قوم کے لئے ہوتی ہے اور یہ وقت اصلاح کا نہیں مایوسی کا ہے۔ اب کوئی ایمان نہیں لا سکتا ایسی صورت میں ایمان اور نیک عمل کے لئے کتاب بھیجنا بے سود تھا لہٰذا یہ وحی غیر کتاب ہے اور اس آیت کے بعد اور بھی وحی ہوئی اور آخر میں کہا کہ" ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا" (ومامن دابۃ۔ھود)۔" اس

سے پہلے نہ تو جانتا تھا ان خبروں کو نہ تیری قوم جانتی تھی" اور نبی چونکہ سارے عالم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس وقت نبی اور سارا جہاں ان وحیوں سے بے خبر تھا اور اس سے قبل بھی سب لوگ بے خبر تھے۔ اگر یہ وحی لکھی ہوتی تو اس سے قبل کوئی نہ کوئی قوم باخبر ہوتی۔ اس سے پتہ چل گیا کہ متقدمین انبیاء کا دستور نہ تھا کہ وہ وحی غیر کتاب کو لکھواتے اس کے علاوہ ہم پوچھتے کہ قرآن کو نبی ﷺ نے کس وجہ سے لکھوایا؟ نبی ﷺ پر کیا وحی ہوئی تھی کہ قرآن کو لکھوا دو۔ یا انہوں نے اپنی رائے سے لکھوایا؟ بس یہی دو صورتیں ہیں کہ یا وحی سے لکھوایا یا اپنی رائے سے لکھوایا۔ قرآن میں کسی جگہ بھی یہ حکم نہیں ہے کہ قرآن کو لکھو جہاں ہے یہی ہے کہ پڑھو سنو۔ کہیں یہ نہیں ہے کہ لکھو۔ لہٰذا اگر وحی سے لکھوایا تو یہ وہی وحی ہے جو غیر قرآن ہے۔ قرآن کے لکھوانے کی وحی ہوئی قرآن کو لکھوایا۔ حدیث کے لکھنے کی وحی نہیں ہوئی۔ حدیث کو نہیں لکھوایا۔ اور اگر اپنی رائے اور مرضی سے قرآن کو لکھوایا تو بے شک اپنی رائے اور اپنی مرضی سے حدیث کو نہیں لکھوایا۔ دونوں جگہ رائے کارفرما ہے (اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں موجود ہے) نیز ممکن ہے کہ قرآن کو اس وجہ سے لکھوایا ہو کہ اس کے الفاظ کے ساتھ معجزہ متعلق تھا۔ اور چونکہ وہ دعویٰ دائم ہے لہٰذا دلیل اور معجزہ بھی دائم ہونا چاہئے حدیث کے الفاظ کے ساتھ معجزہ متعلق نہیں ہے اس وجہ سے اس کو نہیں لکھوایا۔

سوال: صفحہ 58 پر منکر حدیث نے کہا کہ "ما ینطق عن الھویٰ" کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کچھ نبی اکرم ﷺ بولتے تھے وہ سب وحی ہوتا تھا بلکہ حضور ﷺ کا کچھ بولنا وحی تھا اور کچھ بولنا وحی نہیں تھا۔ منکرِ حدیث نے اس آیت سے ثابت کیا ہے" قل ان ضللت فانما اضل علےٰ نفسی و ان اھتدیت فبما یوحی الی ربی" (ومن مقنت۔ سبا)۔ "ان سے کہہ دو کہ میں اگر غلطی کرتا ہوں تو یہ غلطی میری اپنی وجہ سے ہوتی ہے (یا اس کا وبال میرے اوپر پڑتا ہے) اور اگر میں سیدھے راستے پر ہوتا ہوں تو یہ اس وحی کی بناء پر ہوتا ہے جو میرا رب میری طرف بھیجتا ہے"۔ سوال یہ ہے کہ یہ کہنا کہ نبی کا کچھ نطق وحی ہے اور کچھ وحی نہیں ہے اور اس پر اس آیت سے استدلال صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ اور یہ ترجمہ بھی غلط ہے ترجمہ صحیح یہ ہے۔ "ان سے کہہ دو کہ اگر میں غلطی کروں اور گمراہ رہوں تو اس غلطی کرنے اور گمراہ ہونے کی صورت میں اس غلطی اور گمراہی کا ضرر میری ہی جان پر پڑے گا"۔ غلطی کرنے اور گمراہ ہونے کی تقدیر پر یہ کہلوایا جا رہا ہے۔ حضور واقعی غلطی تو نہیں کرتے تھے اور گمراہ نہیں ہوتے تھے "تقدیر" کے معنی یہ ہیں کہ فرض کرو میں گمراہ ہو جاؤں تو اس صورت میں میری گمراہی کا ضرر میری ہی جان پر پڑے گا یہاں "ان" کا لفظ ہے جو تقدیر اور فرض کے لئے ہے۔ تحقیق نہیں ہے۔ یعنی گمراہی مفروض اور فرضی اور تقدیری ہے نہ کہ تحقیقی جیسے "فان کنت فی شک" "اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تو شک میں واقعی ہے۔ بالکل اسی طرح "ان ضللت" کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں واقعتاً گمراہی میں ہوں بلکہ معنی یہ ہیں کہ بفرضِ محال اگر میں گمراہی میں رہوں تو اس تقدیر پر میری گمراہی کا وبال میری جان پر پڑے گا۔ لہٰذا اس آیت کا یہ مطلب لینا کہ نبی ﷺ کے عمل کا کوئی حصہ گمراہی کا بھی تھا کفر صریح ہے اور اس کی مثال سورہ مومن میں ہے۔ "ان یک کاذباً فعلیہ کذبہ" "اگر موسیٰ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا"۔ "وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم" اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا اس نے وعدہ کیا ہے وہ کچھ نہ کچھ تم کو پہنچ رہے گا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ کچھ جھوٹا ہے اور کچھ سچا ہے بالکل اسی طرح "ان ضللت فانما اضل علےٰ نفسی وان ھتدیت فبما یوحی الیٰ ربی" ہے جس طرح وہاں تقسیم صدق و کذب میں نہیں ہے اسی طرح یہاں ہدایت و ضلالت میں تقسیم نہیں ہے تو یہ ترجمہ کرنا کہ اگر میں غلطی کرتا ہوں تو یہ غلطی میری اپنی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے اور اس سے یہ معنی نکالنے کہ نبی غلطی کرتا ہے تو اپنی طرف سے کرتا ہے اور سیدھے رستہ پر چلتا ہے تو وحی سے چلتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے، کفر ہے، جہالت ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے جو کچھ میں کہتا ہوں اگر یہ میری اپنی طرف سے ہے تو اس کا وبال مجھ پر ہے اور اگر یہ میری اپنی طرف سے نہیں ہے (اور قطعاً میری اپنی طرف سے نہیں) تو پھر قطعاً یہ میرے ربّ کی وحی سے ہے۔

یہ ہے مطلب اس آیت کا نہ یہ کہ کچھ میری اپنی طرف سے ہے اور کچھ وحی سے ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں۔ بولو کیا کہتے ہو تمہارے کہنے کے مطابق نبی اپنی وجہ سے غلطی کرتا ہے۔ آیا تمہارے نزدیک نبی نے غلطی اپنی طرف سے اپنی وجہ سے کی یا نہیں اگر کی تو قطعی اس آیت کی رُو سے نبی پر اس غلطی کا وبال ہے اور ایسا کہنا قطعی کفر ہے۔ اور اگر نبی نے اپنی وجہ سے غلطی نہیں کی تو سارا کا سارا معاملہ تمام اقوال و افعال نبی کے بالوحی ہیں اور یہی ہم کو ثابت کرنا ہے۔ اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ سورۃ النجم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ " ما ضل صاحبکم وما غوی" "تمہارا سردار نہ گمراہ ہے نہ کج راہ ہے"۔ اب اس آیت یعنی "ان ضللت فانما اضل" کے کیا معنی ہوئے جبکہ صاف طور پر قرآن نے کہہ دیا کہ تمہارا سردار ضال نہیں ہے پھر نبی اپنی وجہ سے یا اپنی طرف سے کون سی ضلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اگر نبی ضلالت کرے گا تو تمام نظامِ شریعت باطل ہو جائے گا اور مسلمان کے منہ سے نعوذ باللہ یہ کلمہ کیونکر نکل سکتا ہے کہ نبی ضلالت کرتا ہے نبی کے متعلق فرمایا۔ "علےٰ

صراط مستقیم" سیدھے رستے پر ہے۔

بس مطلب یہ ہے جو کچھ بھی میں کہتا ہوں اگر یہ میری اپنی طرف سے ہے تو قطعاً اس کا وبال میری جان پر ہے یعنی وبال تعلق ہے میری اپنی طرف سے کہنے پر۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر زید پتھر ہوگا تو وہ بے جان ہوگا اور زید کا پتھر ہونا محال ہے اس شرط محال پر جزا مرتب ہے۔ اسی طرح یہ بات ہے کہ اگر میں غلطی کرتا ہوں یعنی میرا غلطی کرنا محال ہے کیونکہ یہ محال وبال جان ہے اور میرے اوپر کوئی وبال نہیں ہے لہٰذا میرا غلطی کرنا محال ہے۔ ایسی غلطی وہ لوگ کیا کرتے ہیں جو ابتدائی قوانین علم سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔ لہٰذا آیت شریف کے یہ معنی ہوئے جو کچھ بھی میں کہتا ہوں اگر یہ میری اپنی طرف سے ہے اور میں نے غلط طریقے پر اس کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے تو بے شک اس کا وبال میری جان پر ہے اور اگر جو کچھ میں کہتا ہوں میری اپنی طرف سے نہیں ہے تو یہ قطعاً اللہ کی وحی سے ہے۔ غور کرو۔

سوال: (صفحہ 59) اسی مقام پر منکرِ حدیث نے کہا ہے کہ اس حقیقت کی تشریح میں قرآن میں کئی واقعات ایسے مذکور ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور سے کہا ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کہا۔ مثلاً سورۂ توبہ میں ہے "عفا اللہ عنک" اللہ تجھے معاف کرے۔ تو نے انہیں کیوں اجازت دی۔

اب سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کی جب ہر بات وحی سے تھی تو پھر یہ تادیب کیسی؟ یعنی پہلے خود ہی وحی کی اور پھر پوچھا ایسا کیوں کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو ہر وقت حق ہے جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تثلیث کی تبلیغ نہیں کی اور پھر ان سے پوچھا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو بھی اللہ کے علاوہ معبود قرار دو۔ اللہ کو خوب معلوم تھا کہ انہوں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی پھر بھی اللہ نے ان سے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا "انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم" (ومن یقنت۔ یٰس) "بے شک تو رسولوں میں سے ہے۔ سیدھے راستے پر ہے"۔ اللہ نے اعلان کیا "ما ضل صاحبکم وما غویٰ" "تمہارا صاحب نہ گمراہ ہے نہ کج راہ ہے۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہو گیا کہ نبی نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" (حم۔ الفتح) "تاکہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے"۔ اللہ کو حق ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ اس نے تیرے گناہ معاف کر دیئے حالانکہ اللہ نے خود اوپر کی آیتوں میں نبی کی بے گناہی بیان کر دی۔ اللہ نے فرمایا "واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ" (قال الملا۔ الانفال) "سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے"۔ یعنی اس کے دل تک ایمان کو آنے نہیں دیتا۔ اور پھر خود کہتا ہے۔ "این تذھبون" "کہاں چلے جاتے ہو" "کیف تکفرون" "کیوں کفر کر رہے ہو"۔ خود ہی ان کے دل تک ایمان کو پہنچنے نہیں دیتا اور خود ہی کہتا ہے۔ "ماذا علیھم لو امنوا" "ان کا کیا جاتا جو ایمان لے آتے" خود کہتا ہے "ان اللہ یضل من یشاء" "اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے" اور پھر کہتا ہے "انی یصرفون"۔ "فانیٰ توفکون" "کہاں پھرے جاتے ہو۔ کہاں بہکے جاتے ہو"۔ خود کہتا ہے "ختم اللہ علی قلوبھم"۔ "ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے"۔ اور پھر خود کہتا ہے "فما لھم لا یومنون" "ان کو کیا ہو گیا جو ایمان نہیں لاتے"۔ خود کہتا ہے "وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا" "ہم نے ان کے آگے اور پیچھے روک لگا دی ہے"۔ اور پھر خود کہتا ہے "ما منع الناس ان یومنوا"۔ "لوگوں کو ایمان لانے سے کس نے روکا"۔ خود کہا "انا قد فتنا قومک من بعدک"۔ "ہم نے تیرے بعد میں تیری قوم کو یعنی موسیٰ کی قوم کو بچلا دیا"۔ خود کہتا ہے "ثم اتخذتم العجل"۔ "تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا" خود کہا "فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک" "بخدا وہ مسلمان ہی نہیں شمار کئے جائیں گے جب تک وہ تم کو حکم نہ بنائیں گے"، یہاں نبی کو حکم بنا دیا۔ خود کہتا ہے "لم اذنت لھم"، "تو نے کیوں اجازت دے دی"۔

براہینِ قاہرہ عقلیہ سے ثابت ہو گیا کہ بندہ کے ہر فعل کا خالق خدا ہی ہے اور نص سے بھی "واللہ خلقکم وما تعملون" "اللہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق ہے" اس کے باوجود بندے کو برا کہہ رہا ہے کہ تم نے یہ کیوں کیا۔ غرض کہ بے شمار آیات موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندہ کے ہر عمل کا خالق خدا ہی ہے اور بے شمار آیات ایسی ہیں جن میں بندہ سے کہتا ہے تو نے یہ کیوں کیا۔ اب اور دیکھئے فرماتا ہے: "سنفرغ لکم ایھا الثقلان" "اے جن و انس ہم تم سے سلٹنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں"۔ اس آیت میں انتہائی ڈانٹ ہے آگے کہتا ہے "فبای الاء ربکما تکذبٰن" "تم دونوں اپنے رب کی کون کون سے نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔ پھر فرمایا "یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصران" "تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہوگا"۔ "فبای الاء ربکما تکذبٰن" "تم دونوں اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے" "یطوفون بینھا وبین حمیم ان" "مجرمین جہنم اور گرم پانی کے درمیان پھرتے پھریں گے۔ پھر کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نعمتیں نہیں ہیں، بلکہ یہ عذاب ہیں۔ لیکن ان کو نعمتوں کی فہرست میں بیان کر رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ کو حق ہے کہ جو چاہے سو کہے اور جو چاہے سو کرے۔ اس کے فعل سے سوال نہیں کیا جا سکتا۔ ''لا یسئل عما یفعل'' اب ذرا غور کرو کہ جن لوگوں کو اجازت دی تھی اگر وہ اس اذن نبی و اجازت نبی پر عمل نہ کرتے تو یہ سب مجرم ہو جاتے۔ اب اگر عمل کر لیا تو نبی کی اطاعت ہوگئی اور نبی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ'' تو گویا نبی نے ان کو اجازت دے کر اللہ کی اطاعت کرائی۔ اب خود ہی اپنی اطاعت پر وہ کہہ رہا ہے کہ تو نے کیوں میری اطاعت کرائی۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ جو چاہے سو کرے اور جو چاہے کہے۔ کل کلاں اس کو حق ہے۔ اب یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب گمراہی کرانے کی اور اضلال کی نسبت اللہ اور رسول کی طرف ہو تو اضلال کی نسبت اللہ کی طرف کرنے یا ماننے سے ایمان میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ البتہ رسول کی طرف ایسی نسبت کرنی کفر ہوگی۔

کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اضلال کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور نبی کی طرف کسی جگہ بھی اضلال کی نسبت نہیں کی۔ بلکہ ہدایت کی نسبت کی ہے۔ ''انک لتھدی الیٰ صراط مستقیم''۔ ''بے شک تو سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے''۔ ''انک لمن المرسلین علےٰ صراط مستقیم'' (ومن یقنت۔ یٰس)۔ ''بے شک تو رسولوں میں سے ہے۔ سیدھے رستے پر ہے''۔ خود سیدھے راستے پر ہے۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے دکھاتا ہے تو اضلال کی نسبت اللہ کی طرف غلط نہیں ہے اور نبی کی طرف غلط ہے۔ کفر ہے۔

سوال: امسک علیک زوجک اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے۔ اگر یہ وحی تھی تو پھر زید نے کیوں اس پر عمل کیا؟

جواب: یہ وحی تھی۔ لیکن صیغہ امر جس طرح وجوب کے لئے آتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے معنی کے لئے آتا ہے یہاں وجوب کے لئے نہیں ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ''واذا حللتم فاصطادوا'' ''جب تم احرام سے باہر ہو جاؤ تو شکار کرو'' یہ صیغہ امر ہے مگر وجوب شکار کے لئے نہیں ہے ''ومن شآء فلیکفر'' یہ صیغہ امر ہے۔ وجوب کے لئے نہیں ہے۔ یعنی جو چاہے کفر کرے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کفر واجب ہے۔ بلکہ تہدید ہے ''اعملوا ما شئتم'' ''جو چاہو کرو''۔ یہ سب امر کے صیغے ہیں مگر وجوب کے لئے نہیں ہیں۔ اسی طرح ''امسک علیک زوجک'' کا صیغہ امر وجوبی نہیں ہے جو اس پر عمل نہ کرنے سے مخالفت رسول لازم آئے۔

سوال: منکرین حدیث نے اسی صفحہ 59 پر کہا ہے ''ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی'' کے کیا معنی ہیں؟

جواب: اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا صاحب اپنی خواہش سے نہیں بولتا جو کچھ بولتا ہے یعنی اس کا بولنا صرف وحی ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ قرآن اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ کیونکہ ''ان ھو الا وحی'' میں ''ھو'' کی ضمیر کا مرجع اوپر لفظاً مذکور نہیں ہے۔ کیونکہ اوپر صرف تین لفظ ہیں۔ نجم، صاحب اور ہویٰ، اور یہ تینوں وحی نہیں ہیں لہذا ھو کا مرجع معناً ''ینطق'' میں نطق ہے۔ لہذا آیت ''ان ھو الا وحی'' کے معنی ہوئے کہ تمہارے صاحب کا نطق صرف وحی ہی ہے نہیں ہے تمہارے صاحب کا نطق مگر وحی۔ یہاں نطق نبی کو وحی کہا ہے اور قرآن نطق نبی نہیں ہے۔ اور جو کوئی قرآن کو نطق نبی کہے وہ کافر ہے کیونکہ قرآن تو نطق باری تعالیٰ ہے اور اس آیت میں وحی نطق نبی کے لئے ثابت ہے۔ لہذا نطق نبی وحی ہے نبی کے تمام اقوال وحی ہیں۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں ذرا آگے چل کر فرمایا: ''فاوحی الی عبدہ ما اوحی'' ''اس نے اپنے بندے کو وحی کی جو وحی کرنی تھی''۔ آج تک یہ پتہ نہیں چل سکا کہ جو وحی اپنے بندے کو کی تھی یعنی ''ما اوحی'' یہ قرآن کی کون سی آیت ہے۔ اب اگر وحی صرف قرآن ہی ہوگا تو بتاؤ کہ یہ ''ما اوحی'' یہ آیت حکایت ہے اس وحی سے جس کو ''ما اوحی'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ بولو کیا کہتے ہو۔ یہ وحی قرآن میں ہے تو بتاؤ کہ کون سی آیت ہے۔ یا کون سی آیتیں ہیں۔ آج تک کوئی مفسر کوئی عالم یہ نہیں بتا سکا اور نہ بتا سکتا ہے کہ یہ وحی فلاں آیت یا آیتیں ہیں۔ کیونکہ قرآن معین ہے اور یہ وحی مبہم ہے۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ وحی قرآن سے باہر ہے اور یہی وحی غیر قرآن ہے ہم پوچھتے ہیں نبی کا قول وحی ہے یا نہیں۔ اگر کہو کہ وحی ہے تو بے شک حق ہے یہی ہماری مراد ہے اگر کہو کہ نہیں ہے تو بولو کیا کہتے ہو جس وقت نبی نے کہا کہ یہ کتاب یا یہ آیات یا یہ سورت مجھ پر نازل ہوئی ہے آیا یہ قول نبی کا ماننے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر کہو ماننے کے قابل ہے تو ٹھیک ہے بس یہی معنی نبی کے قول نبی کی حدیث کے حجت ہونے کے ہیں۔ لہذا حدیث نبی حجت ہوگئی اگر کہو کہ یہ قول ماننے کے قابل نہیں ہے تو حدیث کے ساتھ قرآن بھی ہو گیا۔ نہ حدیث رہی نہ قرآن رہا نہ دین نہ اسلام، کافر ہونے کے ساتھ ساتھ مجنوں بھی ہو گئے۔ خدا کے قہر سے ڈرو، کیوں دین کو تباہ کر رہے ہو۔

سوال نمبر 3: منکرین حدیث نے صفحہ 60 پر کہا ہے ''واذ اسر النبی الیٰ بعض ازواجہ حدیثاً فلما نبات بہ واظھرہ اللہ علیہ

عرف بعضه اعرض عن بعض فلما نباها به قالت من انباک هذا قال نبانی العلیم الخبیر" ۔"اور جب نبی ﷺ نے چپکے سے اپنی کسی بیوی سے ایک حدیث بیان کی، پھر اس بیوی نے اس کو کسی اور سے کہہ دیا اور اللہ نے آپ ﷺ کو اس سے آگاہ کر دیا"۔ آپ ﷺ نے کچھ بات اس بیوی سے کہی اور کچھ سے اعراض کیا۔ پھر جب نبی ﷺ نے بیوی کو اس بات پر آگاہ کیا تو بیوی بولی آپ کو اس کی کس نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا مجھے علیم وخبیر نے خبر دی۔ اس آیت کے دونوں ٹکڑے "واظهره الله عليه اور نبأنی العلیم الخبیر" اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ قرآن شریف سے علاوہ بھی نبی ﷺ پر وحی ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ منکر حدیث نے کہا ہے کہ " اظهره الله عليه" یعنی اللہ نے نبی پر اس کو ظاہر کر دیا اور "نبانی العلیم الخبیر" "علیم وخبیر نے مجھے آگاہ کر دیا"۔ ان دونوں ٹکڑوں میں یعنی اللہ کے ظاہر کرنے اور علیم وخبیر کے آگاہ کرنے میں اس بات پر دلالت نہیں ہے کہ یہ اظہار اور آگاہی وحی کے ذریعہ ہو بلکہ یہ اظہار اور آگاہی ایسی ہے کہ جیسے اللہ نے تم کو کتوں کے سدھارنے کی تعلیم دی ہے اور جس طرح تم کو کتوں کو سدھارنے کی تعلیم دینا وحی نہیں ہے اسی طرح نبی پر اس واقعہ کا اظہار اور ابناء وحی نہیں ہے اور جس طرح اللہ نے فرمایا "علم الانسان ما لم يعلم" "انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا" اور جس طرح یہ انسان کی تعلیم وحی نہیں ہے اسی طرح نبی پر اللہ کا اس واقعہ کو ظاہر کرنا اور علیم وخبیر کا نبی کو آگاہ کرنا بھی وحی نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب: بالکل غلط ہے۔

انسان کو دو چیزیں دی گئی ہیں ایک تو علم کی فعلیت اور ایک علم کی قابلیت۔ فعلیت کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت انسان اپنے حواس کو محسوسات کی طرف متوجہ کرے تو فوراً اس کو ان محسوسات کا شعور، ادراک، احساس، علم ہو جائے اس کو بدیہی علم کہتے ہیں، دوسری چیز قابلیت ہے استعداد ہے، صلاحیت ہے، یہ چیز صرف حواس کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتی یعنی جس علم کی قابلیت دی ہے وہ صرف حواس کی توجہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے حاصل کرنے کے لئے جدوجہد، کوشش، اکتساب، غور وفکر کرنا پڑتا ہے۔ اس علم کو نظری علم کہتے ہیں۔ ہر انسان کی فطرت میں نظری علم کی قابلیت اور بدیہی علم کی فعلیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور انبیاء کو جو علوم دیے جاتے ہیں وہ ان دونوں علموں سے ممتاز ہوتے ہیں انہی کو وحی کہا جاتا ہے اس لئے نبی من حیث النبی کا علم عام انسانوں جیسا نہیں ہوتا۔ نبی کا علم خدا کا کلام خدا کی خبر، خدا کا قول سننا ہوتا ہے اور خدا کا بشر سے کلام کرنا ہی وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحي باذنه ما يشاء" "اللہ تعالیٰ بشر سے جب کلام کرتا ہے تو صرف ان تین طریقوں سے۔ وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اپنا ایک پیغامبر بھیجتا ہے۔ وہ اللہ کی اجازت سے اللہ کی منشاء کے مطابق وحی کر دیتا ہے اور یہ تینوں طریقے وحی ہیں۔ پہلی وحی یعنی وحیا ظاہر وحی ہے اور من وراء حجاب جیسے حضرت موسیٰ سے پس پردہ کلام کیا تھا یہ بھی وحی ہے "فاستمع لما يوحى" "اے موسیٰ جو وحی ہو رہی ہے اس کو سن"۔ تیسرے طریقہ میں بھی یوحی کا لفظ موجود ہے۔ الغرض نبی کا علم اللہ کا کلام کرنا ہے اور اللہ کا نبی سے کلام کرنا یہ وحی ہے۔ لہٰذا نبی کا علم وحی ہے لہٰذا جب بھی اللہ نبی کو کوئی بات بتائے گا وہ وحی ہوگی۔ اور وہ وحی کے ذریعہ ہوگی۔ بدیہی اور نظری علوم کے ذریعہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان دونوں کے ذریعہ تو عام انسانوں کو تعلیم کر دی ہے اور اگر نبی کو بھی ان ہی دونوں ذریعوں سے تعلیم کرتا تو عام انسانوں سے نبی فائق نہ ہوتا تیز نبی اور غیر نبی کا فرق اس طرح بتایا "قل انما انا بشر مثلكم يوحىٰ الى" "میں تمہارے جیسا آدمی ہوں فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر وحی ہوتی ہے تو وحی عام انسانوں کے علوم بدیہیہ اور نظریہ سے ممتاز چیز ہوگی لہٰذا جب بھی اللہ نبی کو خبر دے گا وہ وحی ہوگی۔ جب بھی اللہ نبی پر کوئی شے ظاہر کرے گا وہ وحی ہوگی۔ جب بھی اللہ نبی کو آگاہ کرے گا وہ وحی ہوگی۔ ورنہ عام انسانوں سے نبی ممتاز نہیں ہوگا اور پھر نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اس کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا" (وما من دابة۔ھود)۔ "یہ غیب کی خبریں ہیں جن سے ہم نے وحی کے ذریعے تجھے آگاہ کیا اس سے پہلے نہ تو جانتا تھا اور نہ تیری قوم جانتی تھی"۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ غیب کی خبریں بغیر وحی کے نہیں معلوم ہوسکتیں اور یہ جو بیوی نے افشاء راز کیا اور نبی نے فوراً ہی بیوی کو آگاہ کیا۔ یہ نبی کا آگاہ کرنا غیب کی خبر ہے اور غیب کی خبر بغیر وحی کے نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اللہ نے جو ظاہر کیا نبی پر اور علیم وخبیر نے جو آگاہی نبی کو دی یہ وحی تھی۔ دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کا اپنی بیوی کو آگاہ کرنا غیب کی خبر ہے اور غیب کی خبر دینی وحی ہے۔ لہٰذا نبی کا اپنی بیوی کو آگاہ کرنا وحی ہے۔ دیکھو نبی نے اپنی بیوی سے ایک بات کہی، پھر جب اس بیوی نے وہ بات دوسری سے کہہ دی یہ شرط ہے اور اس کی جزا ہے۔ "عرف بعضه" یعنی کچھ حصہ بات کا نبی نے بیوی کو جتلایا اور اس شرط وجزا کے بیچ میں "واظهره الله" آ گیا ہے۔ یعنی اللہ نے نبی پر ظاہر کر دیا یعنی ادھر بیوی نے افشاء راز کیا ادھر نبی نے باظہار الٰہی بیوی کو جتلایا یعنی بیوی کے افشاء راز کرتے ہی نبی

نے بیوی کو جتلایا۔اب اللہ کہتا ہے "فلما نبأها به" جونہی نبی نے بیوی کو آگاہ کیا بیوی کو سخت تعجب ہوا کہ ابھی راز فاش کئے کچھ دیر نہیں گذری ان کو کیسے معلوم ہو گیا اور کہا کہ آپ کو کس نے بتایا۔آپ ﷺ نے فرمایا علیم و خبیر نے۔اس آیت کے اگلے پچھلے ٹکڑے کو ملاتے ہی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ادھر افشاء راز ہوا اور ادھر با ظہار الٰہی نبی نے بیوی کو جتلایا۔لہٰذا بیوی کے افشاء راز کی خبر بیوی کو دینی غیب کی خبر ہے اور غیب کی خبر بغیر وحی کے ناممکن ہے لہٰذا اظہار الٰہی وحی ہے۔

سوال: (نمبر ۳ کا دوسرا جز و ص ۶۱) کیا علیم و خبیر غیر اللہ ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ منکر حدیث نے کہا ہے۔

جواب: ہرگز نہیں۔اس لئے کہ واقعہ ایک ہی ہے۔ایک ہی واقعہ کے لئے "اظہر" آ گیا اور اسی واقعہ کے لئے "نباء" آیا،تو آگاہ کرنے والا اور ظاہر کرنے والا ایک ہوا اور ظاہر کرنے والا اللہ ہے۔تو آگاہ کرنے والا بھی اللہ ہی ہوا۔اور آیت میں آگاہ کرنے والا علیم و خبیر ہے تو معلوم ہو گیا کہ علیم و خبیر اللہ ہی ہے۔

سوال: منکرین حدیث نے جواپنے رسالہ طلوع اسلام بابت جون 1957ء ص 62 کے شروع میں کہا ہے کہ یاد رکھیے حضرات انبیاء کرام کی طرف جو وحی آتی تھی اس کا تعلق انسانوں کی ہدایت سے ہوتا تھا۔سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟

جواب: غلط ہے۔دیکھو۔"و اوحی الیٰ نوح انه لن یومن من قومک الا من قد امن" (وما من دابۃ۔ھود) نوح کی طرف یہ وحی ہوئی کہ تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔بجز ان کے جو ایمان لا چکے۔اب دیکھو یہ وحی ہے اور کوئی تعلق اس وحی کو ہدایت سے نہیں ہے۔کیونکہ اس وحی کے وقت تو ہدایت سے مایوسی ہو چکی۔لہٰذا یہ کہنا کہ وحی ہدایت کے لئے ہوتی ہے یہ غلط ہے بلکہ وحی کبھی ہدایت سے مایوسی کے لئے بھی ہوتی ہے اور ذرا آگے بڑھو" و اصنع الفلک باعیننا و وحینا " "ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا"۔یہ وحی لوگوں کی ہدایت کے لئے نہیں تھی بلکہ کشتی بنانے کے لئے تھی۔اور اس وحی کو کتاب کہنا بھی جہالت ہے۔

سوال: منکر حدیث نے ص ۶۲ پر کہا ہے چونکہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی غیر قرآن سے بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا۔

اس کا تحقیقاتی جواب منکر حدیث نے دیا ہے کہ بیت المقدس کو اس آیت کی رو سے قبلہ بنایا گیا ہے" اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ" "ان حضرات انبیاء کو اللہ نے ہدایت کی ہے۔اے نبی ان کی ہدایت کی اقتدا کر اور چونکہ بیت المقدس ان حضرات کا قبلہ رہا ہے اس لئے آپ نے بحکم اس آیت کے اس کو قبلہ بنایا تھا سوال یہ ہے کہ یہ جواب صحیح ہے یا غلط ہے۔

جواب: یہ جواب بالکل غلط ہے کیونکہ یہ آیت اور سورۃ مکی ہے۔اگر یہ آیت بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا سبب ہوتی تو نبی ﷺ مکہ ہی میں نماز کے وقت بیت المقدس کی طرف رخ کرتے لیکن جب تک حضور ﷺ مکہ میں رہے کعبہ ہی کو قبلہ بنایا دیکھو" ا ر ء یت الذی ینھیٰ عبدًا اذا صلی" "کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جو بندہ کو یعنی تجھ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔یعنی ابو جہل حضور ﷺ کو جب وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے روکتا تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ مکہ میں آنحضرت کعبہ کی طرف رخ کیا کرتے تھے اور آیت" اولئک الذین ھدی اللہ" مکی ہے اگر یہ آیت قبلہ بنانے کی موجب ہوتی تو مکہ ہی میں بیت المقدس قبلہ بن جاتا لہٰذا ظاہر ہو گیا کہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے کے لئے مدینہ جا کر کوئی اور وحی ہوئی جس کی رو سے بیت المقدس قبلہ بنایا گیا اور وہ وحی قرآن میں قطعاً مذکور نہیں ہے۔یہاں ایک اور بات سمجھو کہ نبی ﷺ کافی مدت مکہ میں مقیم رہے اور شروع ہی سے کعبہ کو قبلہ بنایا۔بتاؤ کہ کعبہ کو قبلہ شروع میں کس وحی سے بنایا تھا۔قرآن سے یا وحی غیر قرآن سے۔قرآن میں تو شروع میں قبلہ بنانے کا کوئی حکم ہے نہیں۔لہٰذا وحی غیر قرآن سے بنایا تھا۔یاد رکھو شروع میں وحی غیر قرآن سے قبلہ بنا پھر وحی غیر قرآن سے بیت المقدس بنا۔پھر تیسری مرتبہ قرآن سے کعبہ قبلہ بنا لہٰذا منکر حدیث کا جواب بالکل غلط اور غیر تحقیقی ہے۔اس کے علاوہ اس بات کو غور سے سمجھ لو کہ آیت "اولئک الذین ھدی اللہ" میں جو نبی کریم ﷺ کو انبیاء کی ہدایت کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے،وہ شرائع میں نہیں ہے۔کیونکہ نبی کریم تو تمام شرائع کے ناسخ ہیں۔اقتدا ایمانیات اور اخلاقیات میں ہے۔

سوال نمبر ۵: منکرین حدیث نے صفحہ 62 پر کہا ہے سورۂ حشر میں ہے کہ تم نے جو درخت کاٹ دیئے وہ باذن تعالیٰ کاٹے اور قرآن میں یہ اذن نہیں ہے۔قرآن سے علیحدہ یہ اذن ہوا تھا اور یہی وحی غیر قرآن ہے اس کا جواب منکرین حدیث نے یہ دیا کہ اذن خداوندی قرآن میں موجود ہے اور وہ یہ ہے"اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا" "جن لوگوں پر ظلم کیا گیا ہے انہیں جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ جواب صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب: یہ جواب بالکل غلط ہے کیونکہ آیت سے صرف لڑائی کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔کھیتی اور ہرے بھرے باغوں کے کاٹنے کی

اجازت ثابت نہیں ہوتی اور اگر درختوں کے کاٹنے کی بھی اجازت اس آیت سے ثابت ہوتی تو تمام درخت کاٹ دیئے جاتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا کچھ کاٹے گئے کچھ چھوڑے گئے۔ نیز کھیتی کے برباد کرنے کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے۔ "و یھلک الحرث" کھیتی کو وہ ہلاک کرتا ہے۔ یہ کھیتی کے برباد کرنے کی مذمت ہے۔ اب اگر درخت برباد کیے جائیں گے تو جدید وحی سے ہی کئے جائیں گے لڑائی کی اجازت درختوں کے کاٹنے کی اجازت ہرگز نہیں بن سکتی۔

سوال (نمبر ۳ کا تیسرا جزو ص ۶۱) منکرین حدیث نے بالآخر اسی رسالہ میں اس بات کو تسلیم کرلیا کہ حضور ﷺ پر قرآن کے علاوہ ایسی وحی ہوتی تھی جس کا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے ہوتا تھا۔ ہدایت سے نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ وحی ایسی ہوتی تھی جیسے نحل (شہد کی مکھی) کی طرف ہوتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضور ﷺ پر وحی قرآن کے علاوہ جو ہوتی تھی وہ مثل شہد کی مکھی کے ہوتی تھی۔

جواب: یہ بات غلط ہے کہ حضور ﷺ پر مثل شہد کی مکھی کے وحی ہوتی تھی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء" اللہ بشر سے صرف ان تین ہی طریقوں سے کلام کرتا ہے۔ (۱) وحی سے "وحی سے" کے یہ معنی ہیں کہ نبی کے دل میں معنی ڈال دیتا ہے اور نبی اپنے الفاظ میں ان معنیٰ کو ادا کردیتا ہے۔ (۲) وحی پس پردہ سے۔ یہ اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ نبی کو سنائی دیتے ہیں اور اللہ دکھائی نہیں دیتا۔ (۳) یرسل رسولا سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آتا ہے اور وہ نبی کے سامنے پڑھتا ہے۔ اس کے پڑھنے کے بعد پھر نبی پر وحی ہوتی ہے۔ جو "الا وحیا" میں وحی ہے۔ اس وحی کے ذریعہ اس فرشتہ کی وحی کی تفسیر اور تشریح کی جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے "فاذا قرانا ہ فاتبع قرانہ" جب ہم اس کی قراءت کریں تو اس کی اتباع کر یعنی سنتا رہ۔ "ثم ان علینا بیانہ" پھر ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا اور واضح کرنا۔ یہ بیان قرآن منجانب اللہ ہے اور یہ بیانِ قرآن، قرآن نہیں ہے کیونکہ اگر یہ بیانِ قرآن، قرآن ہوگا تو پھر اس قرآن کے لئے بیان ہوگا اور اسی طرح سلسلہ لامتناہی جائے گا اور تسلسل محال ہے۔ لہٰذا یہ بیانِ غیر قرآن ہے۔ جس کو اللہ فرماتا ہے کہ ہمارے ذمہ ہے یعنی ہم بعد میں وحی غیر قرآن سے قرآن کو بیان کردیں گے اور سمجھا دیں گے۔ گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیل لکھی جاچکی ہے۔ لہٰذا انبیاء کو صرف انہی تین طریقوں سے وحی ہوتی ہے۔ شہد کی مکھی کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ شہد کی مکھی کی فطرت ایسی کردی ہے جس طرح وہ تمام امور کو انجام دیتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کو باشعور طور پر وحی ہوتی ہو اور وہ اپنے شعور سے ان چیزوں کو انجام دے کیونکہ وہ ایسی ایسی عجیب وغریب اور محکم اشکال ہندسیہ بناتی ہے کہ بڑے سے بڑا مہندس ریاضی دان حیران رہ جاتا ہے۔ اگر اس کا یہ فعل بالشعور ہوگا تو وہ انسان سے افضل ہوجائے گی۔ لہٰذا اس کی وحی باشعور نہیں ہے اور نبی اکرم ﷺ کی وحی باشعور ہے۔ لہٰذا حضور کو کوئی وحی شہد کی مکھی جیسی نہیں ہوئی۔ اب تم اس مثال سے سمجھ لو۔ "قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی" کہہ دے مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کردوں میں تو صرف وحی کا تابع ہوں جو میری طرف ہوتی ہے۔ اب نبی اکرم ﷺ نے جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئی تھیں اور پہلے نازل ہوئی تھیں ان کو قرآن میں پیچھے اور آخر میں اور بعد میں لکھوایا اور جو مدینہ میں بعد میں نازل ہوئیں جیسے سورہ بقرہ وغیرہ ان کو اول میں لکھوایا اور نبی اکرم ﷺ اپنی طرف سے تبدیلی نہیں کرسکتے وہ تو صرف وحی کے تابع ہیں اور وحی قرآن میں کہیں تبدیلی کرنے کا حکم نہیں ہے اس سے صاف واضح ہوگیا یہ وحی کہ جس وحی کے ذریعہ ان سورتوں کی تقدیم وتاخیر ہوئی ہے یہ قطعاً قرآن سے علیحدہ ہوئی اور چونکہ یہ قرآن جو ہمیں پہنچا ہے اس میں قطعاً تقدیم وتاخیر ہے اور یہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اس سے پتہ چل گیا کہ وحی غیر قرآنی بھی ہدایت کے لئے ہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں اس کی کافی تشریح کرچکے ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ جو دو فرض صبح کو مسلمان پڑھتے ہیں اور چار ظہر کے وقت اور چار عصر کے وقت اور تین مغرب کے وقت اور چار عشاء کے وقت یہ تعداد نبی اکرم ﷺ نے مقرر کی ہے یا انہوں نے مقرر نہیں کی۔ اگر کوئی کہے کہ انہوں نے مقرر نہیں کی تو وہ کافر ہی نہیں مجنون بھی ہے۔ اور اگر کہے کہ نبی نے مقرر کی ہے تو بولو نبی نے اپنی رائے سے مقرر کی ہے یا وحی سے مقرر کی ہے؟ اگر کہو اپنی رائے سے تعداد مقرر کی ہے تو ساری دنیا کا مسلمان، ہر زمانہ کا مسلمان یہ جانتا ہے کہ نبی نے قوم سے یہ کہا کہ نماز اللہ نے فرض کی ہے تو اس صورت میں نبی "ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین" (تبرک الذی الحاقہ) کی وعید میں آجائے گا تو سارے عالم کے مسلمان متفق ہیں کہ نبی نے اللہ کی طرف کوئی بات ایسی منسوب نہیں کی جو اللہ نے اس سے نہ کہی ہو اور اگر وحی سے یہ تعداد مقرر کی ہے تو یہی وہ وحی ہے جس کو ہم نے ثابت کیا۔ یہ وحی غیر قرآن احادیث ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ نبی بغیر وحی کے نمازوں کی تعداد مقرر نہیں کرسکتا تھا اور یہ تعداد قرآن میں مذکور نہیں ہے تو لابد قرآن کے علاوہ وحی ہوئی اور اس وحی سے یہ تعداد مقرر ہوئی۔

سوال نمبر ۴: منکر حدیث نے ص 63 پر کہا ہے کہ کتاب اور حکمت ایک ہی چیز ہے کیا یہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب: یہ بات غلط ہے۔ کتاب اور حکمت ایک چیز نہیں ہے اس لئے کہ کتاب یقینی اور قطعی طور پر صرف نبی ہی کو ملی۔ یعنی جس انسان کو اللہ نے کتاب دی وہ یقیناً نبی ہے اور جس انسان کو حکمت دی وہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قطعاً نبی ہو کیونکہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ لقمان کی نبوت مقطوع نہیں ہے یعنی لقمان کی نبوت قطعی اور یقینی نہیں ہے۔ حکمت لقمان مقطوع اور قطعی ہے۔ "و لقد اٰتینا لقمٰن الحکمۃ "ہم نے لقمان کو حکمت دی اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر کتاب اور حکمت ایک ہی چیز ہوگی تو جس کو حکمت ملی قطعاً اس کو کتاب ملی۔ قطعاً وہ نبی اور رسول ہے۔ اور لقمان کو حکمت ملی تو گویا کتاب ملی اور جس کو کتاب ملی وہ قطعاً نبی ہے تو لقمان قطعاً نبی ہونے چاہئیں حالانکہ قوم کا اجماع ہے کہ وہ نبی مقطع نہیں ہے اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ کتاب ہدایت ہے، نور ہے اور خیر محض یعنی خیر ہی خیر ہے لہذا کتاب اللہ خیر ہی خیر ہے۔ خیر محض ہے اور حکمت خیر محض نہیں ہے بلکہ خیر کثیر ہے۔ "و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا" جس کو حکمت ملی اس کو خیر کثیر ملا۔ تو معلوم ہو گیا کہ حکمت خیر کثیر ہے اور کتاب خیر محض اور کل کا کل خیر ہے۔ اور خیر محض خیر کثیر کا غیر ہے۔ لہذا کتاب و حکمت میں عینیت نہیں ہے۔

(سوال نمبر۲ کا دوسرا جز) منکرِ حدیث نے ص 64 پر کہا ہے کہ "ذالک مما اوحیٰ الیک ربک من الحکمۃ" "یہ جو کچھ اوپر قرآن بیان کیا گیا ہے یہ حکمت ہے۔ اس آیت سے کتاب اور حکمت کی عینیت ثابت کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس آیت سے عینیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں، کیونکہ "من ما اوحی" میں جو من ہے وہ تبعیض کا ہے اور من الحکمۃ میں من ما اوحی کا بیان ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ یہ حکمت میں سے ہے اور حکمت کا بعض ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ حکمت قرآن کے باہر بھی وحی غیر قرآنی میں ہے۔ کیونکہ ذالک من الحکمۃ اور چیز ہے اور ذالک الحکمۃ اور چیز ہے۔ اور نیز اس آیت میں بھی اشارہ وحی غیر قرآنی کی طرف موجود ہے۔ یعنی جو وحی غیر قرآنی تیری طرف تیرے رب نے کی ہے اس کا یہ یعنی وحی قرآنی بعض ہے کیونکہ ذالک کا اشارہ اوپر وحی قرآنی کی طرف ہے۔

سوال: منکر حدیث نے ص 64 پر کہا ہے کتاب اور حکمت کے ایک ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ "و ما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہ" اگر کتاب اور حکمت دو چیزیں ہوتیں تو بجائے بہ کے بھما ہوتا چونکہ واحد کی ضمیر لائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اور حکمت ایک چیز ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ استدلال صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب: غلط ہے بہ کی ضمیر کل واحد منھما کی طرف پھر رہی ہے، جس طرح "واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ" میں واحد کی ضمیر کل واحد منھما کی طرف یعنی اللہ اور رسول میں سے ہر ایک کو خوش رکھیں اب اگر واحد کی ضمیر سے دونوں کے ایک ہونے پر استدلال کیا جائے گا تو اللہ اور رسول ایک ہو جائیں گے لہذا یعظکم بہ کے معنی یعظکم بکل واحد من الکتاب والحکمۃ کے ہیں۔ اور بالکل اس کی ایسی ہی مثال ہے "استجیبو للہ و للرسول اذا دعاکم" یہاں بھی واحد کی ضمیر ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ اور رسول میں سے ہر ایک بلائے کیونکہ اللہ بھی داعی ہے۔ واللہ یدعو الیٰ دار السلام۔

منکر حدیث اور قربانی

منکر حدیث کے مرکز "ادارہ طلوعِ اسلام" لاہور نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ان لوگوں نے "قرآنی فیصلے" رکھا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 57 پر مذکور ہے "یہ جو ہم بقر عید کے موقعہ پر ہر شہر اور ہر قریہ، ہر گلی اور ہر کوچہ میں بکرے اور گائیں ذبح کرتے ہیں، یہ قرآن کے کس حکم کی تعمیل ہے؟ قرآن میں اس کے متعلق کوئی حکم نہیں۔ یہ ایک رسم ہے جو ہم میں متوارث چلی جا رہی ہے۔"

اسی کتاب کے صفحہ 63 پر منکرِ حدیث نے کہا ہے: "سارے قرآن میں کسی ایک جگہ بھی نہیں لکھا کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ قربانی دی جائے گی۔"

اسی صفحے پر بزعم خود محققانہ انداز میں کہا گیا ہے: "یہ کچھ ہزار برس سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور کوئی اللہ کا بندہ اتنا نہیں سوچتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔"

اس کے بعد صفحہ 65 پر انکشاف کیا گیا ہے "خود رسول اللہ نے بھی مدینہ میں قربانی نہیں دی۔"

پھر اپنی گمراہ کن کوششوں کی تکمیل اس طرح کی گئی ہے: "ہر جگہ قربانی دینا نہ حکم خداوندی ہے، نہ سنت ابراہیمی اور نہ ہی سنت محمدی ﷺ۔"

سوال یہ ہے کہ منکرِ حدیث کی مندرجہ بالا تصریحات کی حیثیت کیا ہے؟

جواب: منکر حدیث کا بیان قطعاً غلط ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ قرآن میں کہیں قربانی کا حکم نہیں اور یہ کہ سارے قرآن میں کسی ایک جگہ بھی نہیں لکھا کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھی قربانی دی جا سکتی ہے، سرتاپا غلط اور گمراہ کن ہے۔ قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے اور اس میں صراحۃً یہ بات مذکور ہے یہ اور بات ہے کہ منکر حدیث کو بنا بر بے بضاعتی نظر نہ آئی ہو۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

"و لکل امة جعلنا منسکاً لیذکرو اسم اللہ علیٰ ما رزقهم من بهیمة الانعام "(اقترب للناس) ہم نے ہرامت کے لئے قربانی مقرر کی ہے تاکہ وہ اللہ کا نام لیں ان چوپائے جانوروں پر جو اس نے ان کو دیئے ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہرامت میں قربانی موجود تھی، تفصیل یہ ہے کہ ہرامت کے لئے رسول ثابت ہے۔ جیسا کہ فرمایا "و لکل امة رسول" تو جتنے رسول ہوئے اتنی ہی امتیں ہوئیں۔ بالفاظ دیگر دنیا میں جہاں جہاں رسول آئے وہاں امتیں تھیں۔ لہٰذا جہاں جہاں امتیں تھیں، وہاں چوپایوں کی قربانی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امتیں نہ صرف مکہ بلکہ تمام روئے زمین پر آباد تھیں اور قربانی (جیسا کہ آیت مذکورہ سے ظاہر ہے) ہرامت پر مقرر تھی، تو معلوم ہوا کہ قربانی تمام روئے زمین پر ہوتی تھی۔ لہٰذا منکر حدیث کا یہ کہنا کہ قرآن میں کہیں قربانی کا حکم نہیں اور یہ کہ سارے قرآن میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ قربانی دی جاسکتی ہے، نہ صرف گمراہی بلکہ بے بضاعتی علم کی بین دلیل ہے۔ علاوہ ازیں قربانی کو حج یا حاجی، کعبہ یا مکہ کے ساتھ مختص کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ کعبہ کی تعمیر سے قبل دنیا میں امتیں موجود تھیں، اور جہاں جہاں امتیں موجود تھیں وہاں قربانی تھی۔ (جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے) لہٰذا قربانی کو حج یا حاجی، کعبہ یا مکہ کے ساتھ مختص کرنا صحیح نہیں ہے۔

یہاں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امتوں پر جو قربانی مقرر کی ہے وہ (جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہے) رسولوں ہی کے واسطے سے کی اور رسولوں نے بحکم خداوندی اپنی اپنی امتوں کو وہ قربانی سکھائی، بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو قربانی کی ہدایت کی اور رسولوں نے (حسب ہدایت خداوندی) اپنی اپنی امتوں کو اس قربانی کی ہدایت کردی۔ اس طرح قربانی (بحکم آیہ کریمہ) تمام رسولوں کی سنت قرار پائی۔ لہٰذا منکر حدیث کا یہ قول کہ یہ "نہ سنت ابراہیمی ہے نہ سنت محمدی" قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ یہ تو خدا کی طرف سے ہر امت پر مقرر کی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ امت کو صرف رسول ہی بتا سکتا ہے لہٰذا یہ قطعاً ہر رسول کی سنت ہے۔ اب دیکھیے قرآن کریم میں "و نوحا هدینا من" قبل سے "وهدینا هم الیٰ صراط مستقیم" تک رسولوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ "اولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده" یعنی یہ جتنے رسول ہیں اللہ سے ہدایت پائے ہوئے ہیں۔ اے رسول تو ان کی پیروی کر، چونکہ ہدایت خداوندی (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا) متضمن قربانی ہے، لہٰذا پیروی انبیاء سابقین کا متضمن قربانی ہونا قطعاً ثابت ہے۔ معلوم ہوا قربانی حکم خداوندی ہے، سنت رسل ہے اور سنت محمدی، نظر بایں منکر حدیث کا یہ کہنا کہ قربانی نہ حکم خداوندی ہے نہ سنت ابراہیمی اور نہ سنت محمدی، یہ بالکل غلط اور گمراہ کن ہے کیونکہ قربانی (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا) حکم خداوندی بھی ہے اور تمام رسولوں کی سنت بھی، لہٰذا یہ حکم خداوندی ہونے کے ساتھ ساتھ سنت ابراہیمی بھی ہے اور سنت محمدی بھی۔

علاوہ ازیں منکر حدیث نے کہا ہے کہ قربانی ایک رسم ہے جو ہزار برس سے رائج ہے۔ اس کے متعلق قارئین کرام کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اور اسی قسم کی دیگر خرافات صرف اس لئے کی جارہی ہیں کہ عامۃ المسلمین کو صحیح راستے سے بیزار کردیا جائے تاکہ رفتہ رفتہ وہ الحاد اور دہریت کی طرف بآسانی مائل ہوسکیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر قربانی محض ایک رسم یا بدعت ہوتی اور دین نہ ہوتی (جیسا کہ منکر حدیث کا خیال ہے) تو ابتدائے رواج ہی سے اس میں اختلاف ہوتا جیسا کہ خلق افعال عباد، مرجئہ اور امامت کے مسائل میں رونما ہوا۔ حالانکہ تواتر سے ثابت ہے کہ قربانی کے مسئلہ میں کسی زمانے میں بھی اختلاف نہیں ہوا۔ یہ کیسی قربانی کی رسم تھی، یہ کیسی قربانی کی بدعت تھی کہ سارے جہاں کے مسلمانوں نے بلا اختلاف اس کو اپنا لیا اور دین قرار دے دیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین میں کسی رسم یا نئی بات کے پیدا ہوتے ہی اختلاف ہوا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی رسم بدعت یا نئی بات دین میں پیدا ہوئی ہو اور سارے عالم کے مسلمان بلا اختلاف اس پر متفق ہوگئے ہوں۔ چونکہ قربانی ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمان بلا کسی اختلاف متفق رہے ہیں، اس لئے یہ رسم بدعت نہیں بلکہ دین ہے اور یہی وجہ ہے جو شہر شہر قریہ قریہ بلکہ گھر گھر رائج ہے۔ لہٰذا منکر حدیث کا یہ کہنا کہ یہ ایک رسم ہے، قطعاً غلط اور بعید از فہم ہے۔

اب رہا منکر حدیث کا یہ قول کہ قربانی (محض) ہزار سال سے رائج ہے، تو اس کی رکاکت ظاہر ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر قربانی محض ایک رسم یا بدعت ہوتی اور صرف ہزار سال سے ہوتی چلی آتی، تو ان ہزار سال سے پہلے تین سو ستر سالہ دور میں قطعاً اس کا ذکر تک نہ ہوتا، حالانکہ اس ہزار سالہ دور سے قبل کی تصنیفات میں یہ مضمون موجود ہے۔ بخاری کی کتاب اور مؤطا امام مالک دونوں اس ہزار سالہ دور سے پہلے کی کتابیں ہیں اور قربانی کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ استدلال کتب احادیث پر مبنی ہے اور منکر حدیث کتب احادیث کا قائل ہی نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ

منکر حدیث خواہ ان کتابوں میں مندرجہ احادیث کو ماننے یا نہ مانے، یہاں اس سے بحث ہی نہیں، بحث تو یہ ہے کہ یہ کتب دوسری اور تیسری صدی میں تالیف ہوئی ہیں اور ان میں قربانی کے مضمون کا ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ زمانہ تالیف سے قبل اور زمانہ تالیف میں قربانی کا ذکر اور چرچا موجود تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قربانی ایک رسم ہے جو ایک ہزار سال سے رائج ہے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، بخاری میں مندرجہ حدیث منکر حدیث کے نزدیک غلط ہو یا صحیح، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ کتاب ہزار برس سے قبل کے دور میں تالیف ہوئی۔ لہٰذا اس میں مندرجہ احادیث قربانی ہزار برس سے پہلے کی قرار پائیں، یہی دلیل ہے اس بات کی کہ قربانی اس ہزار سالہ دور سے پہلے دور میں موجود تھی اب اگر یہ قربانی رسم و بدعت ہوتی اور سنت و دین نہ ہوتی، تو یقیناً اس میں اختلاف ہوتا اور وہ اختلاف منقول بالتواتر ہوتا، حالانکہ اس کے برعکس قربانی پر اتفاق منقول بالتواتر ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دین ہے۔ دیکھیے عید الاضحیٰ کی نماز منقول بالتواتر ہے اور دین ہے۔ بعینہٖ اسی طرح نماز بعد قربانی منقول بالتواتر ہے اور دین ہے جس ذریعہ سے عید الاضحیٰ کی نماز کا دین ہونا منقول ہے، اسی ذریعہ سے نماز کے بعد قربانی کا دین ہونا منقول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منکر حدیث کا یہ کہنا کہ قربانی ہزار سالہ پیداوار یا بدعت ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ تقریباً بارہ سو سال کی جتنی پیداواریں یا بدعات ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ مثلاً تشیع، خروج، اعتزال، ارجاء وغیرہ سب ہزار سال سے پہلے کی چیزیں ہیں اور سب جانتے ہیں کہ یہ بدعات ہیں، یعنی ان کا بدعات ہونا منقول بالتواتر ہے۔ اسی طرح اگر قربانی بھی کوئی رسم، بدعت یا نئی پیداوار ہوتی تو یقیناً اس میں اختلاف ہوتا اور وہ اختلاف منقول بالتواتر ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، معلوم ہوا قربانی کوئی رسم، بدعت یا نئی پیداوار نہیں بلکہ دین ہے اور اس کا دین ہونا اسی طرح بلا اختلاف منقول بالتواتر ہے، جس طرح نماز عید الاضحیٰ کا دین ہونا۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ قربانی کا بلا اختلاف منقول بالتواتر ہونا اس بات کا مقتضی نہیں ہے کہ قربانی دین ہو، ہوسکتا ہے کہ سارا عالم اسلام کسی لادینی چیز پر متفق ہو جائے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ لادینی چیز دینی چیز بن جائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی کا بلا اختلاف منقول بالتواتر ہونا قطعاً اس بات کا مقتضی ہے کہ قربانی دین ہو، کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر قرآن بھی قابل وثوق نہیں رہے گا، اور اس کی حیثیت بھی مشتبہ ہو جائے گی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ منکر حدیث کہتا ہے کہ قربانی محض ہزار سال سے رائج ہے، اس سے پہلے یہ نہ تھی، لہٰذا یہ دین نہیں ہے، منکر حدیث کا یہ قول (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا) قطعاً غلط اور گمراہ کن ہے۔ کیونکہ اول تو قربانی کو ہزار سالہ قرار دینا ہی غلط ہے جبکہ اس کا ثبوت ہزار سال سے قبل کی کتب سے ملتا ہو۔ دوسرے یہ کہ اگر قربانی ہزار سالہ رسم یا بدعت ہو جیسا کہ منکر حدیث کا خیال ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سارا عالم اسلام ایک لادینی امر پر بلا اختلاف متفق ہو گیا (کیونکہ قربانی بلا اختلاف منقول بالتواتر ہے) اس صورت میں حیثیت قرآن بھی مشتبہ ہو جائے گی کیونکہ جب سارا عالم اسلام یعنی جملہ مسلمانان عالم ایک لادینی امر پر بلا اختلاف متفق ہو گئے تو ان کی یہ نقل کہ "یہ قرآن قرآن ہے" کیسے اور کیونکر قابل قبول ہوگی۔ بالفاظ دیگر جب سارا عالم اسلام قربانی پر (جو بقول منکر ایک لادینی امر ہے) بلا اختلاف متفق ہو گیا تو ہوسکتا ہے کہ اس بات پر بھی متفق ہو جائے کہ غیر قرآن کو قرآن بتا دے اور اس طرح قرآن بھی ہزار سال سے غلط نقل ہوتا چلا آیا ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سارا عالم اسلام کسی لادینی چیز کو دین قرار نہیں دے سکتا، اگر سارا عالم اسلام کسی لادینی چیز کو دین قرار دے سکتا ہو تو اس وقت سارے عالم اسلام کی بات غیر معتبر اور غلط ہو جائے گی، اور جب سارے عالم اسلام کی بات غیر معتبر اور غلط ہو تو پھر قرآن بھی غیر معتبر اور غلط ہوسکتا ہے، کیونکہ قرآن بھی اسی عالم اسلام کی نقل پر موقوف ہے، لیکن عند الفریقین قرآن معتبر ہے، تو معلوم ہوا جس جماعت نے بالتواتر قرآن نقل کیا ہے وہ جماعت قابل اعتبار ہے، بنابریں جس جماعت کے اعتبار پر قرآن کو قرآن تسلیم کیا ہے، اس جماعت کے اعتبار پر قربانی کو دین تسلیم کرنے میں کیا حرج ہے؟

اب رہا منکر حدیث کا یہ قول کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں قربانی نہیں کی تو اس کے متعلق واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کا مدینہ میں نماز عید الاضحیٰ ادا کرنا اور نماز کے بعد قربانی کرنا تواتر سے ثابت ہے، یعنی جس طرح نماز عید الاضحیٰ تواتر سے ثابت ہے، بعینہٖ اسی طرح قربانی بعد از نماز بھی تواتر سے ثابت ہے، نظر بایں اس قول کی رکاکت اہل علم سے مخفی نہیں۔

اس کے علاوہ میں اس سلسلے میں پوچھتا ہوں بتاؤ نبی ﷺ نے مدینہ میں نماز عید الاضحیٰ پڑھی یا نہیں؟ دو ہی صورتیں ہیں یا پڑھی یا نہیں پڑھی۔ اگر کہو نہیں پڑھی تو پھر یہ نماز عید الاضحیٰ کہاں سے آئی؟ حج کے بعد منیٰ میں تو نماز عید الاضحیٰ ہوتی ہی نہیں، پھر یہ رسم نماز عید الاضحیٰ

کدھر سے آئی؟ اگر کہو پڑھی، تو جس طرح اور جس ذریعے سے نمازِ عید الاضحیٰ کا مدینہ میں پڑھنا ثابت ہے، بالکل اسی طرح اور اسی ذریعے سے قربانی بعد از نماز ثابت ہے، لہٰذا قربانی کو حدیث سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، جس طریقے سے نمازِ عید الاضحیٰ ثابت ہے اور دین ہے، اسی طریقے سے قربانی بعد از نماز ثابت ہے اور دین ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہے کہ قربانی کوئی رسم یا بدعت نہیں بلکہ ایک دینی امر ہے اور قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ فرمایا ''ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله على مارزقهم من م بهيمة الانعام'' یہ اجماع سے بھی ثابت ہے، کیونکہ اگر اس پر اجماع نہ ہوتا (یعنی تمام مسلمان اس پر متفق نہ ہوتے) تو یقیناً اختلاف ہوتا اور وہ اختلاف یا کلیۃً ہوتا یا جزئیۃً (کلیۃً کے معنی یہ کہ کوئی بھی قربانی کو دین نہ مانتا اور جزئیۃً کے معنی یہ کہ کچھ لوگ اس کو دین مانتے اور کچھ نہ مانتے) بہر صورت وہ اختلاف منقول بالتواتر ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس پر تیرہ سو سالہ دور میں کسی نے بھی عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد قربانی سے اختلاف نہیں کیا۔ معمولی معمولی اختلاف برابر منقول ہوتے چلے آ رہے ہیں، لیکن ''قربانی بعد از نمازِ عید الاضحیٰ'' کے متعلق کوئی اختلاف منقول نہیں، معلوم ہوا یہ ایسی ہی متفق علیہ ہے جیسی نمازِ عید الاضحیٰ۔ اس پر ایسا ہی اجماع ہے جیسا کہ نمازِ عید الاضحیٰ پر۔ یہ رسم بدعت نہیں بلکہ ایک دینی چیز ہے۔ اس کو حضور ﷺ نے کیا، صحابہ کرام ؓ نے کیا، تابعین وسلف صالحین نے کیا۔ اور بعد از آں آج تک یہ متوارث چلی آ رہی ہے۔ کسی زمانے میں اس پر اختلاف نہیں ہوا، کسی دور میں یہ غیر شرعی یا لادینی امر قرار نہیں پائی، یہ نہ رسم ہے نہ بدعت ہے، نہ فضول خرچی ہے نہ اسراف بیجا ہے جو لوگ اس کو ایسا سمجھتے ہیں یقیناً وہ منافق ہیں۔ والله يشهد ان المنافقين لكذبون۔

❁ ❁ ❁

''اٹھ مرے دھوم مچانے والے''

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

(نیازی)

تازگی انگڑائیاں لے رہی ہے۔۔۔مسرتیں پھوٹ رہی ہیں۔۔۔رنگینیاں اپنا رنگ دکھا رہی ہیں۔۔۔سارا عالم نہایا ہوا ہے۔۔۔ذرے ذرے پر مستی چھائی ہوئی ہے۔۔۔ہاں ہاں۔۔۔!

یہ اجلا اجلا سا۔۔۔ یہ مہکی مہکی فضائیں۔۔۔ یہ مست مست ہوائیں، جھوم جھوم کر جشنِ بہاراں کے گیت گا رہی ہیں۔۔۔عید منا رہی ہیں۔۔۔جشن عید میلاد النبی ﷺ کے گیت گا رہی ہیں۔۔۔تم بھی ان کے گیت گاؤ۔۔۔

جب ہوا ضو فگن دین و دنیا کا چاند
آیا خلوت سے جلوت میں اسراء کا چاند
نکلا جس وقت مسعود بطحا کا چاند
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
(رضا)

بہار آئی بہار۔۔۔

ہاں۔۔۔! زندگی میں بہار آئی۔۔۔دماغوں میں بہار آئی۔۔۔دلوں میں بہار۔۔۔علم و حکمت میں بہار۔۔۔تہذیب و تمدن میں بہار۔۔۔فکر و شعور میں بہار، عقل و خرد میں بھی بہار۔۔۔

صدیوں کی ہتھکڑیاں ٹوٹ گئیں۔۔۔بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔۔۔گھٹی گھٹی سی فضائیں بدل گئیں۔۔۔مندی مندی سی آنکھیں روشن ہو گئیں۔۔۔بجھی بجھی سی طبیعتیں سنبھل گئیں۔۔۔رندی رندی آوازیں کھنکنانے لگیں۔۔۔

ڈوبتے ہوئے تیرنے لگے۔۔۔ابھرنے لگے۔۔۔سہمے ہوئے چہکنے لگے۔۔۔روتے ہوئے ہنسنے لگے۔۔۔صدیوں کے دبے ہوئے، پسے ہوئے سرفراز ہونے لگے۔۔۔خون کے پیاسے محبت کرنے لگے۔۔۔ہارنے والے جیتنے لگے۔۔۔

بکھرے ہوئے یک جا خیال ہو گئے۔۔۔منتشر قوتیں سمٹ گئیں، ضعیف و ناتواں ایک قوت بن کر ابھرے اور دنیا نے پہلی مرتبہ جانا کہ انسان ''احسن تقویم'' میں بنایا گیا۔ ''اشرف المخلوقات'' کے منصب عالی پر فائز کر کے خلافت الٰہیہ سے سرفراز کیا گیا۔

زندگی نے ایسا سنگھار کیا کہ سب جھانکنے لگے۔۔۔سب دیکھنے لگے۔۔۔سب تکنے لگے۔۔۔سب بلائیں لینے لگے۔۔۔فدا ہونے لگے۔۔۔سب آرزوئیں کرنے لگے۔۔۔تمنائیں کرنے لگے۔۔۔وہ کیا آئے، کائنات کا ذرہ ذرہ دل کش و دلربا معلوم ہونے لگا۔۔۔

یہ کون آیا سویرے سویرے۔۔۔!

اصلِ کائنات ۔۔۔خلاصۂ موجودات
شاہکارِ فطرت۔۔۔عرشِ کبریا کی زینت
سلامتی و رحمت۔۔۔صیانت و عفاف کی زینت
باعثِ خیر و برکت۔۔۔شانِ رسالت و نبوت
رحمۃ للعالمین۔۔۔سید المرسلین
خاتم النبیین۔۔۔شفیع المذنبین
انیس الغریبین۔۔۔سید الثقلین
نبی الحرمین۔۔۔امام القبلتین
صاحبِ قابَ قوسین۔۔۔خواجۂ کونین
رونقِ بزمِ کائنات۔۔۔
زینتِ محفلِ حیات۔۔۔

جس نے ہستی کی زلف برہم کو سنوارہ۔۔۔جس نے زندگی کا چہرہ نکھارا۔۔۔حیات نبض جس کے دم سے دھڑک رہی ہے۔۔۔ وجود قافلہ جس کے دم سے رواں دواں ہے۔۔۔

لولاک لما خلقت الافلاک والارض

جسے رب کائنات نے حسن بے مثال بخشا۔۔۔ایسا حسین بنایا کہ ہر زمانے والے جس کے حسن و جمال کے ترانے گاتے رہے۔۔۔

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

جس کا سجدہ فرش پر تو پرچم عرش پر۔۔۔وہ ہیں مالک بحر و بر، مختار شمس و قمر۔۔۔مالک خشک و تر۔۔۔قادر بحر و بر۔۔۔مقتدر شجر و حجر ۔۔۔صاحب اقتدار۔۔۔احمد مختار۔۔۔نائب کردگار۔۔۔انا اعطینک الکوثر جن کی شان۔۔۔انما انا قاسم واللہ یعطی جن کا فرمان۔۔۔

انا اعطینک الکوثر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
(رضا)

12۔ربیع الاول (19 اپریل)۔۔۔ہاں! یہ ان کی آمد کا دن ہے۔۔۔یہ عید کا دن ہے۔۔۔خوشی۔۔۔کا دن ہے۔۔۔یوم مسرت ہے۔۔۔ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے۔۔۔یہ ہماری عید ہے۔

دیکھو، دیکھو!۔۔۔حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے حواری التجا کر رہے ہیں۔۔۔آپ ہاتھ اٹھائے پروردگار عالم سے دعا کر رہے ہیں۔۔۔

اے اللہ، اے پالنہار! آسمان سے ہمارے لئے (پکے پکائے کھانوں کے) خوان اتار، تاکہ وہ ہمارے اگلے اور پچھلوں کے لئے عید ہو جائے۔۔۔(3)

جس دن آسمان سے کھانا اترے، وہ دن "عید" کا دن ہو جائے تو جس دن وہ قاسم رزق تشریف لائے وہ دن عید کیوں نہ ہو۔۔۔! بے شک یہ دن یادگار دن ہے۔۔۔سلام ہو اس دن پر جب وہ تشریف لائے۔۔۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

بے شک ان کی تشریف آوری کا دن یادگار دن ہے۔۔۔یہ دن عید کا دن ہے۔۔۔عیدوں کی عید ہے۔۔۔عید منایئے۔۔۔ عید میلاد منایئے۔۔۔محفل میلاد سجایئے۔۔۔خود کو سجایئے۔۔۔نئے نئے کپڑے زیب تن کیجئے۔۔۔نئے عمامہ کا تاج سر پر سجایئے۔۔۔ آنکھوں میں سرمہ۔۔۔سر و داڑھی پر خوشبودار تیل۔۔۔معطر معطر عطر لگایئے۔۔۔گھروں کو سجایئے۔۔۔محلوں کو سجائیں۔۔۔مسجدوں کو مدرسوں کو۔۔۔اسکول و کالج اور جامعات۔۔۔کو بھی سجائیں۔۔۔سبز سبز پرچم لہرائیں۔۔۔

جھنڈیاں لگائیں۔۔۔قمقمے جلایئے۔۔۔روشنی کیجئے۔۔۔چراغاں کیجئے۔۔۔رب کائنات کا شکر ادا کیجئے۔۔۔درود و سلام بھیجئے۔۔۔ہاں درود و سلام بھیجئے۔۔۔کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی درود و سلام بھیجتے ہیں۔۔۔(4)

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
(رضا)

یا نبی سلام علیک۔۔۔

یارسول اللہ علیک۔۔۔یاحبیب سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک، صلوٰۃ اللہ علیک
آؤ آؤ عید منائیں۔۔۔محفل میلاد سجائیں۔۔۔حضرت محمد ﷺ کا چرچا کریں کہ زمین سے آسمان تک ان کا چرچا ہے۔۔۔
درود وسلام کے گجرے آرہے ہیں۔۔۔ذکر بلند ہورہا ہے۔۔۔کیوں نہ ہو۔۔۔ان کا ذکر تو ان کے رب نے بلند فرمایا۔۔۔(5)
وہ اس مقام پر فائز ہوئے جہاں حمد کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے۔۔۔نعت کی بارش ہورہی ہے۔۔۔
۔۔۔نعمت کی برسات ہورہی ہے۔۔۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
(رضا)

یہ عید میلاد النبی منانا کوئی نیا عمل نہیں، یہ تو ہمیشہ سے مسلمانوں میں جاری وساری ہے، چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی، (جو کہ تقریباً نوسوسال قبل کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں) فرماتے ہیں کہ

''۔۔۔لوگ (عید) میلاد النبی ﷺ کی محفلیں قائم کرتے اور لوگ جمع ہوتے ہیں اور ماہ ربیع الاول شریف کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے ہیں۔ عمدہ عمدہ لباس پہنتے ہیں۔۔۔زیب وزینت اور آراستگی کرتے ہیں، عطر وگلاب چھڑکتے اور سرمہ لگاتے ہیں۔۔۔ان دنوں میں خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ میسر ہوتا ہے، نقد جنس وغیرہ میں سے خوب دل کھول کر لوگوں پر خرچ کرتے ہیں ۔۔۔اور اس اظہار مسرت وخوشی کی بدولت خوب اجر وثواب اور خیر وبرکت، سلامتی وعافیت، کشادہ رزق، مال ودولت اولاد، پوتوں، نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے اور آباد شہروں میں امن وامان وسلامتی اور گھروں میں سکون وقرار، نبی کریم ﷺ کی محفل میلاد کی برکت سے رہتا ہے۔۔۔(6)''

عید میلاد پہ قرباں ہوں ہماری عیدیں
کہ اسی عید کا صدقہ ہیں یہ ساری عیدیں

اللہ اللہ۔۔۔!
اہل محبت ہمیشہ سے اپنے محبوب کی یاد میں عید مناتے چلے آرہے ہیں، پھر ہم غافل کیوں رہیں۔۔۔!
ہاں، ہاں۔۔۔!

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے
(رضا)

حوالہ جات

(1) علامہ ارشد القادری، سیر گلستان، مطبوعہ ساہیوال
(2) ابن کثیر میلاد مصطفیٰ، مطبوعہ، صفحہ 14
(3) قرآن حکیم، سورہ مائدہ 114
(4) قرآن حکیم، سورہ احزاب 56.57
(5) سورہ الم نشرح، 4
(6) علامہ ابن الجوزی، میلاد النبی، مطبوعہ لاہور صفحہ 34

✿ ✿ ✿

مشرق سے مغرب۔۔۔شمال تا جنوب، گمراہیاں ہی گمراہیاں۔۔۔تاریکیاں ہی تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں۔۔۔انسانیت، شرافت، تہذیب اور تمدن کا نام ونشان مٹ سا گیا تھا۔۔۔بحر و بر انسانی خباثتوں سے تنگ آ گئے تھے۔۔۔انسانی اخلاق واخلاص کا جنازہ نکل چکا تھا۔۔۔دل ویران ہو چکے تھے۔۔۔خزاں نے بہاروں کو لوٹ کر چمن اجاڑ ڈالے تھے، کہ اچانک ایک شب۔۔۔

19 اپریل 571ء کو۔۔۔

جب عرشِ الٰہی کے سائے تلے ملائکہ مقربین سر جھکائے کھڑے تھے، حجاب عظمت سے ندا ہوئی کہ۔۔۔''ملاء اعلیٰ کے تمام فرشتے آج کی رات زمین پر جمع ہو جائیں، وہیں جہاں ہمارے جلال و جبروت کا گھر ہے۔۔۔جو اہل زمین کا قبلہ عبادت ہے۔۔۔آج باعث ایجاد عالم کا ظہور ہونے والا ہے۔۔۔شرق و غرب، شمال و جنوب، بحر و بر اور تمام اقطار ارض میں منادی کر دی جائے کہ کونین کے تاجدار تشریف لا رہے ہیں۔۔۔ان کے خیر مقدم کے لئے اپنی نگاہیں بطور فرش بچھائے رکھیں۔۔۔مکہ کی وادیوں، ام القریٰ کے کہساروں اور حرم کے بام و در پر چمنستان فردوس کی بہاروں کا غلاف چڑھا دیا جائے۔۔۔سیارہ افلاک کے پہرہ داروں سے کہہ دو اس وقت تک آفتاب کے چہرے سے نقاب نہ اٹھائیں جب تک خسروئے کائنات کی طلعت زیبا سے خاکدان گیتی کا ذرہ ذرہ منور نہ ہو جائے۔۔۔ستاروں کی انجمن میں اعلان کر دو۔۔۔آج رات کے پچھلے پہر اپنی مجلس شبینہ برخاست کر کے فرش زمین پر اتر جائیں اور مکہ کی فضاؤں میں پھیل جائیں۔''

پس یہ فرمان عالی شان جاری ہونا تھا کہ سارے فرشتے سجدے میں گر گئے۔۔۔رات بھر قدسیان فلک کے قافلے زمین پر اترتے رہے اور صبح ہونے سے پہلے پہلے کنگرہ عرش سے لے کر گل کدہ فردوس تک کی ساری زیبائیاں وادی حرم میں سمٹ آئیں۔۔۔

کس کی آمد ہے یہ کیسی چمن آرائی ہے
ہر طرف پھول مہکتے ہیں بہار آئی ہے

جیسے ہی صبح کا صادق کا اجالا چمکا۔۔۔مکہ کی فضاء رحمت وانوار سے بھر گئی۔۔۔نعتوں کی صداؤں سے دشت و جبل گونج اٹھے۔۔۔گلی گلی حوران خلد کے آنچلوں کی خوشبو سے معطر ہو گئی۔۔۔جبرئیل امین سبز پرچم لئے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور حضور کی شاہی میں سلام عرض کرنے لگے۔۔۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

اس صدائے سلام و تہنیت پر تمام ملائکہ سر وقد کھڑے ہو گئے۔۔۔حرم کی جھکی جھکی دیواریں ایستادہ ہو گئیں۔۔۔امیر کشور نبوت کی سواری اس دھوم سے آئی کہ اکناف عالم صدائے مرحبا سے گونج اٹھے (1)۔۔۔ستارے کھل گئے۔۔۔نور کی پھوار پڑنے لگی۔۔۔دل باغ باغ ہوئے۔۔۔افسردہ جانوں کے سربستہ غنچے کھل گئے۔۔۔پژمردہ شگوفے تر و تازہ ہوئے۔۔۔نسیم شوق کی فرحت انگیز جھونکوں سے چمن دہر کے نہار و شجر لہلہانے لگے۔۔۔طبیعت کی ہزار داستان بلبلیں، جذبات شوق کی نغمہ سرا ہوئیں۔۔۔فیض باری نے رحمت و کرم کی بارش کی۔۔۔باغ عالم میں بہار آئی۔۔۔مردہ دلوں کے گل کھلے۔۔۔حبیب کبریا کی آمد کا شہرہ مچا۔۔۔مدح و ثناء کے ترانوں سے گنبد نیلگوں گونجنے لگا۔۔۔صدیوں سے جس ستارے کا انتظار تھا، آج وہ طلوع ہو گیا۔۔۔آج وہ آنے والا آ گیا۔۔۔نور کی چادر پھیل گئی، میلوں کی مسافتیں سمٹ گئیں۔۔۔بصرائے شام کے محلات نظر آنے لگے۔۔۔(2)

وہ کیا آئے، رحمت کی برکھا آ گئی۔۔۔نور کے بادل چھا گئے۔۔۔دور دور تک بارش نور ہے۔۔۔حد نظر تک نور ہی نور۔۔۔عجیب سماں ہے۔۔۔عجیب منظر ہے۔۔۔!

تاریکیاں چھٹ گئیں۔۔۔روشنیاں بکھر گئیں۔۔۔جدھر دیکھئے نور ہی نور ہے، بہار ہی بہار
مسرتیں ہی مسرتیں۔۔۔چاندنی ہی چاندنی۔۔۔روشنی ہی روشنی۔۔۔رحمتیں ہی رحمتیں۔۔۔برکتیں ہی برکتیں

چاندنی چاندنی روشنی روشنی
پڑ گئے ہیں جہاں مصطفیٰ کے قدم
رحمتیں رحمتیں برکتیں برکتیں
لائے دنیا میں خیر الوریٰ کے قدم

سنّی کانفرنس ملتان میں پڑھا گیا

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ

کا

تاریخی خطبۂ استقبالیہ

(مکمل متن)

کرلیں جیسا کہ صدیوں سے لوگ ایسا کرتے چلے آرہے ہیں خصوصاً موجودہ دور میں ایسا ہی ہو رہا ہے' تو اس سے یہ لازم نہیں کہ آتا کہ نیکی قابل عمل نہیں رہی۔ لوگوں نے سچ بولنا چھوڑ دیا تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سچ قابل عمل نہیں رہا' بلکہ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خود لوگوں میں ایسی خرابی پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے انہوں نے نیکی اور سچائی کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اگر کوئی معدہ صالح غذا ہضم نہ کر سکے تو یہ غذا کی خرابی نہیں بلکہ معدہ کی خرابی ہے۔ نیکی اور اچھائی سے روگردانی اس امر کی دلیل نہیں کہ نیکی اور اچھائی قابل عمل نہیں رہی بلکہ اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگ اس فطرت سلیمہ پر قائم نہیں جو ان کی حقیقت کا بنیادی نقطہ تھا۔

یہاں یہ بات واضح ہے کہ فطرت کی خلاف ورزی خلق اللہ کی تبدیلی نہیں بلکہ اصل فطرت کے موجود ہوتے ہوئے اس فطرت سے انحراف اور کج روی ہے۔

دین اسلام کا اصل مقصد یہ ہے کہ اسے قبول کر کے انسان اپنی فطرت سلیمہ پر قائم رہے اور کسی حال میں اس سے منحرف نہ ہو۔ اگرچہ لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تنبیہ نازل فرمائی۔

اسی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بھی غیر اسلامی نظاموں کی طرف مائل ہیں۔ کاش وہ "دین قیم" کے معنی کو سمجھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ انسان کی فطرت سلیمہ کے تقاضوں کی تکمیل کا ضامن یہی دین اسلام ہے جسے "دین قیم" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جو افراد اللہ تعالیٰ کے نبی پر ایمان لائے اور انہوں نے دین اسلام کو قبول کیا' وہ غیر مسلم افراد سے صرف دین اسلام کی بنیاد پر ممتاز ہو گئے۔ جس طرح انسان' ناطق کی خصوصیت کی بناء پر غیر ناطق حیوان سے ممتاز ہو کر جنس حیوان کے تحت مستقل نوع کی حیثیت اختیار کر گیا۔ بالکل اسی طرح مسلمان' خصوصیت اسلام کی وجہ سے غیر مسلم انسانوں سے ممتاز ہو کر گویا جنس انسان کے تحت مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک مستقل نوع قرار پا گیا۔ یوں کہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے انسان کو بمنزل جنس اور مسلمان و کافر اور منافق کو اس کے تحت تین انواع قرار دیا۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ ہر نوع کے اسباب بقاء اور ضروریات زندگی اس کے حسب حال ہوتے ہیں۔ مچھلیاں اور پرندے دونوں جنس حیوان کی الگ الگ نوع ہیں پرندوں کا پانی میں اور مچھلیوں کا پرندوں کے آشیانوں میں ہونا ان کے حسب حال نہیں' بالکل اسی طرح مسلمانوں کا غیر اسلامی نظام کے تحت ہونا ان کے طبعی تقاضے کے خلاف ہے۔

رہا یہ شبہ کہ ایسی صورت میں غیر مسلم کا اسلامی نظام کے تحت ہونا اس کے طبعی تقاضے کے منافی قرار پائے گا تو یہ شبہ صحیح نہیں' اس لئے کہ انسان مسلم ہو یا غیر مسلم بحیثیت انسان اس کی فطرت سلیمہ کا تقاضہ عین تقاضائے اسلام ہے اور ظاہر ہے کہ کفر و نفاق کی بنیاد فطرت سلیمہ سے انحراف کے سوا کچھ نہیں اور یہ انحراف غیر طبعی ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلم کا اسلام کو اپنی طبیعت کے ناموافق سمجھنا فطرت سلیمہ سے انحراف کی بناء پر ہے ورنہ اس میں شک نہیں کہ یہی نظام اس کی اصل فطرت کے عین مطابق اور حسب حال ہے' بلکہ غیر مسلموں کے لئے اسلام امن و عافیت کا حقیقی ضامن ہے۔ اسلام نے عام ہندو' سکھ اور عیسائی کے تحفظ کی مستحکم ضمانت دی اور تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی حکومتوں کے ادوار میں غیر مسلموں کو وہ شاندار حقوق و مراعات دیئے گئے جن کی مثال کسی غیر اسلامی حکومت میں نہیں پائی جاتی' لہٰذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسلام ہی بنی نوع انسان کے لئے امن و عافیت اور رحمت و رافت کا گہوارہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مومن و کافر کے اسی نوعی اختلاف کی بناء پر دونوں کا قانون حیات مختلف ہو گیا۔ حلال و طیب چیزیں مومن کے حصے میں آئیں اور خبیث و ناپاک چیزیں کافر کے لئے رہ گئیں۔ مومن کی غذا حلال اور کافر کی غذا حرام ہے۔ مسلمان کی طبیعت کا تقاضا طیبات ہیں اور کافر کی طبیعت کا تقاضا خبیثات ہیں' قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم"

اے ایمان والو! ہم نے جو پاک رزق تمہیں دیا اس سے کھاؤ"۔ نیز سورۂ نور میں فرمایا:

"الخبیثات للخبیثین و الخبیثون للخبیثات و الطیبات للطیبین و الطیبون للطیبات"

"خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے ہیں اور پاک چیزیں پاک لوگوں کے لئے ہیں"۔

دوسری جگہ سورۂ اعراف میں فرمایا:

"یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث"

"اللہ تعالیٰ کے رسول ایمان والوں کے لئے پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں"۔
شراب، خنزیر، سود، رشوت اور ہر قسم کی نجس وحرام اشیاء کو غیر مسلم شوق سے استعمال کرتے ہیں لیکن مسلمان ان کے قریب جانا بھی پسند نہیں کرتا جس طرح بکری بھیڑیے کی غذا قبول نہیں کرتی، اسی طرح مومن کافر کی غذا کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایسا ہی فرق ہے جیسا بکری اور بھیڑیے کے درمیان ہے ان میں سے ہر ایک مختلف النوع ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔
اب یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ مسلمان کا حال غیر مسلم سے مختلف ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان غیر اسلامی قانون کے تحت زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اصل فطرت انسانی کے تقاضوں کی تکمیل صرف اسلامی نظام کے تحت ہوسکتی ہے جس کا نام "نظام مصطفیٰ" ہے۔

نظام مصطفیٰ کی جامعیت

واضح رہے کہ چند اعمال وعبادات ہی کا نام "نظام مصطفیٰ" نہیں بلکہ یہ ایسا جامع نظام حیات ہے جو پیدائش سے موت تک اور مہد سے لحد تک انسان کو پیش آنے والے ہر مرحلے پر حاوی ہے۔ عقائد، اعمال، عبادات ومعاملات، اخلاق وآداب سب کو شامل ہے۔ معاشیات واقتصادیات، حدود وقصاص، تعزیرات، عدل ومساوات، قوانین واحکام سب کچھ نظام مصطفیٰ میں احسن واکمل طریق پر موجود ہیں اور وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس کا منبع کتاب وسنت ہے اور اس کی تفصیلات سنت خلفائے راشدین وسلف صالحین اور آئمہ مجتہدین کی فقہ واجتہادات اور تعامل مومنین میں محفوظ ہیں۔ سورۂ نساء میں باری تعالیٰ عزاسمہ کا ارشاد ہے:
"اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم"
"اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اہل ایمان میں سے اولوالامر کی"۔ مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں وارد ہے۔
"علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین المھدیین" (الحدیث)
"تم اپنے اوپر میری اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو"۔ آیۂ کریمہ میں "اولی الامر" سے مراد بھی خلفائے راشدین اور سلف صالحین آئمہ مجتہدین ہیں۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا:
"ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جھنم وسائت مصیرا"
"جس نے ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول سے اختلاف کیا اور مومنین کے علاوہ کسی دوسرے کے راستے کی اتباع کی ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اسے جہنم میں پہنچا دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے"۔
اس آیۂ کریمہ میں اتباع رسول کے ساتھ مومنین کی راہ پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث میں وارد ہے: "ان اللہ لا یجتمع امتی علی ضلالة" "بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا" نیز ابن ماجہ کی حدیث میں وارد ہے: "اتبعوا السواد الاعظم" "تم لازم پکڑو اپنے اوپر سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کو"
ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ نظام مصطفیٰ کا اصل منبع اور اس کی تفصیلات کا سرچشمہ کتاب وسنت، خلافت راشدہ، آئمہ سلف، تعامل مومنین اور اجماع امت ہے۔ میں پورے وثوق کے ساتھ عرض کروں گا کہ اسلامی ضابطۂ حیات کا کوئی پہلو ان سے باہر نہیں۔

عدلیہ:

قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں ہے:
"اعدلوا ھوا اقرب للتقوی" "تم عدل کرو عدل تقویٰ سے بہت قریب ہے" یہ آیت کریمہ عدل وانصاف کی روشن شمع ہے اور سنت واجماع وقیاس آئمہ مجتہدین اس کی تفصیلات سے پر ہیں۔

ظلم:

عدل کے برعکس ظلم ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں فرمایا: "لعنة اللہ علی الظالمین" "ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے" اور حدیث میں ہے: "الظلم ظلمات یوم القیامة" متفق علیہ۔ قیامت کے دن ایک ظلم کے کئی ظلمات ہوں گے"۔

انتظامیہ:

انتظامی امور کی نگہداشت کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا: "تامرون بالمعروف

وتنهون عن المنکر" "تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو" صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے۔ "من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ" (الحدیث) "تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے روکے"۔

1۔حدود اللہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی جرم پر مقرر کی ہوئی سزا کو حد کہتے ہیں جیسے سورہ مائدہ میں ہے:"فاقطعوا ایدیھما" "چوری کرتے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹے جائیں" اور سورہ نور میں ہے:"فاجلدوا کل واحد منھما مائة جلدة" "زانی اور زانیہ میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو"۔

2۔قصاص: جان' عضو یا زخموں کے بدلے کو قصاص کہتے ہیں۔ مثلاً جان کے بدلے جان' عضو کے بدلے عضو اور زخموں کے بدلے زخم۔قرآن کریم کی سورہ بقرہ میں ہے:"ولکم فی القصاص حیاة یااولی الالباب" "تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے اے عقل والو!"
(نوٹ) حدود و قصاص سے متعلق بے شمار احادیث وارد ہیں جو اہل علم حضرات سے مخفی نہیں۔

3۔تعزیرات: حد سے کم درجے کی سزا کو "تعزیر" کہتے ہیں۔ ہر وہ جرم جس پر مقررہ سزا شرع میں وارد نہیں' موجب تعزیر ہے۔مثلاً زنا موجب للحد کے علاوہ فحش کیا۔فحش کے ارتکاب پر جو سزا دی جائے گی وہ تعزیر ہوگی' علماء نے تعزیر کی دلیل میں سورہ نساء کی اس آیت کو پیش کیا ہے۔ "والذان یاتینھا منکم فاذوھما" "اور تم میں سے (دو مرد) جو آپس میں فحش کے مرتکب ہوں تو انہیں تکلیف پہنچاؤ" یہ تکلیف پہنچانا تعزیر ہے۔

یہ امر واضح ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حکم تعزیر کے بغیر ممکن نہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ" (الحدیث) "تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے روکے" اس حدیث سے بھی حکم تعزیر پر روشنی پڑتی ہے۔بعض علماء نے اجماع کو دلیل تعزیر قرار دیا۔

اسلامی حدود اور تعزیرات کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس مہذب دور میں رجم اور کوڑوں جیسی شدید سزائیں نہایت غیر مناسب بلکہ ناقابل عمل ہیں۔ نیز یہ کہ اس دور میں جرائم کی اتنی کثرت ہے کہ اقامت حدود ممکن نہیں۔لاکھوں انسانوں کے ہاتھ کاٹنے پڑیں گے اور لاکھوں افراد کو رجم کرنا پڑے گا جو ناقابل عمل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس دور میں جرائم کی اس قدر کثرت ہو اسے مہذب کہنا کہاں کی تہذیب ہے؟ پھر یہ کہ سزا ہمیشہ جرم کے مطابق ہوتی ہے۔جن جرائم پر اسلام نے شدید سزاؤں کا حکم دیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ وہ جرائم کتنے شدید ہیں۔علاوہ ازیں ایسے شدید جرائم کے ثبوت کے لئے اسلام نے جو معیار شہادت رکھا ہے اور ان سزاؤں کے لئے جو کڑی شرائط مقرر فرمائی ہیں ان کے پیش نظر ان سزاؤں کے ناقابل عمل ہونے کا تصور بھی پیدا نہیں ہوتا۔

لوگوں کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ لاکھوں کے ہاتھ کاٹنے پڑیں گے اور لاکھوں کو رجم کرنا پڑے گا۔میں عرض کروں گا کہ اگر نظام مصطفیٰ رائج کر کے اس کے مطابق چند مجرموں کو سزائیں مل جائیں تو جرائم کا انسداد ہو جائے گا' سعودی عرب میں اسلامی سزائیں نافذ ہیں وہاں کا حال سب کو معلوم ہے۔اس قسم کے جرائم کا صدور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

حقوق نسواں:

جاہلیت کے دور میں عورت کی جو تذلیل کی جاتی تھی اور جس قدر مظالم کا تختہ مشق عورتوں کو بنایا جاتا تھا۔اسلام نے اس تذلیل اور جملہ مظالم سے عورتوں کو نجات دلائی' ان کے حقوق مقرر فرمائے' ان پر مظالم اور زیادتیوں کو روکا اور انہیں عزت کا مقام عطا فرما کر ان کے ساتھ بہترین معاشرت اور حسن سلوک کا حکم فرمایا۔سورہ نساء میں فرمایا:"وعاشروھن بالمعروف" یعنی عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور بہترین سلوک کے ساتھ پیش آئیں۔ ماں کا ادب' بہن سے شفقت' بیوی سے حسن سلوک قرآن مجید کی تعلیم ہے۔رسول اللہ ﷺ نے بھی " خیرکم خیرکم لاھلہ" فرما کر عورتوں کے ساتھ نیکی' بھلائی اور احسان کی تلقین فرمائی۔ یہ حدیث ترمذی' نسائی و ابن ماجہ میں ہے یعنی "تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والا ہو"۔آج کے دور میں عام طور پر عورتوں کی جو حق تلفی ہو رہی ہے کہ انہیں میراث کے حقوق سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے اور ازدواجی زندگی میں بھی وہ ظلم و ستم کا نشانہ بنی رہتی ہیں۔معاشرے میں انہیں عزت کا کوئی مقام نہیں دیا جاتا اور ان کی فلاح و بہبود کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔نظام مصطفیٰ کے بغیر ان کی حق رسی اور مظالم سے نجات ناممکن ہے۔

معاشیات:

قرآن کریم کی اصطلاح میں "معاش" سے مراد روزگار اور اسباب زندگی ہیں۔سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ولقد مکنا کم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش قلیلا ماتشکرون" "بے شک ہم نے تمہیں زمین پر جگہ دی اور ہم نے تمہارے

لئے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکر کرتے ہو"۔

چونکہ معاش اور روزگار کے بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبے سے متعلق بکثرت احادیث وارد ہیں۔ ہر طریق معاش کے لئے کتاب وسنت و دیگر اولہ شرعیہ میں بے شمار احکام موجود ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں ہے: "احل الله البيع وحرم الربوا" "اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام فرمایا۔" سود کی مذمت میں قرآن وحدیث کی اتنی نصوص ہیں کہ ان کی تفصیلات کو اس مختصر وقت میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ یہ ایک بدترین قسم کی لعنت ہے اور بے شمار برائیوں کی بنیاد سودی نظام کو ختم کئے بغیر ہمارے معاشی مسائل حل نہیں ہو سکتے۔

اقتصادیات:

کتاب وسنت کی روشنی میں "اقتصادیات" سے ہماری مراد مالیات میں میانہ روی ہے اگرچہ اعتدال پسندی اور میانہ روی مالیات کے علاوہ دیگر امور میں بھی مطلوب عندالشرع ہے لیکن مالیات میں اس اعتدال اور میانہ روی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مال کو روک لینا جسے ارتکاز دولت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شرعاً سخت مذموم ہے اسی طرح اسے بے جا خرچ کرنا یا ناجائز طریقہ سے حاصل کرنا بھی سخت گناہ ہے۔ اسی کے متعلق سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل" اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ" اور میانہ روی کے متعلق تعلیم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا" "اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اسے پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا" یعنی مال کا روکنا اور اسے بلا امتیاز بے جا صرف کرنا دونوں ممنوع ہیں۔

جس مال سے زکوٰۃ اور متعلقہ حقوق ادا نہ کئے اصطلاح شرع میں وہ کنز ہے۔ دیکھئے مجمع بحار الانوار جلد: ۴ ص ۴۳۰ اسی کنز کو آج کل معاشی اصطلاح کے طور پر لفظ "سرمایہ" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح زکوٰۃ ادا کرنے اور متعلقہ حقوق کی ادائیگی کے بعد وہ مال کنز نہیں رہتا اسی طرح جس مال سے زکوٰۃ اور حقوق متعلقہ ادا کر دیئے جائیں وہ "سرمایہ" کی تعریف میں نہیں آتا بشرطیکہ اسے جائز طور پر حاصل کیا گیا ہو ورنہ وہ مال حرام مالک کے لئے وبال عظیم اور عذاب الیم کا موجب ہے۔

اس دور میں اکثر بڑے بڑے امیروں اور مال داروں کے اموال سے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد متعلق ہیں۔ اگر نظام مصطفیٰ کے تحت ان حقوق کی ادائیگی ان اموال سے کر دی جائے تو کنز و سرمایہ کا وجود ہی ملک میں باقی نہ رہے ورا موال حرام کی کثرت کے باعث ملک میں جس قدر جرائم اور معصیت کا دور دورہ ہے ملک پاکستان اس سے پاک ہو جائے۔

دراصل دولت اور اسباب معیشت کا حصول اتنا مشکل نہیں جتنا کہ ان کی ہمواری اور موزونیت کا قائم رکھنا مشکل کام ہے۔ دولت کی ناہمواری ہمیشہ اقتصادی اور معاشی نظام کی خرابی کا موجب رہی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ حشر میں ارشاد فرمایا: "كي لا يكون دولتا بين الاغنياء منكم" تاکہ وہ اموال مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں" اس آیت نے دولت کی ناموزوں تقسیم کو روکا ہے۔ غریب کا غریب تر ہونا اور امیر کا امیر تر ہونا اسی غیر مناسب تقسیم دولت کا نتیجہ ہے۔ اس کا ازالہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ امیر و غریب سب کے لئے حصول دولت کے ذرائع ہر ایک کو حسب حال مساوی طور پر مہیا کئے جائیں۔ قرآن کریم کی آیت منقولہ بالا کی روشنی میں "نظام مصطفیٰ" اقتصاد و معاش میں اسی ہمواری اور موزونیت کا داعی ہے۔

سوشلزم اور مساوات:

سب جانتے ہیں کہ سوشلزم "کمیونزم" ہی کی ایک شاخ ہے جس کی بنیاد خدا کی ہستی کا انکار ہے۔ اس میں شخصی ملکیت بھی منفی ہے۔ یہ دونوں نظریئے اسلام کی نفی کرتے ہیں۔ اس کے باوجود بعض لوگوں نے "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح ایجاد کر لی۔

"اسلامی سوشلزم" کی ترکیب بالکل ایسی ہے جیسے "اسلامی شراب خانہ" مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے ان لوگوں کا بنیادی سہارا قرآن مجید کی ایک آیت اور حضرت ابوذر غفاری ﷺ کا زہد ہے۔ آیت قرآنیہ سورہ بقرہ میں ہے "ويسئلونك ما ذا ينفقون قل العفو" "لوگ آپ سے پوچھتے ہیں وہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجئے کہ "عفو"

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ عفو کے معنی ہیں وہ چیز جو انسانی حاجت سے زیادہ ہو۔ اس بناء پر وہ آیت کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ضرورت سے زائد انسان کے پاس جو کچھ ہو وہ سب خدا کی راہ میں خرچ کر دینا فرض ہے۔

میں عرض کروں گا کہ منکرین خدا کو راہ خدا کا نام لینا زیب نہیں دیتا۔ پھر یہ کہ لفظ "عفو" "جہد" کی نقیض ہے۔ جہد کے معنی "مشقت" ہیں اسی لئے جس نرم زمین کو چلنے کے لئے تیار کیا جائے لغت میں اسے "عفو" کہتے ہیں۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ خرچ کرنا

تمہارے لئے سہل اور آسان ہو وہ اللہ کیلئے خرچ کرو۔

ضرورت سے زائد چیز کا خرچ کرنا چونکہ ہر شخص کے لئے آسان ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا جن علماء نے "عفو" کا ترجمہ "ما فضل عن الحاجة" کیا یعنی ضرورت سے زائد۔ ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو مال انسان کی ضرورت سے زائد ہو اس کا خرچ کرنا آسان ہوتا ہے اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ "سہولت" اور زیادت عن الحاجۃ میں کوئی فرق نہیں۔ دراصل اس آیت کریمہ کا مفادیہ ہے کہ جس مال کے تم محتاج ہو اگر اسے خرچ کرو گے تو خود محتاج ہو کر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ گے۔ لہٰذا ایسا نہ کرو۔ حدیث شریف میں اسی کی تائید وارد ہے۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الصدقة عن ظهر غنى" "صدقہ ایسی چیز کا ہو جو ضروریات سے زائد ہے"۔ کیونکہ اسی میں انسان کے لئے سہولت ہے۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ جو کچھ بھی ضرورت سے زائد ہو، وہ سب خرچ کرو، اسی لئے قرآن میں لفظ "عفو" ہے "کل عفو" نہیں۔

ہاں غلبہ زندگی کی وجہ سے اگر کوئی زاہد مومن ضرورت سے زائد کل مال بلکہ اپنی ضرورت کو بھی پس پشت ڈال کر سارا مال راہ خدا میں قربان کر دے تو یقیناً موجب فضیلت ہے۔ بشرطیکہ ایسا کرنے والا خود محتاج ہونے کی وجہ سے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حشر میں اہل بیت نبوت اور مہاجرین وانصار کی تعریف میں فرمایا" و يؤثرون على انفسهم و لو كان بهم خصاصة" یعنی وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔ نیز جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر اپنا سارا مال پیش کر دیا تھا جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ما ابقيت لاهلك يا ابا بكر؟" "اے ابوبکر! تم نے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟" تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "ابقيت لهم الله و رسوله" حضور! میں نے ان کے لئے صرف اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھا۔" لیکن اسے فرض نہیں کہا جا سکتا۔ اگر یہ فرض ہوتا تو جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے کچھ مال پیش کیا خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے آدھا مال اپنے اہل وعیال کے لئے باقی رکھا۔ وہ سب حکم خداوندی "قل العفو" کے بموجب نافرمان اور گنہگار قرار پائیں گے۔

بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ پر بھی حرف آئے گا کہ حضور ﷺ نے انہیں ہدایت نہیں فرمائی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ثابت ہوا کہ مدعیان سوشلزم کا "قل العفو" اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلبہ زہد سے سوشلزم کو ثابت کرنا محض دھوکہ دہی اور فریب ہے۔

مساوات سے مراد یہ ہے کہ ہر مستحق آدمی کو اس کے استحقاق کے مطابق اس کا حق ادا کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک ہی قسم کے متعدد مستحقین کی ادائیگی حقوق مساوی طور پر نہ ہو، ان میں کمی بیشی اسلامی مساوات کے خلاف ہے۔ مثلاً ایک شخص کے چار لڑکے، دو لڑکیاں اور دو بیویاں ہیں۔ اس شخص کی میراث میں جو حصہ لڑکیوں کا ہے وہ لڑکیوں کو مساوی طور پر دیا جائے گا اور جو حصہ بیویوں کا ہے وہ دونوں بیویوں پر برابر تقسیم ہوگا لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ لڑکوں، لڑکیوں اور بیویوں میں سے ہر ایک کا حصہ برابر ہو۔ قرآن مجید کی واضح نصوص اس مساوات کے ثبوت میں موجود ہیں اور بے شمار احادیث اس مفہوم میں ناطق ہیں۔ یہ وہ مساوات ہے جو انسان کی عقل سلیم اور طبع مستقیم کا مقتضی ہے اور اسی مساوات کا داعی نظام مصطفیٰ ہے۔

تجارت:

تجارت کے معنی ہیں اصل مال میں نفع حاصل کرنے کے لئے تصرف کرنا اور بیع کے معنی قیمت والا مال دے کر قیمت لینا، قرآن مجید میں مسلمان تاجر کی شان میں سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله" سوداگری اور خرید و فروخت ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی" یعنی وہ تجارت اور بیع و شرا میں احکام خداوندی کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں اور خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔

تجارت و بیع کے بھی کئی اقسام ہیں اور ہر قسم کے لئے قرآن کریم اور حدیث نبوی میں بے شمار احکام وارد ہیں ان کی تفصیلات اس وقت بیان نہیں کی جا سکتیں۔ صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ دیانت و صداقت اسلامی تجارت کی روح رواں ہے۔ سنن ابی دارمی میں ہے:" التاجر الصدوق مع النبيين " "سچا تاجر قیامت کے دن نبیوں کے ساتھ ہوگا" افسوس کہ اس دور میں تجارت بھی اکثر و بیشتر غیر اسلامی اصولوں پر ہو رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے نظام مصطفیٰ کے تحت لایا جائے۔

زراعت:

زراعت کے معنی ہیں کھیتی باڑی کرنا اور مختلف اجناس کا غلہ اگانا سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" كلوا من ثمره اذا

ثمرہ واتوا حقه یوم حصادہ" "کھاؤ اس کے پھل سے جب وہ پھل دار ہو اور کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پھلوں اور کھیتی کے نعمت ہونے کا اظہار فرمایا اور شکر نعمت کے طور پر اس کی پیداوار سے عشر ادا کرنے کا حکم دیا۔

زراعت کو ملکی معیشت میں جو مقام حاصل ہے، تشریح بیان نہیں۔ انسانی زندگی کسان کی کارکردگی کی مرہون منت ہے کسان کی حوصلہ افزائی زرعی پیداوار کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

زراعت کا شعبہ بھی بڑا وسیع ہے بے شمار احکام اس کے متعلق ہیں جو کتاب وسنت اجماع امت اور قیاس وتعامل سے ماخوذ ہیں اور نظام مصطفیٰ میں وہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

مزدوری:

بدلے پر کام کرنا مزدوری ہے۔ قرآن پاک کی سورہ قصص میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا مقولہ مذکور ہے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا "ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا" "میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں ہمارے جانوروں کو پانی پلانے کی مزدوری دے" اس آیت سے واضح ہوا کہ مزدور کے طلب کرنے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دی جائے۔ مزدوری کا پیشہ نہایت معزز پیشہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کو آٹھ سال مزدوری پر بکریاں چرانے کی پیشکش کی۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے کسب سے اور محنت کر کے بسر اوقات فرماتے تھے۔

قرآن مجید کی روشنی میں مزدور کو قوت محنت اور امانتداری کے ساتھ کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جیسا کہ سورہ قصص میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا مقولہ اپنے والد ماجد سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں مذکور ہے "ان خیر من استاجرت القوی الامین" "بے شک بہترین مزدوری کرنے والا وہ ہے جو طاقتور (محنت کش) اور امانت دار ہو"

آجر کو بھی مزدور کے ساتھ شفقت اور اس کی محنت کی قدر دانی کا حکم دیا گیا ہے۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا کرو۔"

آج دنیا میں ہر طبقے سے زیادہ مزدور کی تعداد پائی جاتی ہے۔ اگر مزدور محنت وقوت اور امانتداری کے ساتھ کام نہ کریں نیز آجر کی طرف سے مزدور کے حقوق کا تحفظ نہ ہو اور اس کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے تو ملک کا تمام کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے۔ لہٰذا آجر اور اجیر دونوں کا فرض ہے کہ وہ ہدایات ربانی پر عمل کریں۔

مزدوری اور اجرت کا باب بھی بڑا وسیع ہے اور نظام مصطفیٰ اس کے بھی ہر پہلو پر حاوی ہے۔

تعلیم:

اسلام نے علم کو سب سے اعلیٰ مقام دیا ہے۔ علم ہی ایمان وعمل کی بنیاد اور فضیلت کا معیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا: "و علم ادم الاسماء کلها" اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کل اسماء کا علم دیا۔ نیز سورہ زمر میں ارشاد فرمایا "قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے۔" ایک اور جگہ سورہ طٰہٰ میں فرمایا: "قل ربی زدنی علما" آپ کہیئے اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا۔" بے شمار احادیث بھی علم کی فضیلت میں وارد ہوئیں۔

تعلیم سے مراد انسان کو زیور علم سے آراستہ کرنا ہے۔ علم اگرچہ فی نفسہٖ محمود ہے مذموم نہیں، لیکن اپنے متعلق کے اعتبار سے اس میں برائی کا پہلو بھی نکل آتا ہے۔ جیسے برائی کا سکھانا برائی ہے اور اچھائی کا سکھانا اچھا۔

اسلام خدا کی معرفت ومحبت، تقویٰ وطہارت اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اولین وآخرین اور جملہ حقائق کائنات کے علوم موجود ہیں۔ آج تک جس قدر علوم مروج ہیں سب کا منبع قرآن کریم ہے۔ لیکن علوم قرآن کا انداز یہ ہے کہ ہر علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس لئے معرفت خداوندی کے مقصد کو باقی رکھتے ہوئے ہر علم کا حصول قرآنی مقاصد کے عین مطابق ہے۔ اسلامی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے۔ لیکن انگریز نے اپنے دور حکومت میں اس مقصد کو ختم کرنے کی کوشش کی اور ایسا نصاب تعلیم رائج کیا جس کے ذریعے خدا پرستی کی جگہ خالص مادہ پرستی کا رجحان پیدا ہوا۔ اسلامی اخلاق واقدار پامال ہونے لگے اور اس تعلیم کو اپنا کر مسلمان اسلام سے دور ہونے لگے۔ چنانچہ آج تک ہمارے تعلیمی اداروں میں وہی نصاب تعلیم رائج ہے۔ اگر کسی وقت کچھ تبدیلی ہوئی بھی تو برائے نام۔ وہی لادینی نظریات اور ملحدانہ رجحانات پھیلتے جا رہے ہیں۔ پھر ایک المیہ یہ ہے کہ برائے نام تبدیلی کرنے والوں نے "سواد اعظم" کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا۔ ان کے اسلاف کرام کے زریں علمی وعملی مجاہدانہ کارناموں کا تو ذکر ہی کیا، ان کے نام تک کو صفحہ قرطاس پر لانا گوارا نہ کیا بلکہ تاریخی

حقائق کو بے دردی سے مسخ کر کے جن لوگوں نے انگریزوں سے جہاد ناجائز ہونے کے فتوے دیئے تھے انہیں مجاہد بنا کر دکھایا گیا اور اصل مجاہدین کا ذکر تک نہ کیا گیا۔ "نظام مصطفیٰ" اس تعلیم میں بنیادی تبدیلی کا داعی ہے۔ وہ ایسی تعلیم کا علم بردار ہے جس کے ذریعے ہماری نسل اسلامی روح سے آشنا ہو۔ اس کے اخلاق و اعمال اسلامی سانچے میں ڈھل جائیں۔ خدا کی ہستی پر کامل ایمان کے ساتھ تمام اسلامی عقائد و اعمال کا انہیں صحیح علم حاصل ہو۔ تاریخی حقائق اور اپنے اسلاف کرام کے مجاہدانہ اور علمی و عملی کارناموں سے واقف ہوں اور ان کے نقش قدم پر چل کر پاکستان اور ملت اسلامیہ کی صحیح خدمت انجام دے سکیں۔

علماء سوء:

حدیث شریف میں علماء سوء یعنی بدترین عالموں کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ امام بیہقی نے بروایت مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا "ایسا زمانہ آئے گا جس میں ایسے عالم بھی ہوں گے جو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ انہیں سے فتنہ نکلے گا اور انہیں کی طرف لوٹ جائے گا"۔

اس حدیث پاک کا مصداق وہی علماء ہیں جو سبیل مومنین اور سلف صالحین، آئمہ مجتہدین کے منہاج سے روگردانی کر کے اپنی ناقص رائے اور "نام نہاد اجتہاد" سے کام لے کر، دین میں فتنے پیدا کریں گے۔ دنیا کے بدلے دین بیچیں گے۔ ان کے ذہن میں ہر وقت اقتدار کی کنجیوں کا تصور ہوگا۔ یہی لوگ نظام مصطفیٰ کی راہ میں سنگ گراں ہوں گے لیکن اگر سواد اعظم منظم ہو کر مستحکم ہو جائیں تو یہ بھاری پتھر ان کی طاقت کے سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے اور ان کے تمام فتنے انہی کی طرف لوٹ جائیں گے۔

پسندیدہ حاکم:

نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے حاکم بھی ایسے ہونے چاہیئے جو اپنی پسندیدہ صفات کی بنا پر عوام میں مقبول اور پسندیدہ ہوں۔

ترمذی شریف میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان وارد ہے "کیا میں تمہیں بہترین اور بدترین حکام کی خبر نہ دوں؟" صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ ضرور ہمیں خبر دیجیے۔ فرمایا "بہترین حاکم وہ ہے جن سے تم محبت کرو، بدترین حاکم وہ ہے جن سے تم بغض رکھو، وہ تم سے بغض رکھیں تم ان پر لعنت کرو وہ تم پر لعنت کریں۔"

نظام مصطفیٰ کے دامن میں انہی حکام کے لئے گنجائش ہے جو اس حدیث پاک کی روشنی میں بہترین ہوں، ورنہ بدترین حکام کے لئے حدیث پاک کی روشنی میں نظام مصطفیٰ میں کوئی گنجائش نہیں۔

حرمت مومن:

کثرت جرائم کے اس دور میں بے گناہ مسلمانوں کے قتل کی وارداتیں کس سے پوشیدہ نہیں۔ اسلام نے مسلمان کے خون کو بڑا محترم قرار دیا ہے۔ قرآن و حدیث میں قتل ناحق کی سخت مذمت اور اس پر وعید شدید وارد ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا "اے کعبہ تو بڑی عزت و حرمت والا ہے" والذی بعث محمد بیدہ لحرمۃ المومن اعظم عند اللہ حرمۃ منک "قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد رسول اللہ کی جان پاک ہے یقیناً مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے کہیں زیادہ ہے"۔

اسی طرح ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بھی خانہ کعبہ کو دیکھ کر یہی فرمایا کہ "اے کعبہ! بے شک اللہ کے نزدیک تیری بڑی عزت و حرمت ہے، لیکن مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔"

اس دور میں مسلمان کا خون جس بے دردی سے بہایا جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اسے لالچ دے کر خودکشی پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ اسلامی احکام کی روشنی میں کس قدر گناہ عظیم ہے۔ یہی حال مسلمان کے مال اور اس کی عزت و آبرو کا ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لاکھ صحابہ کے مجمع میں ارشاد فرمایا "مسلمان پر مسلمان کا مال ناحق اور اس کی ہتک عزت حرام اور سخت گناہ ہے۔" نظام مصطفیٰ کی ترویج کے بغیر مسلمان کی جان، مال، عزت و آبرو سب معرض خطر میں ہے۔

نظام مصطفیٰ کا فوری نفاذ:

سواد اعظم اہل سنت ملک میں فوری طور پر نظام مصطفیٰ کا نفاذ چاہتی ہے۔ کسی کا یہ کہنا کہ نظام مصطفیٰ کا فوری نفاذ ممکن نہیں قطعاً غلط اور نظام مصطفیٰ کے خلاف نفرت پھیلانا ہے۔ اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فوری نفاذ میں کوئی دشواری نہیں۔ اس مسئلہ میں یہ سمجھنا کہ مسلمان نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں لہٰذا صلوٰۃ و زکوٰۃ کا نظام نافذ ہے۔ صحیح نہیں کیونکہ نفاذ کے معنی یہ

نہیں کہ جس کا دل چاہے خود بخود نماز پڑھ لے اور زکوٰۃ ادا کر دے۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ تارک صلوٰۃ و زکوٰۃ کے لئے سزا مقرر کر دی جائے اور بلا امتیاز ہر ایک کیلئے یہ قانون نافذ ہو۔ اسی طرح حکومت کی سطح پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکی کے کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے روکنے کا محکمہ قائم کر دیا جائے اور اس کی تعمیل نہ کرنے والوں کو سزائیں دی جائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حج میں فرمایا" الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور" " وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قوت و سلطنت عطا فرمائیں تو وہ نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کو انجام دیں"

اس حکم قرآنی میں صاحب قوۃ نافذہ کے لئے جس خوبی کے ساتھ دین برپا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کے سامنے ہے جو لوگ زمام اقتدار ہاتھ میں لے کر نظام مصطفیٰ کے نفاذ میں تساہل کریں گے انہیں قرآن مجید میں سورہ مائدہ کی وعیدیں سامنے رکھنی چاہیئں۔

" ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون " جن کا خلاصہ یہ ہے کہ" اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنیوالے کافر ہیں، ظالم ہیں، فاسق ہیں"

میں سواد اعظم اہل سنت سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے میدان عمل میں آجائیں

واضح رہے کہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی صورت میں فقہ حنفی کو اختیار کرنا ضروری ہے، کیونکہ پاکستان کے رہنے والے جمہور مسلمان حنفی المذہب ہیں۔ نیز حنفی فقہ اپنی وسعت اور جامعیت کے لحاظ سے ہر طبقے کے انسانوں کی تمام ملکی ضرورتوں کے لئے نہایت مناسب اور موزوں واقع ہوئی ہے۔ انگریزی حکومت قائم ہونے کے بعد بھی ہندوستان میں یہی فقہ حنفی رائج رہی ہے۔ ماضی میں بھی اسلامی سلطنتیں فقہ حنفی کی پابند رہی ہیں۔ خاندان سلجوق، سلاطین ترکی محمود غزنوی، نور الدین زنگی، سب فقہ حنفی اور اس کے قانون کے پابند تھے۔ خلافت عباسیہ کے مایہ نور چشم و چراغ خلیفہ ہارون رشید کی وسیع سلطنت بھی حنفی اصول پر قائم تھی۔ اس عالمگیر حدود مملکت میں فقہ حنفی کے امام ثانی امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ عدلیہ کے چیف جسٹس رہے۔

پاکستان کے ملکی قانون میں فقہ حنفی کی قید لگنے سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی غلط تشریح کر کے الحاد اور بد مذہبی کو ملکی قانون میں شامل کرنے کا راستہ ہمیشہ کے لئے مسترد ہو جائے گا۔

رہا یہ سوال کہ پاکستان میں رہنے والے غیر حنفی فرقوں کے مذہبی معاملات، کیونکر طے ہوں گے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر حنفی حضرات جن مسائل میں فقہ حنفی سے اختلاف رکھتے ہیں ان تمام مسائل و معاملات میں انہی کے مذہب کے قاضی مقرر کئے جا سکتے ہیں جو ان مخصوص مسائل و معاملات میں اپنی اپنی فقہ کے مطابق پیش آمدہ مقدمات کا فیصلہ کریں لیکن ملکی قانون وہی ہونا چاہیئے جو ملک کے جمہور مسلمانوں اور سواد اعظم کا مسلک ہے۔

سنت کا مفہوم:

لفظ "سنت" کی تشریح میں علماء محدثین وفقہاء کرام اور علماء اصولیین نے جو مخصوص اصطلاحات مقرر فرمائی ہیں اپنے اپنے مقام پر وہ سب درست ہیں، " لکل ان یصطلح بما شاء " "لیکن سلف صالحین نے لفظ سنت کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ سب کو شامل ہے۔ علامہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ جامع العلوم والحکم میں فرماتے ہیں:

"سنت کے معنی ہیں الطریق المسلوک، جس سے مراد وہ راستہ ہے جو دین میں چلنے کے لئے مقرر کیا گیا ہو"۔

سنت بدعت کا مقابل ہے۔ جیسا کہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "لوگوں نے کوئی بدعت پیدا نہیں کی مگر اس کی مثل سنت اٹھالی گئی۔" سنت کے ساتھ بدعت کا جمع نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ سنت بدعت کی ضد ہے۔ "الاشیاء تعرف باضدادھا" "چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں"۔ لہٰذا بدعت کی وضاحت سے سنت کے معنی اچھی طرح واضح ہو جائیں گے۔ بدعت وہ ہے جس کی اصل شریعت میں نہ ہو۔ معلوم ہوا جس چیز کی اصل شریعت میں پائی جائے وہ سنت ہے اور اس کے مفہوم میں وہ سب امور شامل ہیں جو شروع میں ثابت الاصل ہیں۔ خواہ ان کی ہیئت کذائیہ خیر القرون میں نہ پائی جائے جیسے تراویح با جماعت کا التزام، تراویح میں ختم قرآن وغیرہ، نبی کریم ﷺ نے اپنی اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت کو دین میں چلنے کا راستہ قرار دیا اور فرمایا علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین "اس لئے وہ طریق مسلوک ان سب امور کو شامل ہوگا جو حضور ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین کے اعتقادات و اعمال اور

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ابتدائیہ:

صدر محترم! حضرات علمائے کرام ومشائخ عظام اور جملہ حاضرین کرام و برادران اہل سنت، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس عظیم الشان تاریخ ساز آل پاکستان سُنّی کانفرنس میں آپ کی شرکت اور تشریف آوری پر نہایت ادب واحترام کے ساتھ میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں اور کمال فرحت ومسرت کے ساتھ آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ حضرات نے اس بے مثال سنی کانفرنس کے ساتھ جو تعاون فرمایا اور اپنی تشریف آوری سے اس کانفرنس کی رونق بڑھائی، میں اس پر آپ کا تہہ دل سے ممنون و متشکر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ کانفرنس اس پر آشوب دور میں اسلام کی سربلندی، مسلک اہل سنت کے تحفظ، پاکستان کے استحکام اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے سنگ میل ثابت ہو۔ آمین

اس نازک دور میں کمیونزم اور سوشلزم جیسے لادینی فتنوں کا سیلاب اُمڈتا چلا آرہا ہے، نیز جماعت اہل سنت اور مسلک اہل سنت کے خلاف خوفناک سازشیں کی جارہی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ پاکستان کے خلاف بھی منصوبے بنائے جارہے ہیں وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کہ سارے ملک کے سُنّی حضرات اپنے اسلاف کی سابقہ روایات کے مطابق اپنے دین و مذہب اور ملک وملت کے تحفظ وسلامتی اور نظام مصطفیٰ کی ترویج کے لئے پوری طرح منظم اور مستحکم ہوکر ان تمام فتنوں کو ناکام بنادیں۔

بزرگان محترم! کل پاکستان کے سنیوں کی یہ عظیم اور تاریخی کانفرنس صرف مذہبی بنیادوں پر منعقد ہورہی ہے، سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں نہ اس کی بنیاد فرقہ واریت پر ہے۔ آپ سب حضرات کسی گروہی تعصب یا سیاسی غرض کو لے کر نہیں آئے، بلکہ آپ سب حضرات محض سُنّی ہونے کی حیثیت سے تشریف لائے ہیں۔ جماعت اہل سنت جس کے پلیٹ فارم پر یہ کانفرنس منعقد ہورہی ہے خالصتاً مذہبی جماعت ہے۔ اس کے اغراض ومقاصد اور منشور کا خلاصہ صرف اسلام کی سربلندی، مسلک اہل سنت کا تحفظ اور مذہبی بنیادوں پر سنیوں کی تنظیم وتبلیغ ہے۔

نظریہ پاکستان کی حفاظت اور پاکستان میں نظام مصطفیٰ کی جدوجہد اور اسی بنیاد پر پاکستان کا استحکام جماعت اہل سنت کا نصب العین ہے۔ اس ضمن میں اسلام اور نظام مصطفیٰ سنت وجماعت کا مفہوم، اہل سنت کا تشخص اور نظریہ پاکستان اور اس کے استحکام کے عنوانات پر مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔

اسلام اور نظام مصطفیٰ

اسلام دین فطرت ہے۔ قال اللہ وتعالی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمونo

اللہ تعالیٰ کے دین کو لازم پکڑو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اس کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ" (الحدیث)

"ہر بچہ فطرت یعنی دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اسے یہودی بنالیں یا نصرانی یا مجوسی بنالیں"۔

دین فطرت ہی انسانی فطرت کے تقاضوں کو پورا کرسکتا ہے۔ انسانی فطرت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلقت وجبلت کے جس بنیادی نقطے پر پیدا کیا ہے۔ اس نقطے سے انحراف نہ پایا جائے۔ مثلاً بہیمیت یا سبعیت (حیوانیت یا درندگی) اس پر غالب نہ ہو یعنی انسان فطرت سلیم پر قائم ہو۔ ایسی صورت میں انسان کی فطرت سلیمہ جس چیز کو پسند کرے گی یقیناً وہ وہی چیز ہوگی جو اسلام میں پسندیدہ ہے۔

بنی نوع انسان میں جتنے افراد سلیم الفطرت پیدا ہوئے بلا تخصیص سب نے اسلام کی پسندیدہ چیزوں کو پسند کیا اور جن چیزوں کو اسلام نے ناپسندیدہ قرار دیا ان سب نے ان تمام چیزوں کو قبیح اور ناپسندیدہ مانا۔

اسلام کے پیش کردہ نظام سے اگر کسی شخص نے کسی وقت روگردانی کی خواہ وہ روگردانی کرنے والے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلامی نظام میں کوئی خرابی تھی یا وہ قابل عمل نہ تھا بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اسلامی نظام سے روگردانی کرنے والوں کی فطرت سلیمہ پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوچکا تھا اس لئے وہ اس پر عمل کرنے سے منحرف اور گریزاں رہے۔

ادنیٰ شعور رکھنے والا شخص بھی اتنی بات سمجھ سکتا ہے کہ اگر کسی وقت عام طور پر لوگ نیکی کرنا چھوڑ دیں اور جان بوجھ کر برائی اختیار

اقوال سے ثابت ہوں۔ سلف صالحین قدیم زمانے سے اسی معنی پر لفظ سنت کا اطلاق کرتے تھے۔ (ملخص از جامع العلوم والحکم)

اس بیان سے سنت کے معنی اچھی طرح واضح ہوگئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین ﷺ کے اعتقادات اور اعمال واقوال سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ سب سنت ہے۔

جماعت کا مفہوم:

سنت کے بعد لفظ جماعت کا مفہوم بھی سمجھ لیجیے۔ امام کی قیادت میں منظم مسلم قوم جماعت ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے "ید اللہ علی الجماعۃ" اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ ابوداؤد و ترمذی کی حدیث مرفوع "ما انا علیہ و اصحابی" بھی سنت و جماعت کے مفہوم کو شامل ہے۔ لفظ ما انا علیہ سنت اور لفظ واصحابی سے جماعت کے معنی مفہوم ہوتے ہیں اور آیت کریمہ" والذی اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ" کی روشنی میں تابعین بھی جماعت کے معنی میں شامل ہیں۔

اسی بنا پر علماء اُمت کی اصطلاح میں گروہ صحابہ وتابعین کو جماعت کہتے ہیں نیز شرح شرح العقائد وغیرہ کتب عقائد میں اس کی تصریح موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ وخلفاء راشدین ﷺ کے مقدس دامن سے وابستہ ہوکر ان کے اعتقادات اعمال و اقوال سے تمسک کرنے والے اور ان سے ثابت شدہ امور کو سنت ماننے والے مسلمان اہل سنت و جماعت ہیں۔ یہ مقدس گروہ عہد رسالت سے لے کر آج تک سواد اعظم کی حیثیت سے چلا آرہا ہے جس کے ثبوت میں بے شمار احادیث وارد ہیں۔ البتہ بطور امتیاز یہ لقب (اہل سنت و جماعت) حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ کے دور میں 300ھ سے شروع ہوا۔

تشخص اہل سنت:

اس تحقیق کے بعد میں عرض کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین کے عقائد واعمال اور اقوال کا منبع قرآن و حدیث ہے۔ توحید و رسالت اور جملہ ضروریات دین پر مشتمل عقائد سب قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ اسلامی افعال واعمال اور اسی طرح ان مقدسین کے جملہ دینی اقوال سب قرآن وحدیث ہی سے مستنبط ہیں۔

اعمال واقوال تو امور ظاہرہ سے ہیں لیکن عقائد باطنی امور سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن پر وحی الٰہی اور الہام خداوندی کے بغیر مطلع ہونا ممکن نہیں۔

منافقین کا گروہ اقوال واعمال کے اعتبار سے مؤمنین کے ساتھ شامل تھا لیکن ان کے اعتقادات اور قلبی امور کا حال قرآن و حدیث کی روشنی میں سب کو معلوم ہے۔ اس لئے صرف اقوال واعمال کو ایمان کا معیار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی حکمت کی بنا پر جس طرح اقوال واعمال کو عقائد کی بنیاد پر قائم کیا گیا بالکل اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت اور تعظیم وتوقیر کو عقائد کی بنیاد بنایا گیا۔ مومن ومنافق کے درمیان یہی چیز حد فاصل اور امتیازی نشان کی حیثیت رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں کسی جگہ منافق کے لئے عشق ومحبت اور تعظیم وتوقیر رسالت کا ذکر نہیں آیا اس کے برعکس منافق کی توہین وتنقیص رسالت اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی بجائے نفرت اور آنحضرت ﷺ سے بعد کا ذکر منافقین کے حق میں وارد ہے۔ سورۃ نساء میں ہے" و رایت المنافقین یصدون عنک صدودا" آپ منافقین کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ آپ سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ دوسری جگہ سورۃ منافقون میں منافقین کا مقولہ بیان فرمایا" لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الا عز منھا الاذل " یعنی اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے بڑی ذلت والے کو مدینے سے نکال دے گا۔

منافقین نے مؤمنین کے گروہ کو بڑی ذلت والا کہا اور گروہ مومنین میں خود رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے شامل ہیں۔ اس مقولہ میں "اعز" کے مقابل "اذل" مذکور ہے۔ منافقین نے لفظ مومنین اور لفظ رسول کی تصریح کئے بغیر سب کو لفظ "اذل" سے تعبیر کر کے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی جیسا کہ ہر چھوٹی بڑی مخلوق کو خدا کے سامنے چوڑے چمار سے زیادہ ذلیل کہنے والے نے مومنین ورسل کرام کی تصریح نہیں کی۔ لیکن اس کے عموم میں تمام مومنین کا شامل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مومن کو منافق سے ممتاز کرنے والی چیز صرف عشق ومحبت اور تعظیم وتوقیر نبوی ہے۔

منافقین کے برخلاف مومنین کی شان یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں نہایت کثرت کے ساتھ ایمان والوں کیلئے محبت اور تعظیم وتوقیر رسالت کا ذکر وارد ہے۔

سورۃ توبہ میں ارشاد فرمایا: پیارے حبیب! فرما دیجیے (ایمان والو) اگر تمھارے باپ، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھاری بیبیاں اور تمھارے پسندیدہ مکان یہ سب چیزیں تمھیں اللہ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا

حکم یعنی عذاب لائے۔ اور اللہ نافرمانوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

اس آیت کریمہ میں " احب الیکم من اللہ و رسولہ " کے الفاظ محبت رسول اللہ ﷺ کو عذاب الٰہی سے بچنے کا ضامن اور ایمان کی روح قرار دے رہے ہیں۔ نیز سورہ شوریٰ میں ارشاد خداوندی وارد ہے "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ الآیۃ" آپ فرما دیجئے میں اس (تبلیغ و رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا (بجز محبت ذوالقربیٰ کے) آل پاک کی محبت عین محبت رسول ﷺ ہے۔ جس کی طلب کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے اس محبت کی عظمت شان کا اظہار فرمایا ہے۔

سورہ احزاب میں ازواج مطہرات کو مخاطب فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا" و ان کنتن تردن اللہ و رسولہ و الدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجراً عظیما" اور اگر تم اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں نیکی کرنے والیوں کیلئے اجر عظیم تیار کیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی چاہت اور محبت پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا جو محبت رسول ﷺ کے لئے کمال عظمت و اہمیت کی دلیل ہے۔

اہل مدینہ اور کل انصار و مہاجرین کے لئے سورہ توبہ میں ارشاد خداوندی نازل ہوا کہ مدینے والوں اور مہاجرین وانصار کو ہرگز لائق نہیں کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔ یعنی اپنی جانوں کو حضور ﷺ کی جان پاک پر فدا کر دیں۔ یہ کمال محبت رسول ﷺ ہے۔

اس آیت کریمہ کے مضمون سے متفق علیہ حدیث کے مضمون کی واضح تائید ہوتی ہے حضرت انسؓ سے صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین " اور صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں " من نفسہ " کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ یعنی تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے اور اس کی اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ" حضور آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں سوائے میری جان کے تو حضور ﷺ نے فرمایا جب تک میں کسی کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں وہ ہرگز کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا" حضور! اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا آپ میری جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ"اب تمہارا ایمان کامل ہوا" معلوم ہوا کہ ایمان کی بنیاد حُب رسول ﷺ ہے۔ بے شمار احادیث صحیحہ سے یہ مضمون ثابت ہے بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

اس کے بعد تعظیم و توقیر کی طرف آئیے۔ سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کے رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح شام۔ اس آیت کے مضمون کا تعلق بھی مومنین سے ہے۔ منافقین سے نہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح ہوا کہ ایمان اور انفاق کے درمیان حد فاصل رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم و توقیر ہے۔

رہا یہ امر کہ محبت و تعظیم کا تعلق قلب سے ہے۔ اس کا اظہار بھی قول و عمل ہی سے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ "فاتبعونی "ظاہر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اقوال و اعمال علامت محبت نہیں ہوتے، ورنہ منافقین بھی اہل محبت میں شامل ہو کر مومن قرار پائیں گے۔ منافقین نے ہمیشہ ایمان اور محبت کے دعوے کے ساتھ ساتھ ظاہری اقوال و اعمال پر زور دیا مگر محبت کی کوئی صحیح علامت ان میں نہیں پائی گئی۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں اور دیگر علمائے اعلام نے حضور ﷺ کی محبت کی علامات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور کا نام پاک سنتے ہی خشوع اور خضوع کی کیفیت طاری ہو جانا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و محاسن کر خوش ہونا اور سننے والے پر خوشی و مسرت کے آثار ظاہر ہونا، حضور ﷺ کے محبین اور آل و اصحاب سے محبت کرنا۔ حضور ﷺ کی لقاء کا مشتاق ہونا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی شہر، بلکہ ہر اس چیز سے جس کی نسبت ذات مقدسہ سے ہے، محبت کرنا ہر حال میں اپنے آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت میں جاننا، بلکہ اپنی جان کو حضور ﷺ کی ملک سمجھنا، حضور ﷺ کے ساتھ محبت کی علامات ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں آپ کی محبت کی عظیم ترین علامت یہ ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ میں کوئی عیب نہ دیکھے اور سننے والے کا کان حضور پاک کا کوئی عیب نہ سنے۔ محبت والی آنکھ محبوب میں کوئی عیب نہیں دیکھ سکتی۔ اور محبت والا کان محبوب کا کوئی عیب نہیں سن سکتا۔ مسند احمد، ابوداؤد اور تاریخ بخاری میں مرفوع حدیث وارد ہے۔ "حبک الشئی یعمی و یصم "یعنی محبت، محبوب کا عیب دیکھنے سے آنکھ کو اندھا اور کان کو بہرا کر دیتی ہے۔

بے شک حضور ﷺ کی اطاعت اور اتباع آپ کی محبت کی قوی دلیل ہے لیکن صرف ظاہری قول وعمل اس کے لئے کافی نہیں جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ایسی صورت میں تمام منافقین حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مطیع اور متبع سنت قرار پائیں گے جو صراحۃً باطل ہے۔ معلوم ہوا کہ اطاعت اور اتباع کے معنی یہ ہیں کہ جذبہ محبت سے سرشار ہو کر محبوب کی اداؤں کے سانچہ میں ڈھل جانے اور یہ تقاضائے محبت محبوب کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے۔ محبت کے بغیر کسی کے قول وفعل کے مطابق عمل کرنا صرف نقالی ہے اتباع نہیں۔

اس تفصیل سے اہل سنت کا تشخص واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت اور تعظیم وتوقیر کی بنیاد پر طریق مسلوک فی الدین پر استقامت، سنیت کا امتیازی مقام ہے۔ تمام صحابہ، تابعین، آئمہ مجتہدین، محدثین، اولیائے کرام اور علمائے اعلام وجملہ سلف صالحین سب کا یہی مسلک تھا اور اسی لئے وہ سب اہل سنت تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی راہ مستقیم پر قائم رکھے۔ آمین۔

نظریہ پاکستان اور اس کا استحکام:

کسی پاکستانی سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ صرف اسلام ہی نظریہ پاکستان کی اساس ہے جس کا استحکام نظام مصطفیٰ کو نافذ کئے بغیر ناممکن ہے۔

قائداعظم اور قائد ملت نوابزادہ لیاقت علی خان کے متعلق ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ اگر ان کی زندگی وفا کرتی تو وہ ضرور نظام مصطفیٰ نافذ کر دیتے۔ قائداعظم نے بارہا اس حقیقت کا اظہار کیا کہ پاکستان کے آئین کی بنیاد صرف اسلام اور قرآن ہے۔ نوابزادہ لیاقت علی خان نے ''قرارداد مقاصد'' پیش کر کے زریں کارنامہ انجام دیا، وہ قرارداد مقاصد جسے پوری قوم ہدایت کا مینار سمجھتی ہے۔ مگر افسوس کہ قائد ملت کے بعد زمام اقتدار سنبھالنے والوں میں سے آج تک کسی نے اس ہدایت کے مینار سے روشنی حاصل نہیں۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ ہماری اس سنی کانفرنس کا پہلا دن ''یوم قائد ملت'' ہے۔ میں اپنی قوم سے مخلصانہ گذارش کروں گا کہ نوابزادہ لیاقت علی خان کے اسلامی مشن کی تکمیل کے لئے کامیاب کوشش کریں اور ارباب اقتدار سے دردمندانہ اپیل کروں گا کہ قائد ملت کے اس قائم کردہ مینار ہدایت (قرارداد مقاصد) سے روشنی حاصل کریں۔

علما اہل سنت کا کردار:

جب بھی قوم پر کوئی نازک وقت آیا اسلام ومسلمین کے تحفظ کی خاطر علماء ومشائخ اہل سنت نے سربکف میدان عمل میں نکل آئے۔

1857ء کی جنگ آزادی میں جن اکابر علماء ومشائخ اہل سنت نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا ان میں علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا احمد شاہ مدارسی اور مفتی صدرالدین آزردہ پیش پیش تھے۔ یہی وہ بزرگان دین تھے جن کی یلغار سے ایوان فرنگ میں تہلکہ مچ گیا۔ ان حضرات کا انگریز کے خلاف فتوائے جہاد صادر کرنا ہی تھا کہ انگریزوں نے انہیں سخت تکالیف پہنچانا شروع کر دیں۔ مولانا کافی مرادآبادی کو سرعام تختہ سوار پر کھینچ دیا گیا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی اور مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی کو قید کر کے جزیرہ انڈیمان (کالے پانی) بھیج دیا گیا اور ان کی حمایت کرنے والوں کو صرف اس جرم کی پاداش میں گولیوں سے بھون دیا گیا کہ انہوں نے ان پیکران حق وصداقت کا ساتھ دیا تھا۔ اگرچہ مسلمانوں کو اس تحریک آزادی میں بظاہر ناکامی ہوئی مگر آگے چل کر ان ہی مبارک ہستیوں کی قربانیاں قیام پاکستان کا باعث بنیں۔

فاضل بریلوی اور دو قومی نظریہ:

تحریک ترک موالات کے پردے میں ''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کا نعرہ لگانے والوں نے جب ہندو مسلم اتحاد اور باہمی مودت واشتراک کا ڈھونگ رچا کر ''ایک قومی نظریہ'' کا پرچار کیا تو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف ''المحجۃ المؤتمنہ'' کے عنوان سے ایک تاریخی فتویٰ جاری فرما کر اس گمراہ کن نظریئے کا رد بلیغ فرمایا اعلیٰ حضرت کے طویل فتویٰ کا خلاصہ یہ ہے۔

''ہندو کی غلامی، مسلمان کے لئے انتہائی بے غیرتی ہے۔ ہندو ناپاک ہے مسلمان پاک، ان دونوں کا آپس میں اتحاد واشتراک عمل کیونکر ہو سکتا ہے۔''

اعلیٰ حضرت نے اس فتویٰ میں نہایت حسن وخوبی اور جامعیت کے ساتھ ''دو قومی نظریہ'' پیش فرمایا اور اسی نظریے کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا۔

بنارس سنی کانفرنس:

ہندو کے ساتھ اتحاد عمل رکھنے والے ''ایک قومی نظریے'' کی حمایت اور قیام پاکستان کی مخالفت میں سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ اسی بناء پر وہ ''قائداعظم اور ''مسلم لیگ'' کے بھی سخت مخالف تھے۔

اس نازک مرحلے پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دیئے ہوئے "دو قومی نظریئے" کو لے کر علماء مشائخ اہل سنت اپنے بزرگوں کی سابقہ روایات کے مطابق میدان میں نکل آنے اور قیام پاکستان کی حمایت کے لئے 1946ء میں انہوں نے بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس کے سرپرست امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث کچھوچھوی، ناظم اعلیٰ صدر الا فاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور اس کے روح رواں حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی و مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، علامہ سید ابوالبرکات اور مفتی ظفر علی نعمانی تھے۔ حضرت پیر بھر چونڈی کی معیت میں فقیر بھی اس تاریخی کانفرنس میں حاضر تھا۔ اس کانفرنس میں پانچ ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ اہل سنت نے شرکت فرما کر مطالبہ پاکستان کی زبردست حمایت کی اور برصغیر پاک و ہند کے دور دراز علاقوں کا طویل دورہ کر کے قوم میں بیداری کی لہر دوڑا دی۔ سب نے قائد اعظم کی آواز پر لبیک کہہ کر مسلم لیگ کی حمایت کے لئے شب و روز کام کیا۔ بالآخر پاکستان کی صورت میں ایک عظیم اسلامی مملکت دنیا کے نقشے پر ابھر آئی۔

تحریک ختم نبوت:

تحریک ختم نبوت کا سہرا بھی اہل سنت کے سر ہے۔ آل پاکستان مجلس عمل کے صدر علامہ سید ابوالحسنات ان کے صاحبزادے مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد، مولانا محمود احمد رضوی، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا عبدالستار خان نیازی کا مرکزی کردار ان عاشقان بارگاہ نبوت کی قید و بند کی صعوبتیں، عوام اہل سنت کا سینوں پر گولیاں کھا کر شہید ہونا اور جیلوں میں جانا کسی سے مخفی نہیں۔ اس تحریک کا ایک عظیم مرکز ملتان بھی تھا جس کی مجلس عمل کی صدارت کے فرائض خود اس فقیر نے انجام دیئے۔ دیگر مکاتب فکر کے اکابر بھی اس تحریک میں شامل تھے۔ لیکن اس تحریک کی قیادت اور عوامی قوت کی سعادت سواد اعظم اہل سنت ہی کو نصیب ہوئی۔ بظاہر اس وقت کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن بالآخر مرزائیوں کا "غیر مسلم اقلیت" قرار پانا اسی تحریک کا نتیجہ ہے۔

ٹوبہ کانفرنس:

1970ء میں ایک کمیونسٹ لیڈر نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جب نام نہاد کسان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملک میں "سرخ انقلاب" لانے اور "گھراؤ جلاؤ" کی تحریک چلانے کی دھمکی دے کر ملکی امن و امان کو درہم برہم کرنے کی ناکام کوشش کی اور دوسری طرف مٹھی بھر لوگوں کی "اسلامی سوشلزم" کی گمراہ کن اصطلاح نے جلتی پر تیل کا کام کیا تو نتیجے میں علماء و مشائخ نے اپنے اسلاف کی روایات کے مطابق سرخ سامراج کو شکست دینے کے لئے دارالاسلام (ٹوبہ) میں آل پاکستان سنی کانفرنس منعقد کر کے ملت کی صحیح رہنمائی کی۔ اس تاریخی کانفرنس نے کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کا زور توڑ دیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ:

قوم کو "نظام مصطفیٰ" کا نعرہ جماعت اہل سنت نے دیا۔ یہ صحیح ہے کہ اس میں دوسری جماعتیں بھی اپنے مقاصد کو لے کر شامل ہوئیں مگر صرف اور صرف "نظام مصطفیٰ" کی بنیاد پر اس ملک گیر تحریک کو چلانا اور تائید ایزدی سے اسے کامیابی کے مرحلے پر پہنچانا سواد اعظم اہل سنت ہی کا وہ عظیم کارنامہ ہے جسے تاریخ پاکستان میں زریں حروف سے لکھا جائے۔

پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی سے قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، پروفیسر شاہ فرید الحق، ظہور الحسن بھوپالی اور مولانا محمد حسن حقانی کی زیر قیادت نظام مصطفیٰ کی یہ تحریک جس زور و شور سے اٹھی اور سارے ملک میں پھیل گئی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس ہمہ گیر تحریک میں حضرت مولانا محمد قاسم مشوری، مولانا عبدالستار خان نیازی، پیر کرم شاہ بھیروی، علامہ سید عبدالقادر گیلانی، ملک محمد اکبر ساقی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مفتی محمد مختار احمد گجراتی، مولانا حافظ محمد عالم، قاضی محمد فضل رسول اور الحاج مولانا فضل کریم، حاجی لطیف احمد چشتی اور ان کے صاحبزادے امجد چشتی، قاری عبدالحمید، مفتی محمد حسین، مولانا سید اقبال حسین صاحبان نے مجاہدانہ شان سے مرکزی کردار ادا کیا۔

جہاں تک تحریک نظام مصطفیٰ کی قوت و شدت کا تعلق ہے۔ اس کے اعتبار سے ملتان کو منفرد مقام حاصل رہا جس کی قیادت حضرت پیر طریقت مولانا حامد علی خان صاحب نے فرمائی اور موصوف کی قیادت میں تمام مقامی و مہاجر اور ہر طبقہ کے اہل سنت علماء، وکلاء، طلباء، مزدور اور تاجر وغیرہ ہم سب نے نظام مصطفیٰ کی بنیاد پر اس تحریک میں عظیم قربانیاں دیں، بہت سے لوگ شہید ہوئے اور جیلوں میں گئے بالخصوص رہتک کے جانباز اور جیالے سنیوں نے بے مثال کردار ادا کیا۔ سینوں پر گولیاں کھائیں اور جیلوں کو بھر دیا۔ سواد اعظم اہل سنت کے ان تمام مجاہدین کا یہ مثالی کردار پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

اختتامیہ:

آج ہمارا ملک بحران سے دوچار ہے۔ ایک طرف الحاد ولادینیت کا سیل رواں اسلامی اقدار کو خس وخاشاک کی طرح بہائے لئے جا رہا ہے۔ دوسری طرف تحریک پاکستان کے مخالفین نے اپنے سیاہ ماضی کی روایات دہرا کر ملک وملت اور مسلک اہل سنت کو نقصان پہنچانے میں گٹھ جوڑ کرلیا ہے۔ ان تمام سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے "بنارس" اور "دارالاسلام" ٹوبہ سنی کانفرنس کی نہج پر ملتان میں یہ "کل پاکستان سنی کانفرنس" منعقد کی گئی ہے۔

وقت کے تقاضے:

ملت کی تعمیر اور قوم کی فلاح وبہبود کے ضمن میں ہماری نظر صرف ماضی تک محدود رہی۔ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات اور پیش آنے والے مسائل کی طرف ہماری توجہ آج تک مبذول نہیں ہوئی۔ موجودہ دور کے تغیرات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم پوری علمی بصیرت سے حالات کا تجزیہ کریں حال ومستقبل کے تقاضوں کو سمجھیں اور ان کو پورا کرنے کی کامیاب جدوجہد کریں۔

علماء اہل سنت کی خدمت میں مخلصانہ گذارش ہے کہ وہ علماء سلف کی سیرت کو سامنے رکھیں۔ وہ دیکھیں کہ کس طرح علماء سابقین نے دنیوی شہرت اور مال ومنال کی طمع سے بالاتر ہوکر علوم دین کی خدمت انجام دی۔ کسی نے تجارت کرکے روزی کمائی، کسی نے کمبل اور پوستین بناکر، کسی نے مٹی کے برتن تیار کرکے، کسی نے سرکہ بیچ کر اور بعض نے جوتے سی کر اپنا پیٹ پالا اور بے لوث ہوکر علم کو پھیلایا اور اس کی نشرواشاعت کی۔ اس دور میں ان حضرات کی مثال نہیں ملتی۔ میں خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر شرمندہ ہوتا ہوں تاہم یہ ضروری ہے کہ ہر عالم دین اپنے دل میں خوف وخشیت الٰہیہ پیدا کرے اور ذاتی ودینوی مفادات سے بے نیاز ہوکر تعلیم دین کے فرائض سرانجام دے۔ سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " انما يخشى الله ن عباده العلماء اور صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان وارد ہے انا اعلمكم بالله و اخشيكم منه.

حسد اور باہمی منافرت علماء کے طبقے میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ افتراق اُمت کا سب سے بڑا سبب ہے جس کی بنیاد "انانیت" ہے۔ سنی علماء ان اولیاء کرام کے مشن کو قوم کے سامنے رکھنے کے مدعی ہیں جنہوں نے "انانیت" کو فنا کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں انہیں لازم ہے کہ وہ اپنی "انا" کو فنا کرکے آپس میں کمال محبت واخلاص کا جذبہ پیدا کریں۔

حضرات علماء مشائخ عظام جن اولیائے کرام کے سجادہ نشین ہیں، ان کے فقر وزہد، علم ومعرفت، تقویٰ وطہارت، عبادت و ریاضت، روحانیت اور خدمت خلق کو اپنائیں۔ اس کے بغیر اولیائے کرام کی نیابت اور ان کی سجادگی کا کوئی تصور پیدا نہیں ہوسکتا۔

سجادگان کرام، مال ودولت اور دینوی عزت کو اپنے عظیم منصب کا بنیادی نقطہ نہ سمجھیں، اپنے اسلاف کو دیکھیں، ان کے پاس علم و معرفت اور زہد وفقر کی دولت کے سوا کیا تھا؟ تاریخ شاہد ہے کہ امراء سلاطین زمانہ ان کی غلامی کو اپنے لئے باعث عزوشرف سمجھتے تھے۔ آپ حضرات کو بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔

قدیم وجدید ماہرین تعلیم اور دانشوران اہل سنت کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس دور میں ان کا اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ نصاب تعلیم میں اسلامی روح پیدا کریں۔ علوم جدیدہ کو اسلامی علوم قدیمہ سے ہم آہنگ کرنے کی بھرپور کوشش فرمائیں۔ اس کام میں اپنی پوری علمی بصیرت سے کام لیں۔ اس بنیاد پر قوم کے تعاون سے تصنیف وتالیف کے ادارے قائم کریں۔

اہل ثروت تاجروں، زمینداروں، امیروں اور تمام مخیّر اہل سنت حضرات کا فرض ہے کہ وہ تمام تعمیری کاموں میں مخلصانہ طور پر بھرپور مالی تعاون فرمائیں کیونکہ اس کے بغیر یہ کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔

اسلام نے انسانی معاشرہ میں عورت کو بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ نسل انسانی کی فلاح وبہبود کی ضامن عورت ہے۔ بچے کی تعلیم و تربیت کا پہلا مرحلہ آغوش مادر ہے اس کے بعد گھریلو ماحول۔ ان دونوں کے بعد مکتب یا مدرسہ ہے۔

شرم وحیا، عفت وعصمت عورتوں کے بنیادی محاسن ہیں۔ ازواج مطہرات، اہل بیت اطہار، اور خیرالقرون میں خواتین اسلام نے پردہ میں رہ کر خدا اور اس کے رسول کی رضا کے لئے اسلام کی جو بے مثال خدمات انجام دیں تاریخ اسلام ان پر شاہد ہے۔ اس لئے خواتین اہل سنت اور بنات اسلام کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ وہ اپنی سابقہ روایات کو زندہ کریں۔

اس موقعہ پر میں اپنے اہل سنت کے عزیز طلبہ کو نہیں بھول سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ طلباء پوری قوم کا متاع عزیز ہیں، ان کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ وہ بے سود ہنگامہ آرائی سے بچیں۔ تعلیم کی طرف پوری طرح متوجہ ہوں، علم وعمل کے میدان میں زبان سے زیادہ قلم میں زور پیدا کرے مسلک کی بنیاد پر اپنی تنظیم کا دائرہ وسیع کرے اور اسے بہت زیادہ مستحکم بنائیں۔

راہنمایان اہل سنت کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ سواد اعظم اہل سنت کا مکمل اعتماد آپ کو حاصل ہے۔ ہر سُنی ہر وقت آپ کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہے۔

یہ صحیح ہے کہ آپ حضرات نے اب تک اہل سنت کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی، لیکن اس کے باوجود نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ جو سُنی صاحب فراست آپ کی رفاقت میں دیانت و اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو آپ ضرور اسے اعتماد میں لیں اور ایسے سب رفقاء کار کی عقل وخرد کی روشنی میں وقت کے تقاضوں اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات کا صحیح جائزہ لیں اور پوری قوت وہمت اور کامل بصیرت کے ساتھ اہل سنت کی راہنمائی فرمائیں۔ آپ کی معمولی سی لغزش پوری جماعت اور کل سواد اعظم کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اس لئے کمال حزم واحتیاط کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھیں اور اپنی ذمہ داریوں کی اہمیت کے احساس سے کسی وقت بھی غافل نہ ہوں۔

نیز یہ کہ پاکستان بنانے والے بھی آپ ہیں، اس لئے اس کی حفاظت کا احساس سب سے زیادہ آپ ہی کو ہو سکتا ہے۔ ملک کو ایسے حالات سے بچائیے جو ملکی سالمیت کے لئے مضر ہوں۔ حکومت کے اچھے کاموں کے ساتھ تعاون کیجئے اور اس کی غلط روی پر گرفت سے ہرگز دریغ نہ فرمائیے۔ لیکن تنقید برائے تنقید کسی حال میں مفید نہیں۔

آخر میں ارباب اختیار کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اقتدار آنے جانے والی چیز ہے، اس کے نشے میں سرشار ہو کر ملک وملت کی اکثریت عظیمہ کو نظر انداز کرنا قرین مصلحت ہے نہ مقتضائے انصاف۔ میں پورے وثوق کے ساتھ ارباب حکومت سے عرض کرتا ہوں کہ سواد اعظم اہل سنت پاکستانی مسلمانوں کی اسی (۸۰) فیصد آبادی ہے۔ اگر اس کے مذہبی حقوق کو پامال کیا گیا مثلاً الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے پر کسی قسم کی پابندی لگائی گئی یا خطباء وعلماء اہل سنت کو ٹھیس پہنچائی گئی تو سواد اعظم اہل سنت ہرگز اس کو برداشت نہ کریں گے اور اس کے نتائج کی تمام تر ذمہ داری ارباب اقتدار پر ہوگی۔

میرے محترم سُنی بھائیو!

اپیل:

میں آپ سب کا ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ ملک کے گوشے گوشے میں جماعت اہل سنت کی تنظیموں کو مستحکم کیجئے ہر تنظیم کی مجلس شوریٰ کا کم از کم پندرہ روزہ اجلاس منعقد کر کے مرکز کو اس کی رپورٹ بھیجئے اور مرکز کی ہدایات وتجاویز کو عملی جامہ پہنائیے۔ مرکز سے آپ کا مستحکم رابطہ نہایت ضروری ہے۔

عہد واثق:

آپ سب اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا نظام اپنے اوپر جاری کرنے یعنی پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے اور صحیح طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کا پکا عہد کریں اور حسن اخلاق کو اپنائیں۔ اپنے مسلک اور ملک وملت کی فلاح کے لئے کسی قسم کی قربانی اور ایثار سے دریغ نہ کریں اور ہر ایک کو یہی پیغام نرمی اور حسن وخوبی کے ساتھ پہنچائیں۔ خود بھی برائی سے بچیں اور دوسروں کو بھی برائی سے بچائیں۔ آپ بھی نیکی کریں اور دوسروں کو بھی نیکی اور بھلائی کی ترغیب دیں۔ میں خود بھی آپ کے ساتھ اس عہد میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بزرگان ملت اور سُنی بھائیو! اگر ہم سب نے اس عہد کو پورا کیا اور "جماعت اہل سنت" کی تنظیم کو وسیع سے وسیع تر کرنے اور اس کے استحکام میں پوری طرح کامیاب ہو گئے تو یقین کیجئے کہ انشاء اللہ آپ کی یہ مخلص مذہبی تنظیم لوگوں کی سیاسی تنظیموں سے بہت زیادہ ملک وملت کے لئے مفید ثابت ہوگی اور "اہل سنت سواد اعظم" کی یہ خالص مذہبی جماعت پاکستان میں سب سے زیادہ عظیم طاقت بن کر ابھرے گی اور اس وقت آپ دشمنان نظریہ پاکستان کو للکار کر کہہ سکیں گے

بھاگ پرے ہٹ دشمن ملت پاکستان ہمارا ہے

اسلام زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

سید احمد سعید کاظمی

16 اکتوبر 1978

✿ ✿ ✿

انوار الاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء

از افادات عالیہ امام اہلسنت ماحی بدعت حامی سنت سلطان المناظرین فخر المتکلمین حجۃ الخلف بقیۃ السلف

حضرت مولانا قاضی محمد عبدالسبحان صاحب کھلابٹی (ہزاروی) صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ

سرزمین ہزارہ ہر دور اور ہر زمانے میں علم اور ادب کی آماجگاہ رہی۔ ایک وقت تھا کہ کہا جاتا تھا "الہزارہ کالبخارا" وہ لوگ جو آفتاب شہرت بن کر آسمان رفعت پر چمکے ان میں ایک اہم نام فخر المتکلمین علامہ قاضی محمد عبدالسبحان کھلابٹی کا ہے۔ بلاشبہ قاضی صاحب موصوف مدرسین کی سند، مناظرین کی ضرب کلیم، علماء کا ناز اور قضاۃ کا رشک تھے۔ حیات رسول پر آپ نے ایک بہت خوبصورت رسالہ رقم فرمایا۔ قارئین کے استفادہ کیلئے اسے شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔......... (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَنَزَّہَ عَنِ الشَّرِیْکِ فِی الذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَتَقَدَّسَ مِنَ النَّاسِ وَتَفَرَّد بِالْعَظْمَتِہ وَالْجَلَالِ وَاَبْدَعَ الْخَلْقَ عَلٰی اَحْسَنِ نِظَامٍ وَّ اَکْمَلَ وَاَوْدَعَ فِیْہِ مِنَ الْحَمْدِمَافَضَّلَہ الْاِنْسَانُ وَاَجْمَلَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی لِسَانِ الصِّدْقِ وَتَرْجُمَانِ الْحَقِّ ذِی الْمَقَامِالْاَسْمٰی وَ الْوَاسِطَتِہ الْعُظْمٰی مَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی الَّذِیْ ھُوَ حَقِیْقَۃُ الْحَقَائِقِ مُحَمَّدٍ ذِی الْمَقَامِ الْاَسْنٰی دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وَ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ ھُمْ نُجُوْمُ الْھِدَایَۃِ وَالْھُدٰی

امابعد کہتا ہے بندہ ضعیف دوران قاضی محمد عبدالسبحان ابن مولانا محمد مظہر جمیل ابن مولانا علامہ زماں محمد غوث بن مولانا محمد اعظم دین ابن مولانا شیخ عبدالعزیز ابن مولانا مرزا شیخ گل بیگ قائم اللہ تعالیٰ علیہ سبحان العفو والغفر ان وعلی آباء والکرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم وجعل الجنۃ مثواھم کھلابٹی مسکنا ہزاروی موطنا الحنفی مذہبا الماتریدی مشربا القادری السہر وردی طریقۃ الاداتی السلطانی نسبتا آبادی تلمذا کہ زمانہ پُرشور کے اندر ایک ایسی آندھی چل رہی ہے اور ظلمت چھارہی ہے کہ صبح انسان کا دل صاف شفاف ہوتا ہے مگر شام کو مصداق کـلا بـل ران ہوتا ہے۔ مطابق فرمان واجب الاذعان صبح کو مومن اور شام کو غیر ہوگا اور جس جگہ سے انسان نور حاصل کرتا ہے اس کا انکار کرتا ہے اور چشمہ نور نبوت وشمع کو بجھانے کی سعی میں منہمک جماعت اپنے آپ کو ترقی یافتہ کہلاتی ہے۔ منجملہ دریں ویلا علاقہ پکھل شہر بیرکنڈ سے اطلاع موصول ہوئی کہ علاقہ ہٰذا کے علماء نے فیصلہ دیا ہے کہ سرکار ابد قرار رسول اللہ ﷺ کو بعد الوفات نبی حیات کہنا جرم ہے بلکہ بقول ان علماء کے سرکار دو عالم ﷺ کو مردہ کہنا صواب ہے۔ نعوذ باللہ من ھذا القول الشنیع القبیح اور اعلان مناظرہ 19 تاریخ کیا۔ خط کی نقل بعینہ درج کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

بخدمت جناب مولوی صاحب بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ اس ماہ کی تاریخ کو بحث مباحثہ کے لئے حاضر ہوجائیں گے آپ برائے مہربانی تاریخ مقررہ پر تشریف لے آئیں تاکہ مسئلہ کی صفائی ہوجائے اور عوام کے شکوک زائل ہوجائیں فقط آپ کا خیر اندیش مولوی عبدالطیف از بیرکنڈ مولوی غلام جیلانی بقلم خود گواہ شد۔ غلام حیدر دوکاندار بقلم خود گواہ شد۔ محمد یعقوب بقلم خود۔

دوسرا خط جس کے آخر میں تحریر ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کو اس جسم مبارک کے ساتھ حیات دنیوی حاصل ہے یا برزخی مفصل جواب دیں۔ عبداللطیف

تیسرے خط میں تحریر ہے ثالثاً لو علم اللہ فیھم خیر الاسمعھم لتولوا و ھم معرضین ہ (الآیہ) یہ آیہ کریمہ اصطلاح منطق میں شکل اول ہے لا سمعھم محمول ہے صغریٰ میں ولو اسمعھم موضوع کبریٰ میں پس حداوسط کے گرانے کے بعد نتیجہ یہ رہے گا و لو علم اللہ فیھم خیر لتولو و ھم معرضین۔ پس کیا یہ نتیجہ صحیح ہے؟ اگر غلط ہے تو کیوں؟

یہ تین خطوط کی عبارات ہیں اور اصل خطوط بھی میرے پاس موجود محفوظ ہیں۔ پس بعد وصول اطلاع خط اول بہ سعی جمیل جناب والا جاہ مسند نشین درگاہ چھوہر شریف حضرت صدر صاحب دام اقبالہم کے کمترین بمعیت جناب صاحبزادہ صاحب خورد طال عمرہ اور باقی چند احباب کے موضع بیرکنڈ تاریخ مقررہ پر پہنچا۔ مقام مقررہ مناظرہ ''مسجد سیداں'' میں بوقت مقررہ پہنچ کر مطالبہ فریق مناظرہ کیا۔ جس پر یہ جواب ملا جو کہ ایک رقعہ محررہ میں آیا کہ ثالث کون ہوگا؟ اور فساد کا ذمہ دار کون ہوگا؟ میں نے یہ جواب دیا کہ آج مناظرہ سرکار دو عالم ﷺ کی شان حیات پر ہے لہٰذا اس کے فیصل خود حضور پر نور ﷺ ہوں گے۔ پس جو مولوی کتابیں اٹھا کر بھاگ گیا فیصلہ ہوجائے گا اور فساد کے متعلق یہ کہا کہ ہم لوگ علاقہ ہٰذا میں مسافر ہیں، ہم ہری پور کے مدرسہ شریفہ رحمانیہ سے کوئی تلوار بندوق ساتھ نہیں لائے اگرچہ خدا تعالیٰ کی تلوار قرآن کریم اور بندوق حدیث شریف ہمارے پاس ہے مگر فساد تو ہم نہیں کریں گے چنانچہ اس کے بعد سنا گیا کہ قاضی عبدالجلیل صاحب ساکن خاکی بہ معیت چند افراد مسلح وارد بیرکنڈ ہوئے اور بہ معیت مولوی عبداللطیف وغیرہ کے مقام مقررہ مناظرہ سے بھاگ کر شہر سے نکل کر قبرستان شہر کو پہنچے اور پھر اس کے بعد وہاں سے پھر شہر کو آئے اور عوام الناس میں شور ہوا کہ مولوی صاحبان مناظرہ کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ شہر میں داخل ہوکر مسجد مقررہ مناظرہ کے قریب پہنچے تو دوبارہ شور ہوا کہ مناظرین صاحبان بھاگ گئے۔ کمترین نے عرض کیا کہ صاحبو! آج اظہار شان رسالت ہے اس کا مقابلہ فاْذنوا بحرب من اللہ و رسولہ (الآیہ) کس کی مجال اور لوگوں میں کمترین کا مقولہ سابقہ ہے کہ جو مولوی کتابیں اٹھا کر بھاگ گیا فیصلہ ہوجائے گا بالکل درست اور سچا ثابت ہوا۔ نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند ہوئے اور کمترین کی تقریر مسئلہ حیات پاک ﷺ پر ہوئی بخیر وخوبی نصر من اللہ و فتح قریب سے جلسہ تمام ہوا بعد نماز عصر ہم واپس ہوئے۔

الحمد لله علی ذالک شان رسول اللہ ﷺ اب کمترین کہتا ہے بعض اغلاط متعلق عبارات خطوط۔ قولہ (۱) 19 تاریخ یہ لفظ انھوں نے کاف سے تحریر کیا (تاریک) قولہ (۲) حاضر بالظاء یہ غلط ہے صحیح حاضر ہے مگر چونکہ یہ مولوی ض کو ظا پڑھتے ہیں انھوں نے ضاد کو بطریق ظاء کو اپنی تحریر میں ظاہر کر دیا جیسا کہ پڑھتے ہیں غیر المغضوب علیهم و لاالضآلین ہ اور تیسرے خط میں مولوی عبداللطیف صاحب نے اپنی منطق کا زور دکھایا ہے جیسا فرمایا لا سمعهم محمول ہے صغری میں اور ولو اسمعهم موضوع ہے کبریٰ میں الخ اب دیکھئے کہ مولوی صاحب مقدم اور تالی میں فرق نہیں کرتے لا سمعهم تالی ہے اس کو محمول کہہ رہے ہیں اور ولو اسمعهم مقدم ہے اس کو موضوع کہہ دیا دوسری غلطی یہ ہے کہ کلام مجید میں قیاس اقترانی سمجھ لیا اور یہ غلط ہے اس لئے نتیجہ غلط نکالتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھا کہ قیاس اقترانی نہیں بلکہ قیاس استثنائی ہے جس کی تقریر یہ ہے لو علم الله فيهم خير الاسمعهم لكن لا يسمعهم فلا يعلم فيهم خير ارفع تالی رفع مقدم کو منتج ہے ولو اسمعهم لتولو الخ دوسرا قیاس ہے چونکہ فرقہ منکرہ امور حقیقیہ واقعیہ نفس الامریہ ثابتہ شرعیہ کا انکار نہایت درجے کو پہنچ چکا ہے بنا بریں لازم ہوا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تحریر کتاب ہو جس میں اثبات حیات النبی ﷺ ہو دلائل بینہ اور براہین قاطعہ اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ حسنہ اور اقوال علماء مذاہب اربعہ سے اور اس رسالہ فیض مقالہ کو انوار الاتقیاء فی حیات الانبیاء کے نام سے موسوم کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق اتمام علیٰ احسن النظام عطا فرماوے۔ وها انا اشرع فی المقصود بعونه تعالیٰ و استعانته النبی الرؤف الرحیم.

البحث الاول

اس میں اثبات حیات بآیات بینات قرآن کریم ہے۔ سرکار ابد قرار مدنی تاجدار رسول ﷺ زندہ ہیں ساتھ روح اقدس ﷺ و جسم الاطہر ﷺ کے اور یہ حیات پاک مستمرہ ابدیہ ہے اور اکمل وارفع واعلیٰ ہے حیات شہداء سے اور یہ حیات ثابت ہے باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کے لئے اور اس میں دو قول ہیں اول حیات اکمل وارفع ساتھ روح و جسد کے اور حیات شہداء پر زائد ہے اور یہ حیات مثبت احکام دنیا ہے اور یہ قول ہے صاحب تلخیص و امام الحرمین رحمہم اللہ کا۔ ملاحظہ ہو تحقیق علامہ سبکی قدس سرہ کی شفا السقام فی زیارۃ خیر الانام صفحہ 158 واعلم انه لا بد فی تفسير الحياة التی نثبتها للنبی ﷺ والحياة التی نثبتها للشهيد و حياة سائر الموتىٰ ايضاً فاما النبی ﷺ فعد صاحب التلخيص من الشافعية فی خصائصه ان ماله بعد موته قائم علی نفقه و ملكه و قال امام الحرمين رحمه الله تعالیٰ ان ما خلفه بقی علیٰ ما كان فی حياته فكان ينفق ابو بكر منه علی آله و خدمه و كان يرى انه باقٍ علیٰ ملک رسول الله ﷺ فان الانبياء احياء و اعلم ان هذا القول يقتضی اثبات الحيوة فی احكام الدنيا و ذالک زائد علیٰ حياة الشهداء محصل ترجمہ "جس حیات کو ہم نبی ﷺ کے لئے اور شہداء کے لئے اور باقی سب مردگان کے لئے ثابت کرتے ہیں اس کی تفسیر ضروری ہے صاحب تلخیص نے جو شافعیہ میں سے ہیں حضور ﷺ کے حیات طیبہ کو آپ ﷺ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے کہ آپ ﷺ کا مال آپ کے خرچ اور ملک پر باقی ہے اور امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو چیز حضور ﷺ نے اپنے بعد چھوڑی ہے وہ اسی حال پر باقی رہے گی جس حال پر آپ کی زندگی میں تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے مال سے آپ کی آل اور آپ کے خادموں پر خرچ کیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ مال حضور ﷺ کے ملک پر باقی ہے اس لئے کہ انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام زندہ ہیں اور یہ قول دنیا کے احکام میں اثبات زندگی کو چاہتا ہے اور یہ شہداء کی حیات پر زیادتی ہے یعنی شہداء کرام کے حق میں یہ حکم جاری نہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات اور اسی طرح باقی انبیاء کی حیات، حیات شہداء سے ارفع واعلیٰ ہے اگرچہ اس میں احکام دنیا ثابت نہیں علامہ قاضی القضاۃ شیخ الاسلام امام المجتہدین سیف المناظرین تقی الدین ابوالحسن علی ابن عبدالکافی سبکی قدس سرہ العزیز شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام کے دوسرے مقام پر ارقام فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر 172 واما حياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام اعلیٰ و اكمل واتم من الجميع انها للروح والجسد علی الدوام علی ما كان فی الدنيا علی ما تقدم عن جماعة من العلیٰ و لو لم يثبت ذالک فلا شک فی كمال حياتهم اكبر من الشهداء و غيرهم محصل ترجمہ: "حیات انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام باقی تمام سے بہت کامل اور بلند اور تام ہے کیونکہ یہ حیات روح اور جسم دونوں کیلئے ہے۔ دائماً جیسا کہ دنیا میں تھی یہ جماعت کا مذہب ہے جس کی تصریح پہلے گزر چکی ہے اگر یہ مسلک ثابت نہ ہو تو تب بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ شہداء وغیرہم سے اکمل اور اعظم ہے"۔

علامہ موصوف قدس سرہ العزیز کے اس کلام سے ثابت ہوا کہ ترجیح قول ثانی کو ہے اب اس تقریر سے مولوی عبداللطیف صاحب

کے تیسرے رقعے کا جواب واضح ہوگیا

دلیل قرآن کریم و لا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون ٥ (البقرہ پ ۲)

ترجمہ: ’’اور نہ کہو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔‘‘

قرآن کی دوسری دلیل ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (الآیہ) ترجمہ: ’’جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں انھیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں اور اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو دیا ہے اس پر خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے سے ابھی انہیں پہنچے نہیں ان پر بھی خوش ہیں اس لئے کہ ان پر ڈر اور غم کسی قسم کا نہیں ہوگا۔‘‘

اور حیاتِ شہداء میں اختلاف ہے کہ یہ حیات حقیقی ہے یا مجازی اور حقیقی ہونے کی صورت میں بھی اختلاف ہے کہ اب زندہ ہیں یا قیامت کو زندہ ہوں گے اب زندہ ہونے کی بنا پر اختلاف ہے کہ آیا یہ زندگی صرف روحانی ہی ہے یا روح اور جسم دونوں کی۔ اس بارے میں یہ چار اقوال ہیں اور یہ قول کہ اب زندہ ہیں یا قیامت کو زندہ ہوں گے بہت ضعیف ہے اس لئے کہ قول باری تعالیٰ بتلاتا ہے کہ اے مومنو! تم شہداء کرام کی حیات کو نہیں سمجھ سکتے حالانکہ بعض تو قیامت میں شہداء کے لئے حیات کے قائل ہیں بہر حال اللہ نے اس قول کی تردید فرما ڈالی اور یہ ثابت فرما دیا کہ شہداء اب بھی بحیاتِ طیبہ ہیں لیکن تمھاری عقلیں اس حیات کے ادراک سے قاصر ہیں لہٰذا یہ قول بالکل غلط ہے احق اور صحیح قول یہی ہے کہ اب بھی بمع روح اور جسد کے زندہ بہ حقیقیہ ہیں۔ ملاحظہ ہو شفاء السقام صفحہ ۱۰ اور ملاحظہ ہو شرح الصدور فی احوال الموت والقبور و قال ابو حیان فی تفسیرہ عند ھذہ الآیۃ اختلف الناس فی ھذہ الحیاۃ فقال قوم معناھا بقاء ارواحھم دون اجسادھم لانا نشاھد فسادھا و فناء ھا و ذھب آخرون الیٰ ان الشھید حیّ الجسد والروح و لا یقدح فی ذالک عدم شعورنا بہ فنحن نراھم علیٰ صفۃ الاموات و ھم احیاء کما قال اللہ تعالیٰ و تری الجبال تحسبھا جامدۃ و ھی تمر مر السحاب و کما یریٰ النائم علیٰ ھئیۃ و ھو یری فی منامہ ما یتنعم بہ یتالم. قلت و الذالک قال اللہ تعالیٰ احیاء و لکن لا تشعرون. بقولہ ذالک خطابا بالمؤمنین علیٰ انھم لا یدرکون ھذا الحیاۃ بالمشاھدۃ و الحس ولھٰذا یتمیز الشھید من غیرہ و لو کان المراد حیاۃ الروح فقط لم یحصل لہ التمیزین غیرہ لمشارکتہ سائر الاموات لہ فی ذالک ولعلم المؤمنین باسرھم حیاۃ الارواح فلم یکن لقولہ تعالیٰ و لکن لا تشعرون معنی و قد یکشف لبعض اولیائہ فیشاھد ذالک انتھی شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور. باب زیارت القبور بزوارھم

ترجمہ: ابوحیان نے اس آیت کریمہ کے ماتحت اپنی تفسیر میں ارقام فرمایا کہ لوگوں نے اس حیات میں اختلاف کیا ہے ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کے معنی ان کی روح کا باقی رہنا ہے نہ کہ ان کے اجسام کا کیونکہ اجسام کے بگڑنے اور فنا ہو جانے کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور بعض دوسرے علماء اس امر کی طرف گئے ہیں کہ شہید کا جسم اور روح دونوں زندہ ہوتے ہیں اور ہمارا اس کو محسوس نہ کرنا اس میں قادح نہیں اور ہم ان کو مردوں کی صفت میں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور تو دیکھتا ہے پہاڑوں کو اور خیال کرتا ہے کہ یہ جمے ہوتے ہیں یعنی جنبش نہیں کریں گے حالانکہ وہ ایسے چلیں گے جیسا کہ بادل چلتے ہیں اور جیسے کہ سویا ہوا آدمی ظاہری تو سویا ہوا نظر آتا ہے حالانکہ وہ اپنی نیند میں ایسی چیزیں دیکھتا ہے جن سے خوش ہوتا ہے اور ایسی چیزیں جن سے دکھ اور تکلیف پاتا ہے حضرت حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ان کی حیات کو نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ انھیں اس قول سے مومن کو خطاب کر کے اس بات پر آگاہ فرمایا کہ تم حیاتِ شہداء کو مشاہدہ اور حس سے معلوم نہیں کر سکتے اس قول باری تعالیٰ سے شہداء اور غیر شہداء میں امتیاز ہو جاتا ہے اگر اس سے صرف روح کی حیات مراد ہو تو شہید اور غیر شہید میں کوئی تمیز اور فرق باقی نہیں رہتا کیونکہ صرف حیات روح میں باقی مردے بھی شریک ہیں اور یہ تو تمام مومن جانتے ہیں کہ روحیں زندہ ہوتی ہیں تو پھر و لکن لا تشعرون کا کوئی معنی نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بعض دستوں پر ظاہر کر دیتا ہے تو وہ اس کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

اور شہداء کی جسمانی حیات کے آثار کئی دفعہ مشاہدے میں آچکے ہیں چنانچہ امام ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ شہداء احد کی نسبت تحریر کرتے ہیں وحدثنی محمد بن عبید عن ابن عینیہ عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنھم قال لما اراد معاویۃ ان یجری العین التی حفرھا قال سفیان تسمیٰ عین ابی الزیاہ بالمدینہ نا دو بالمدینہ من کان لہ قتیل فلیات قتیلہ قال

جابر رضی اللہ عنہ فاتیتهم فاخرجنا هم وطباً یثنون و اصابة السحاة رجل رجل منهم فانقطرت دماً فقال ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ لا ینکر بعد ها منکرا ابدا . کتاب مختلف الحدیث مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۸ اور حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن عبید نے ابن عینیہ سے اور ابن عینیہ نے ابو زبیر سے اور ابو زبیر نے حضرت جابرؓ سے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضرت معاویہؓ نے جب اپنے کھودے ہوئے چشمہ کے جاری کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت سفیانؓ نے کہا کہ اس چشمہ کو مدینہ منورہ میں عین ابی زیاد کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ میں منادی کر دی کہ جس کا کوئی قتیل ہو وہ اپنے قتیل کے پاس آئے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم شہداء کے پاس آئے اور ان کو قبروں سے نکالا اور وہ اس وقت تر وتازہ تھے اور ان کے اعضاء (ادھر ادھر) مڑ سکتے تھے یعنی نرم تھے اور ان سے میں ایک کے پاؤں پر بیلچہ لگا تو پاؤں سے خون ٹپک پڑا تو حضرت سعید خدری نے فرمایا کہ اس کے بعد کبھی کوئی منکر انکار نہ کرے گا مختلف الحدیث۔

یہ جو واقعہ امام ابن قتیبہ نے ذکر فرمایا ہے یہ غزوہ احد کے چالیس سال بعد وقوع میں آیا اور علامہ نور الدین سمہودی نے کتاب وفاء الوفا جز ثانی صفحہ ۱۱۶،۱۱۵ میں تحریر فرمایا کہ یہ واقعہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد کا ہے جیسا کہ موطاء امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ ایک رو کی وجہ سے مردوں کو نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا مگر اس دفعہ بھی ان میں کوئی تغیر نہ آیا تھا گویا کہ کل شہید ہوئے ہیں ان میں سے ایک زخمی تھا اور اس نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا تو اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا دیا گیا مگر وہ پھر اپنی جگہ پر آ گیا انتہی وفاء الوفا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر بن حرامؓ احد کے دن شہید ہوئے تھے اور حضرت عمر بن الجموح بن زید بن حرامؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے تھے پھر حضرت جابرؓ نے ان کو نکال کر پاس ہی علیحدہ قبر میں دفن کیا چنانچہ بخاری شریف کتاب الجنائز باب هل یخرج المیت من القبر وللحد لعلة میں حضرت جابرؓ کے یہ الفاظ ہیں ثم لم تطب نفسی ان اترک من الآخر فاستخرجته بعد ستته اشهر فاذا هو کیوم وضعته سنته غیر اذنه ترجمہ: پھر ناخوش ہوا دل میرا اس بات پر کہ میں اپنے والد ماجد کو دوسرے آدمی کے ساتھ چھوڑوں تو میں نے چھ ماہ کے بعد ان کو اس قبر سے نکال لیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ قریباً ایسے ہی ہیں جیسے کہ دفن کرنے کے وقت تھے سوائے کان کے انتہی ترجمہ۔

نیز دیکھو طبقات ابن سعد جز ثالث قسم ثانی فی البدریین من الانصار صفحہ ۱۰۵ پس ان علماء کی تحقیق کی بنا پر ثابت ہوا کہ شہداء زندہ ہیں روح اور جسم دونوں کے ساتھ اور اس زندگی کے آثار بھی مشاہدہ میں آ چکے ہیں مگر یہ زندگی غیر مشاعر ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مصرح ہے اور قیامت کو یہ زندگی مشاعر ہوگی۔ اب اس تحقیق سے اس اعتراض کا رد ہو گیا جو وارد ہو سکتا تھا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن روح جسم کی طرف لوٹے گی اور تم کہتے ہو کہ اعادہ روح جسم کی طرف قبر میں ہو چکا ہے پس دونوں زندگیوں میں فرق یہ ہوا کہ حیاتی قبر غیر مشاعر اور حیاتی حشر مشاعر ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ اعادہ روح بسوئے جسم حدیث صحیح میں وارد ہے اس پر الفاظ حدیث یہ ہیں فتعاد روحه فی جسده روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی نے اول اس حدیث کا روایت کیا و رواه ابو عوانته الاسفرائنی فی صحیحه و ذهب بموجب هذا الحدیث جمیع اهل السنة والحدیث کتاب الروح للحافظ ابن القیم صفحہ ۶۴ روایت کیا نسائی اور ابن ماجہ نے اول حدیث کا اور روایت کیا اس کو ابو عوانہ الفرائنی نے اپنے صحیح میں اور ابن حزم محلی ظاہریہ نے اعتراض کیا کہ فتعاد روحه النحو الی زیادتی حدیث صحیح میں وارد نہیں بلکہ حیوۃ برزخی فقط حیاۃ روحانی ہے اور یہ زیادت درست نہیں اور اس کی روایت میں ابی المنہال متفرد ہے اور اس حدیث کو بغیر زاذانؓ کے کسی نے روایت نہیں کیا لہٰذا اس سے تمسک اور سند پکڑنا صحیح اور درست نہیں"

الجواب: یہ حدیث مشہور اور مستفیض ہے اور حفاظ کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے اور آئمہ حدیث میں سے بھی کسی محدث نے اس پر طعن نہیں کیا بلکہ انھوں نے اسے اپنی کتب میں روایت کیا اور اسے قبول بھی کیا اور دین کے اصول سے اصل ٹھہرایا ملاحظہ ہو کتاب الروح هذا حدیث مشهور مستفیض صححه جماعة من الحفاظ ولا نعلم احد من آئمة الحدیث طعن فیه بل رووه فی کتبهم و تلقوه با لقول و جعلوه اصلاً من اصول الدّین انتهی اور کتاب الروح میں کہا وقول ابی محمد لم یروه بغیره اذان فو هم منه بل رواه عن البراء غیر ذاذان درواه عدی بن ثابت و مجاهد بن جبیر و محمد بن عقبته و غیر هم وقد جمع الدار قطنی طر قه فی مصنف مضرد زاذان من الثقات روا عن اکابر الصحابة کعمرؓ وغیره وروی له مسلم فی صحیحة وقال یحی بن معین ثقة وقال حمید بن هلال وقد سئل عنه هو ثقة لا تسئل عن مثل هئولآءِ وقال بن عدی احادیثه لابأس بها اذاروی بثقة وقوله ان المنهال بن عمر تفرد بهذا لزیادة وهی قوله فتعاد روحه فی جسده وضعفه فالمنهال احدالثقات العدل قال بن معین المنهال ثقة وقال العجلیٰ کو فی ثقة ما قال وتضعیف ابن

خزم له لا شئی فانه لم یذکر موجباً لتضعیفه غیر تفرده وقد بینا انه لم یتفرد بها بل تفردوها غیره انتهی۔

ترجمہ: ابومحمد کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو بغیر ذاذان کے پس یہ وہم ہے ابن خزم سے بلکہ اس کو براء ﷺ سے غیر ذاذان نے اور روایت کیا اس کو عدی بن ثابت اور مجاہد بن جبیر اور محمد بن عقبہ وغیرہ نے اور جمع کیا دار قطنی نے اپنی ایک مستقل کتاب میں۔ تمام طرق سند کو اور زاذان ثقہ ہے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ جیسے کہ حضرت عمر ﷺ وغیرہ سے روایت کرتا ہے اور اسے حضرت مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں روایت کیا اور یحییٰ بن معین نے کہا ثقہ ہے اور حمید بن ہلال نے کہا اور ان سے سوال کیا گیا کہ وہ ثقہ ہیں ان جیسوں کے بارے میں مت پوچھ اور ابن عدی ﷺ نے کہا کہ اس کی احادیث لاباس بھا ہیں جبکہ وہ ثقہ راوی سے روایت کرے اور ابن خزم کا قول کہ منہال بن عمر ﷺ اس روایت کے ساتھ متفرد ہے جو عبارت فیعاد روحہ فی جسدہ ہے اور منہال ضعیف ہے۔ منہال تو ایک ثقات اور عادل رواۃ میں سے ہے اور ابن معین نے کہا کہ منہال ثقہ ہے اور عجلی نے کہا کہ کوفی ثقہ ہے بنابریں ابن خزم کا اسے ضعیف قرار دینا ہیچ ہے کیونکہ اس نے موجب ضعف کو بیان نہیں کیا بغیر تفرد کے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ منہال اس روایت میں متفرد نہیں بلکہ اور رواۃ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ انتہیٰ کہتا ہے بندہ جبکہ منہال کا ثقہ ہونا ثابت ہوا تو زیادت ثقہ مقبول ہے ملاحظہ ہو کلام علامہ ابن حجر (نخبۃ الفکر میں) پس ابن خزم کا اعتراض بالکل باطل ہے اور یہ حافظ ابن قیم کے جواب کے علاوہ دوسرا جواب ہے پس ابن خزم کا کلام دو وجہ سے باطل ہوا۔

اب تمہید مقدمہ ممہدہ کے بعد حیوۃ الانبیاء کے براہین اور تقریر کا آغاز کیا جاتا ہے:

دونوں آیتوں سے شہداء کے لئے جسم اور روح کی زندگی ثابت ہوتی ہے اور یہ اعتبار تمہید مقدمہ ممہدہ کے واضح ہے اور ظاہر ہے کہ شان شہدا باقی اموات سے ارفع اور اعلیٰ ہے اور شہدا سے شان انبیاء بدرجہا ارفع اور اعلیٰ ہے پس جبکہ اولیٰ میں جسمانی اور روحانی زندگی دونوں ثابت ہیں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے تو حیات روحانی اور جسمانی بطریق اعلیٰ ثابت ہے اور یہ باعتبار دلالۃ النص کے ثابت ہے جو کہ علم الاصول کا قاعدہ ہے اور جبکہ انبیاء و رسل کے لئے یہ حیاۃ طیبہ ثابت ہے تو سرکار ابد قرار ﷺ کی شان تو باقی سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے لہٰذا آپ کی زندگی بھی اکمل اور اعلیٰ اور ارفع ہے ملاحظہ ہو کلام علامہ سبکی واذا ثبت ذالک فی الشهید ثبت فی حق النبی ﷺ بوجوه احدها ان هذا رتبة شريفة اعطيت للشهيد كرامة له و لا رتبة اعلیٰ من رتبة الانبياء ولا شک ان حال الانبياء اعلیٰ و اکمل من حال جميع الشهداء فيستحيل ان يحصل كمال للشهداء و لا يحصل للانبياء لا سيما هذا الكمال الذی يوجب زيادة القرب و الزلفیٰ و النعيم و الانس بعلی الاعلیٰ انتهیٰ شفاء السقام 159

ترجمہ: جب یہ حیات شہید کے حق میں ثابت ہوئی تو بحق نبی کریم ﷺ بھی بچند وجوہ سے ثابت ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ زندگی ایک بڑا رتبہ ہے جو شہیدوں کو ان کی کرامت کی وجہ دیا گیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مراتب سے کوئی رتبہ اعلیٰ نہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال تمام شہداء سے اعلیٰ اور اکمل ہے تو پھر ایک کمال شہداء کو حاصل ہو اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نہ حاصل ہو اور خصوصاً وہ کمال جو قرب الٰہی کا موجب ہو یہ محال ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حیات شہداء کے لئے اجر شہادت ہے صغریٰ اور جو اجر شہداء کو حاصل ہے وہ نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے (کبریٰ) نتیجہ یہ ہوگا کہ حیات نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے۔ بیان کبریٰ یہ ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے

من سن سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها و من سن سنة سيئة فله وزرها و وزر من عمل بها الیٰ يوم القيامة .رواه مسلم

ترجمہ: جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ پیدا کیا تو اس کے لئے اس کا اجر بھی ہوگا اور ان لوگوں کا اجر کہ جو اس پر عمل کریں گے اور جس شخص نے کوئی بُرا طریقہ پیدا کیا تو اس پر اس کا بوجھ بھی ہوگا اور ان لوگوں کا بوجھ بھی جو اس پر عمل کریں گے تا قیامت تک۔

ترجمہ حدیث سے ظاہر ہے کہ شہداء کو یہ زندگی باعتبار اجر جہاد کے حاصل ہے اور طریقہ جہاد کے موجد بامر اللہ تو رسول ﷺ ہیں لہٰذا اس عظیم الشان امر کا اجر جو کہ حیات روحانی و جسمانی ہے حضور ﷺ کو تا قیام قیامت ملتا رہے گا اور بنابرام حدیث تمام شہداء کی زندگیاں اجتماعی صورت میں حضور ﷺ کو بحیثیت موجد کار خیر ہونے کے حاصل ہیں۔ اس تقریر سے حضور ﷺ کی زندگی شہداء کی زندگی سے زیادہ اتم اور افضل ثابت ہے اب بعد بیان کبریٰ کے اثبات صغریٰ یہ ہوگا کہ جب شہداء نے اپنی جانیں راہ اللہ خرچ کیں تو انھیں اس کے صلہ میں حیات روحانی و جسمانی اور دائمی غیر منقطعہ حاصل ہوئی اور یہ حیات مذکورہ ان کے لئے اجر ہے پس یہ بھی ثابت ہوا ملاحظہ ہو کلام علامہ سبکی قدس سرہ العزیز شفا السقام الثانی ان هذه الرتبة حصلت لشهداء الاجر علی جهادهم و بذلهم انفسهم لله تعالیٰ والنبی ﷺ هو الذی سن لنا و دعانا اليه و هدانا اليه باذن الله تعالیٰ و توفيقه و قد قال ﷺ من سن سنة حسنة فله اجرها و اجر

من عمل بها الیٰ یوم القیامة و من سن سنة سیئة فله وزرها و وزر من عمل بها الی یوم القیامة الحدیث. ما قال والاحادیث الصحیحه فی ذالک کثیرة مشهورة فکل اجر حصل للشهید حصل للنبی ﷺ لسعیه مثله والحیاة اجر فیحصل للنبی ﷺ مثلها زیادة علی ماله ﷺ من الاجر الخاص من نفسه علی هدایته للمهتدی انتهیٰ ضرورة۔ محصل عبارت شفاء السقام کا پہلے ذکر کر دیا ہے اب ترجمہ کی ضرورت نہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ رسول اللہ ﷺ شہید نہیں بلکہ آپ بھی شہید ہیں کیونکہ آپ نے بکرے کا زہر آمیز گوشت کھایا جس سے بشر بن براء ﷺ وفات پا گئے اور حضور ﷺ معجزے کے سبب سے بچ گئے لیکن بعد کو وہی زہر آپ کی وفات کا سبب ٹھہرا لہٰذا آپ درجہ شہادت اور درجہ رسالت کے جامع ہیں۔ ملاحظہ ہو شفا السقام ۱۵۸، حاصل یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ شہید ہیں (صغریٰ) اور جو شہید ہے وہ زندہ ہے (کبریٰ) نتیجہ یہ ہوا کہ حضور پر نور ﷺ زندہ ہیں بیان صغریٰ ہوا زہر آمیز گوشت کا کھانا اور اثبات کبریٰ کی آیہ متقدمہ اور یہ واضح ہے پس حیات رسول ﷺ ارفع اور اکمل و اعلیٰ ثابت ہوئی اور اسی طرح باقی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی حیات بعد الممات ان مذکور تین دلائل و براہین سے ثابت ہے کیونکہ مجاہد جہاد اصغر کی حیات جب ثابت ہے تو جہاد اکبر کے مجاہد کے لئے تو بطریق اعلیٰ ثابت ہے اور جہاد اکبر جہاد بالنفس کا نام ہے۔ لقوله علیه السلام رجعنا من جهاد الاصغر الیٰ جهاد الاکبر الحدیث اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر جہاد بالنفس کون کر سکتا ہے اور دلالۃ النص سے بھی ثابت ہے کہ ادنیٰ کے لئے ایک شرف حاصل ہو تو اعلیٰ کے لئے بطریق اولیٰ حاصل اور ثابت ہوگا۔

برہان رابع:

آیہ کریمہ "یرزقون فرحین بما اتاهم الله من فضله و یستبشرون" الخ نے شہداء کے لئے چند صفات ثابت کیں اول یہ کہ ان کو رزق دیا جاتا ہے دوسری یہ کہ وہ خوش ہوتے ہیں اس عطیہ پر تیسری یہ کہ اپنے پچھلے بھائیوں کے لئے جو غیر ملحق بہم ہیں بشارت حاصل کرتے ہیں اور یہ صفات زندوں کے ہیں۔ بنابریں تقریر برہان یہ ہوگی کہ شہداء متصف ہیں ان صفات سے جو مذکور ہیں آیہ کریمہ میں (صغریٰ) اور جو ایسے صفات سے متصف ہوگا وہ زندہ ہوگا (کبریٰ) نتیجہ یہ ہے شہداء زندہ ہیں رزق دیا جانا وغیرہ مذکورہ صفات متعلق باجسام و روح دونوں کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شہداء بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں اور ایسے ہی انبیاء بھی باقاعدہ دلالۃ النص زندہ بحیات روحانی و جسمانی بطریق اولیٰ ہیں اور اس طریقہ سے باعتبار براہین ثلاثہ مذکورہ اور قاعدہ اصولیہ کے حضور ﷺ کی زندگی مبارک بھی ثابت ہے آیہ اولیٰ اور ثانیہ ہر دونوں میں تین تین براہین حیاۃ النبی ﷺ پر دال ہیں مجموعہ چھ برہانات ہیں جیسے بالتفصیل گذر چکا۔

قرآن مجید فرماتا ہے قیل اد خل الجنة قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین الآیه

ترجمہ: حبیب نجار کو کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا تو کہا اس نے کاش کہ میری قوم کے لوگ جان لیتے اس چیز کو کہ بخشا ہے میرے لئے میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں سے۔

ان آیات میں حبیب نجار کے قصے کی طرف اشارہ فرمایا یہ بزرگ شہر انطاکیہ میں رہتے تھے جہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے تین قاصد تبلیغ اور ہدایت کے لئے بھیجے انھوں نے وہاں تبلیغ کی لیکن اہل انطاکیہ ایمان نہ لائے اور حبیب نجار اس غار سے کہ جس میں وہ عبادت کرتے تھے نکل کر آئے اور اپنی قوم کو کہا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے رسولوں کی پیروی اور اتباع کرو اور ان کی راہ پر چلو۔ بالآخر ان بدبختوں نے حضرت حبیب کو شہید کر دیا تو بعد میں جناب باری تعالیٰ سے حضرت حبیب کو دخول جنت کا حکم ہوا تو اس وقت حبیب نجار نے کہا کاش کہ میری قوم میری بخشش اور میری عزت کو جانتی جو بخشش اور تکریم میرے رب کی طرف سے مجھ پر کی گئی ہے ملاحظہ ہو تفسیر مدارک التنزیل اور جامع البیان وغیرہ کتب تفاسیر ظاہر ہوا کہ شہید خواہ جس اُمت سے بھی ہو جام شہادت نوش کر جانے کے بعد بھی زندہ ہی ہوتا ہے تقریر برہان یہ ہے کہ شہید متکلم ہے اور کلام روح اور جسم دونوں کی صفت ہے (صغریٰ) اور جو متکلم ہو ایسے کلام کے ساتھ وہ زندہ ہے ساتھ زندگی روحانی اور جسمانی کے (کبریٰ) نتیجہ واضح ہے اثبات صغریٰ آیہ متقدمہ سے ہوا اور نیز اس آیہ کریمہ سے شہداء کے لئے جسمانی و روحانی زندگی کا اثبات ہو گیا اور حسب برہانات سابقہ سرکار ابد قرار ﷺ و باقی انبیاء کے لئے بھی حیات ہے۔

آٹھواں برہان:

قال الله تعالیٰ بسم الله الرحمٰن الرحیم و لو انهم اذ ظلمو انفسهم جآئو ک فاستغفروالله واستغفر لهم الرسول لوجدو الله توابا رحیما .

ترجمہ: اور اگر منافقین نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور آپ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے طلب بخشش کیا انھوں نے اور طلب بخشش کیا ان کے لئے رسول اللہ ﷺ نے البتہ پائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربانی فرمانے والا۔

اس آیت کریمہ کو ثقات علماء نے رسول اللہ ﷺ سے استمداد کے جواز پر دلیل بنایا ہے خواہ وہ استمداد دنیا میں ہو یا بعد الممات ہو بنا بر روایت ثقات، علامہ ابن حجر اور عتبی، اور سفیان بن عیینہ، یہ دونوں شیخین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اور امام ابو عبداللہ فاسی اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اور نور الدین حلبی بروایت محمد بن باہلی کہ اعرابی آتا ہے اور یہ آیت کریمہ دربار اقدس کو ہر بار سرکار ابد قرار ﷺ پر پڑھتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں بھی ظالمین نفس سے ہوں اور آپ کے پاس آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار مانگتا ہوں اور آپ بھی میرے لئے استغفار مانگیں پس روضہ اقدس سے آواز آتی ہے کہ قد غفر لک اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ملاحظہ ہو کلام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی شواہد الحق صفحہ ۸۰،۸۱ و ایضاً صفحہ ۱۲۰ تصریح فرمائی۔ واقعہ اعرابی پر صاحب تفسیر مدارک التنزیل نے بدیں الفاظ تحریر فرمایا و جئتک استغفر و اللہ من ذنبی فاستغفر لی من ربی فنودی من قبریہ قد غفر لک ترجمہ: اور میں یارسول اللہ ﷺ آپ کے پاس آیا ہوں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور یارسول اللہ ﷺ آپ بھی میرے رب سے میرے لئے استغفار چاہیے۔ تو حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی قبر شریف سے ندا آئی "کہ تجھے اللہ نے بخش دیا" انتہیٰ از مدارک التنزیل صفحہ ۱۸۳ پارہ پانچ سورۃ نساء اور ذکر فرمایا اس واقعے کو مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام میں۔ ذکر الحافظ ابو سعد السمعانی فیما رویناہ عن علی کرم اللہ وجہہ الخ اور شیخ اجل محدث محقق شیخ عبدالحق قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب میں بروایت محمد بن حرب باہلی رضی اللہ عنہ ذکر فرمایا پس ان محققین علماء کرام و مفسرین عظام کی تحقیق کی بنا پر حضرت رحمۃ اللعالمین ﷺ سے عالم دنیا و عالم برزخ میں استمداد جائز اور درست ہے اور بعد الممات رحمۃ اللعالمین ﷺ سے استمداد اسی لئے جائز اور درست ہے کہ آپ ﷺ زندہ بحیات مستمرہ ابدیہ ہیں اور یہ حیوۃ شہدا کی حیوۃ سے بدرجہا اعلیٰ اور اکمل اور ارفع ہے جیسا کہ بالتفصیل گذر چکا اور حضور انور ﷺ کی قبر انور سے قد غفر لک کی آواز کا آنا ہی آپ کے حی حیوۃ ابدیہ ہونے کی مکمل اور صریح دلیل ہے اور مذکورہ آیہ کریمہ نے سرکار ابد قرار ﷺ کی حیوۃ طیبہ پر تصریح فرما دی اور یہ کہنا کہ سرکار ابد قرار ﷺ کا استغفار مانگنا آپ کے زمانہ حیوۃ اور دنیا کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ ابن عبد الہادی نے الصارم المنکی میں کہا ہے سراسر غلط ہے ہم پوچھتے ہیں کہ مفصل دلیل بتلاؤ اور تخصیص کتاب اللہ کے لئے آیت مخصص کا تعین قطعی الدلالہ یا حدیث متواتر ہونی چاہئے خبر واحد مخصص نہیں ہو سکتی اور یہاں پر تو خبر واحد بھی موجود نہیں اور قیاس سے تخصیص کرنا قیاس بمقابلہ نص ہوگا اور یہ کتاب اللہ کا نسخ ہے قیاس سے اور قیاس سے کتاب اللہ کا ابطال قیاس شیطان ہے اور یہ انکار کتاب اللہ ہے مگر کتنی بے دینی کی بات ہے کہ احناف قیاس مستنبط اصول ثلثہ سے پیش کریں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے معارض نہ ہو اور ایسے قیاس تراشا دین محمدی ﷺ سے واضح عناد اور اعراض شرعی کو متضمن ہے اور تمہاری تقریر یہاں پر مبنی بر قیاس خود نقض جمالی ہے تقریر برہان یہ ہے کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ مستغفر ہیں (صغریٰ) جو مستغفر ہو وہ زندہ ہوتا ہے (کبریٰ) نتیجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں حیاتی روحانی اور جسمانی کے ساتھ اس لئے کہ صدائے قد غفر لک روحانی و جسمانی حیات دونوں پر دال ہے۔

سوال: فرقہ نجدیہ ضالہ حیات نبوی ﷺ کا انکار کیوں کرتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ دور سے اور قریب سے درود شریف کا سننا اور اعمال امت کا پیش ہونا اور آپ ﷺ سے طلب امداد کرنا اور آپ کو علم الغیب بالواسطہ حاصل ہونا اور آپ ﷺ کا حاضر، ناظر ہونا ان تمام امور کا اثبات آپ کی حیوۃ مقدس پر موقوف ہے اور فرقہ مذکورہ ان تمام امور مذکورہ کا منکر ہے اور قدمائے وہابیہ سے لے کر آج تک یہ موصوف فرقہ حیوۃ النبی ﷺ کا انکار کرتے چلے آئے ہیں تاکہ مذکورہ امور کا ذات نبوی ﷺ سے باسانی انکار ہو سکے۔

البحث الثانی فی اثبات حیوۃ النبی ﷺ
بالاحادیث النبویۃ الصحاح

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام احیاء فی قبورھم یصلون (رواہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں روایت کیا اس کو ابن عدی نے کامل میں۔

عن ثابت عن انس عن النبی ﷺ قال الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلة ولکنھم بین یدی اللہ تعالیٰ حتیٰ ینفخ فی الصور رواہ البیھقی قال البیھقی و ھذا ان صح بھذا اللفظ فالمراد بہ واللہ اعلم لا یترکون لا یصلون الا ھذا المقدار ثم یکونون مصلین فیما بین یدی اللہ تعالیٰ قال البیھقی فعلی ھذا یصیرون کسائر الاحیاء یکونون حیث ینزلھم اللہ تعالیٰ

ترجمہ: حضرت ثابت ﷺ نے حضرت انس سے ﷺ اور حضرت انس ﷺ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام چالیس دنوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نمازیں پڑھتے ہیں بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بنابریں زندوں کی طرح ہو جاتے ہیں جہاں اتارتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ۔ انتہیٰ ملخصاً

تیسری حدیث: بیہقی نے مع الاسناد ذکر کی ہے مررت بموسی وھو قائم یصلی فی قبرہ۔ الحدیث

ترجمہ: میں گذرا ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

چوتھی حدیث: وقد رایتنی فی جماعة من الانبیاء فاذا موسی قائم یصلی واذا رجل جعد کانه من رجال شنوہ واذا عیسی بن مریم قائم یصلی اقرب الناس بہ شبھا عروة بن مسعود الثقفی واذا ابراھیم قائم یصلی اشبة الناس بہ صاحبکم (یعنی نفسه) فحانت الصلوة فاممتھم فلما فرغت من الصلوة قال قائل لی یا محمد ﷺ ھذا مالک صاحب النار فسلم علیه فالتفت علیه فبدانی بالسلام ۔اخرجہ مسلم

ترجمہ: حضور سراپا نور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی جماعت میں دیکھا تو اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور اچانک ہلکے گوشت والا اور پیچ دار بالوں والا ایک شخص ہے گویا کہ قبیلہ شنوہ کے مردوں سے ہے اور اچانک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور مشابہت میں ان سے زیادہ قریب عروہ بن مسعود ثقفی ﷺ ہیں اور اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور مشابہت میں ان سے زیادہ قریب تمہارا صاحب ہے آپ نے صاحب سے اپنے آپ کو مراد لیا نماز کا وقت ہوا تو میں نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت کی یعنی جماعت کروائی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے آواز دی کہ اے محمد ﷺ یہ دوزخ کا دربان مالک ہے آپ اسے سلام کریں جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو پہلے اس نے مجھ پر سلام دے دیا نکالا روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے فرمایا مجتہد وقت امام اہل سنت حضرت علامہ سبکی قدس سرہ العزیز نے شفاء السقام فی زیارت خیر الانام میں حدیث سعید بن مسیب وغیرہ میں آیا ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ کی ملاقات ہوئی ان کے ساتھ بیت المقدس میں اور حدیث ابی ذر میں ہیں کہ معراج میں آیا آپ کی ملاقات ہوئی آسمانوں میں اور انہوں نے آپ ﷺ سے باتیں کیں اور آپ نے ان انبیا علیہم الصلوۃ والسلام سے باتیں کیں اور ہر ایک بات صحیح ہے حدیث ابوسعید ابی ذر کی حدیث سے معارض نہیں ہے پس آپ نے دیکھا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہم الصلوۃ والسلام کو نماز پڑھتا ہوا قبر میں پھر چلے موسیٰ اور باقی انبیاء نبینا علیہم الصلوۃ والسلام بیت المقدس کو جیسا کہ چلے ہمارے رسول ﷺ بیت المقدس کو پھر سرکار ﷺ ان کے ساتھ آسمانوں کو چڑھے جیسا کہ چڑھے رسول ﷺ آسمانوں کو پس دیکھا ان کو آپ نے آسمانوں میں جیسا کہ خبر دی آپ نے اور چلا جانا ان کا مقامات مختلفہ کو اوقات مختلفہ میں اقلاً بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث صادق میں وارد ہے اور سب امور میں دلالت ہے ان کی حیات پر انتہیٰ ترجمہ بعینہ کلام شفاء السقام شریف کا۔

محرر سطور کہتا ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ کا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو نماز پڑھتے دیکھا اور ان کا بیت المقدس کو چلنا اور پھر چلنا ان کا آسمانوں کو اور سرکار ابد قرار ﷺ کے ساتھ ان کا ملاقات کرنا اور باتیں کرنا اور آپ ﷺ کا بھی ان کے ساتھ باتیں فرمانا اور یہ سب کچھ صفات اجسام ہیں بنابریں بلا تاویل کے ظاہراً حیوۃ الانبیا علیہم الصلوۃ والسلام روحانی، جسمانی ہر دونوں ثابت ہوئی رہی بحث اس میں کہ یہ جسم مثالی ہے یا بعینہ یہ بحث آخر ہے مگر اس میں بھی ظاہر احادیث بلا تاویل اعادہ روح کا جسم میں وارد ہے اور یہ جسم بعینہ ہوگا نہ مثالی صاحب روح المعانی کا فرمانا کہ جسم مثالی ہے ان احادیث کے خلاف ہوگا تاویل کی کیا صورت ہے ظاہر سے پھیرنا جس کو تاویل کہتے ہیں اس کے لئے کوئی ضرورت خاص وجہ خاص ہونی چاہئے پس معنی حقیقی کو چھوڑنا اور مجاز لینا تب ہوسکتا ہے جب کہ حقیقت متعذر ہو ورنہ تو مجاز لینا درست نہیں اس پر علماء اصول کا اتفاق ہے اور جو شخص اس کے خلاف کا دعویٰ کرتا ہے وہ مصداق من شذ شذ فی النار ہے البتہ یہ درست ہے کہ جب معنی حقیقی متعذر ہو جاتا ہے تب علماء اس کو معنی مجازی پر عمل کرتے ہیں ضرورت کے لئے پس حیوۃ روحانی، جسمانی انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے ثابت ہونے میں بنابر ان احادیث کے کوئی شبہ باقی نہ رہا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتو بسورة من مثله وادعو شھدآکم من دون

اللہ ان کنتم صدقین فان لم تفعلو ولن تفعلو فاتقو النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین .الآیۃ اوریادرکھنا قول امام بیہقی رحمۃ اللہ کا فعلی ھذا یصیرون کسائر لاحیاء الخ جیسا کہ دوسری حدیث کے بیان میں گذرا۔

پانچویں حدیث: باسناد یحیٰی علیہ السلام بن بکیر ﷺ نیز ثابت عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ ترجمہ واضح ہے

چھٹی حدیث: باسناد اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ افضل ایا مکم یوم الجمعۃ وفیہ خلق آدم علیہ السلام و فیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثر واعلیٰ من الصلوۃ فان صلوتکم معروضۃ علی قالو وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت یقولون بلیت فقال ان للہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اخرجہ ابو دائود .شفاء اسقام

ترجمہ: اوس بن اوس سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دنوں کا بہتر دن جمعہ ہے اسی لئے حضرت آدم علی نبینا علیہم الصلوۃ والسلام پیدا ہوئے اور اسی میں وفات پائی اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں بیہوشی ہوگی پس بہت پڑھو اس دن میں درود شریف مجھ پر اس لئے کہ درود شریف تمہارا پیش کیا جاتا ہے کہا صحابہ کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے اور کس طرح پیش ہوگا درود ہمارا حالانکہ آپ کو مٹی کھا جائے گی پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ کھائے اجسام انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو تخریج اس حدیث کی ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ السلام نے شفاء السقام   اور فرمایا علامہ سبکی رحمۃ اللہ نے امام بیہقی رحمۃ اللہ اس حدیث کے شواہد ہیں اللھم اغفر لکابتہ ولمئولفہ آمین

ساتویں حدیث: جو کہ شواہد میں داخل ہے عن ابن مسعود انصاری ﷺ عن النبی ﷺ انہ قال اکثرو الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ لیس یصلی علی احد یوم الجمعۃ الا عرضت علی صلوتہ. ترجمہ: حضرت ابن مسعود انصاری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بہت درود پڑھا کرو اس لئے کہ نہیں پڑھتا کوئی ایک مجھ پر جمعہ کے دن مگر پیش کیا جاتا ہے وہ درود شریف مجھ پر انتہیٰ

آٹھویں حدیث: عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثرو اعلی من الصلوۃ فی کل یوم الجمعۃ فان صلوۃ امتی تعرض علی فی کل یوم الجمعۃ فمن کان اکثرھم علی صلوۃ کان اقربھم منی منزلۃ ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوامامہ ﷺ سے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت پڑھا کرو مجھ پر درود شریف ہر جمعہ کے دن اس لئے کہ درود میری اُمت کا پیش کیا جاتا ہے مجھ پر ہر جمعہ کے دن میں پس جو شخص بہت پڑھنے والا ہوگا درود شریف مجھ پر ہوگا بہت نزدیک ان کا مجھ سے از روئے مرتبہ کے۔ انتہیٰ شفاء اسقام۔

نویں حدیث: عن مالک بن دینار عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان اقربکم منی یوم القیمۃ فی کل موطن اکثرھم علی صلوۃ فی الدنیا فمن صلی علی یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ قضی اللہ لہ ماۃ حاجۃ سبعین من حوائج الدنیا ثم یو کل اللہ بذالک ملکا ید خلہ فی قبری کما تد خل علیکم الھد ایا یخبر عمن صلی علی باسمہ ونسبہ الیٰ عشیرتہ فاثبتہ عندی فی صحیفۃ میضاء ترجمہ: روایت ہے مالک بن دینار سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت انس ﷺ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق بہت نزدیک تمہارا مجھ سے دن قیامت کے ہر جگہ میں وہ ہوگا جو بہت پڑھنے والا ہوگا درود شریف کا دنیا میں پس جس شخص نے پڑھا درود شریف دن جمعہ کے اور رات جمعہ کے پورا کریں گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں ستر حاجات قیامت سے اور تیس حاجتیں دنیا کی پھر مقرر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بسبب اس درود شریف کے یہاں اس درود شریف پر ایک ملائک جو داخل کرتا ہے اس درود شریف کو میری قبر میں جیسے داخل کیے جاتے ہیں تم پر ہدیے اور وہ ملائکہ خبر دیتا ہے مجھ کو اس شخص درود شریف پڑھنے والے کے نام سے اور اس کی نسب سے اور اس کے قبیلے سے پس میں اس کو ثابت رکھتا ہوں اپنے پاس ایک سفید کاغذ میں انتہیٰ شفاء السقام صفحہ ۱۵۲۔

دسویں حدیث: شفاء السقام میں ہے ثم ذکر البیھقی حدیث فان صلوتکم تبلغنی فیما کنتم ترجمہ: پھر ذکر کی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حدیث جس کا ترجمہ یہ ہے تحقیق تمہارا درود شریف پہنچتا ہے مجھ کو جس جگہ ہو تم۔

گیارھویں حدیث: شفاء السقام میں ہے ثم ذکر البیھقی رحمۃ اللہ علیہ حدیں ان للہ ملائکۃ سیا حین یبلغو نی عن امتی السلام ترجمہ: پھر ذکر کی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو تحقیق واسطے اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کرام ہیں جو پھرتے ہیں زمین میں پہنچاتے ہیں مجھ کو میری اُمت کی جانب سے سلام۔

بارھویں حدیث: بنا بر تصریح بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شفاء السقام وقول حضرت ابن عباس ﷺ لیس احد من امۃ محمد ﷺ اصلی علیہ الصلوۃ الا وھی تبلغہ یقول لہ الملک فلان یصلی علیک کذا وکذاص لوۃ ترجمہ: پھر ذکر کیا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے

حدیث کو تحقیق اللہ تعالیٰ کے لئے ملائکہ ہیں جو پھرتے ہیں زمین میں پہنچاتے ہیں مجھ کو میری اُمت کی جانب سے سلام اور قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ نہیں کوئی ایک اُمت محمد رسول ﷺ سے کہ پڑھا اس نے آپ ﷺ پر درود شریف پہنچاتا ہے مگر وہ درود شریف پہنچا تا ہے۔ آپ ﷺ کو کہتا ہے آپ کو ملائکہ کہ فلاں شخص پڑھتا ہے آپ پر درود شریف اتنا اور اتنا انتہیٰ ترجمہ۔

تیرہویں حدیث: من صلى على عند قبرى سمعته من طريق عبد الرحمن . شفاء السقام صفحہ ۱۵۲ ترجمہ: جس نے پڑھا درود شریف مجھ پر نزدیک میری قبر کے سنتا ہوں میں اس کو انتہیٰ

چودھویں حدیث: فاذا موسى باطش بجانب العرش فلاادرى اكان فيمن صعق فا فاق قبلى اوكان ممن استثنى الله عــــز وجل . رواہ البخاری ومسلم شفاء السقام ترجمہ: پس اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت پکڑنے والے ہیں ایک جانب عرش کو پس مجھے معلوم نہیں آیا کہ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں جن کو افاقہ ہوا مجھ سے پہلے یا کہ ان لوگوں میں جن کو مستثنیٰ فرمایا اللہ عزوجل نے روایت کیا اس حدیث کو شیخین نے:

''محرر سطور کہتا ہے کہ بخاری شریف میں الفاظ یہ ہیں فاذا انا بموسىٰ متعلق بالعرش انتهىٰ ثم قال ومما يدل وعلى حيوتهم ۔ شفاء السقام ترجمہ: پھر کہا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض ان احادیث سے جو دلالت کرتی ہیں حیات انبیاء علیہ السلام پر انتہیٰ اور ذکر کیا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکور کو قال البيهقى رحمة الله عليه وهذا انما يصح على ان لله عزوجل رد وعلى الانبياء صلوات الله عليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كا لشهداء انتهىٰ

ترجمہ: پھر کہا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض ان احادیث سے دلالت کرتی ہیں حیوۃ الانبیاء علیہم السلام اور ذکر کیا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکور کو قال البيهقى رحمة الله عليه وهذا انما يصح على ان الله عزوجل رد على الانبياء صلوات الله عليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء انتهىٰ

ترجمہ: پھر کہا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور یہ تب درست ہوسکتا ہے کہ تحقیق اللہ عزوجل نے رد فرمایا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر ان کی روحوں کو پس وہ زندہ ہیں نزدیک اپنے رب کے مثل شہدا کی شفاء السقام میں ہے هذا جملة ما ذكره الحافظ ابو بكر البيهقى رحمة الله عليه فى كتاب حيوة الانبياء فى قبورهم لم نحذف منه الا بعض الاسانيد او بعض الزيادة فى الاسماء. ترجمہ: یہ مجموعہ احادیث وہ ہے جن کو ذکر کیا ہے حافظ ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب حیات انبیاء فی قبورہم میں نہیں حذف کیا ہم نے ان احادیث سے مگر بعض اسنادات ان کے یا بعض زیادتی اسماء کی انتہیٰ مترجم کہتا ہے کہ حذف اسناد یا حذف زیادتی الاسماء پر کوئی طعن نہیں کیونکہ اصل اسناد واسماء کی بحث کتاب بیہقی رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے جس کا جی چاہے ملاحظہ کرلے۔

پندرہویں حدیث: ابن ماجه شريف فنبى الله حى يرزق ترجمہ: پس نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کا زندہ ہیں رزق دیا جاتا ہے انتہیٰ

''محرر سطور کہتا ہے کہ چھٹی حدیث بروایت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ مشکوۃ شریف میں موجود ہے صرف اتنا فرق ہے کہ حدیث مشکوۃ شریف میں فرمایا ان من افضل الخ اور چھٹی حدیث متذکرہ بالا جسکو شفاء السقام میں نقل فرمایا ہمیں کلمہ ان اور کلمہ من محذوف ہے اور کلمہ اعلیٰ نیز محذوف ہے اور نیز فرمایا اخرجہ ابوداؤد اور مشکوۃ شریف میں فرمایا رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی والبیہقی رحمۃ اللہ علیہ فی الدعوات الکبیر

اور حدیث نمبر پندرہ اس حدیث کا ٹکڑہ ہے جس کی تخریج فرمائی ابن ماجہ نے بروایت ابی الدرداء عن الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اكثروا الصلوة على يوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائكة وان احدا لن يصلى على الا عرضت على صلوته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبى الله حى يرزق .هكذافى المشكوة : ۱۲۰۱۲

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت کثرت کیا کرو درود شریف کی مجھ پر جمعہ کے دن اس لئے کہ وہ ایسا ہے کہ حاضر ہوتے ہیں اس میں ملائکہ کرام اور کوئی ایک نہیں ہرگز کہ پڑھے مجھ پر درود شریف مگر پیش کیا جاتا مجھ پر وہ درود شریف یہاں تک کہ فارغ ہوجاتا ہے وہ پڑھنے والا اس سے اور کہا میں نے یارسول اللہ ﷺ اور مرجانے کے بعد فرمایا اور مرجانے کے بعد بھی تحقیق اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا زمین پر کہ کھائے اجسام انبیاء علیہ السلام کو پس نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کا زندہ ہیں رزق دیا جاتا ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور رئیس المحدثین حضرت علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوۃ میں فرمایا قوله يرزق رزقا معنويا فان الله تعالىٰ قال فى حق الشهداء من امته بل احياء عند ربهم يرزقون فكيف سيدهم بل رئيسهم لانه حصل له

مرتبہ الشهادۃ مع مزید السعادۃ باکل الشاۃ المسمومۃ وعود سمها المعمومۃ وانما عصمد الله تعالیٰ من الشهادۃ الحقیقیۃ لشاعۃ الصوریۃ ولاظهار القدرۃ الکاملہ بحفظ فردمن بین اعدائہ من شر البشریۃ و الا ینا فیہ ان یکون هناک رزق حتی ایضاً و هو الظاهر . مرقات بعینه

ترجمہ: رزق دیا جاتا ہے ان کو رزق معنوی اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کے شہداء کے حق میں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں اور کس طرح سرداران کے بلکہ رئیس ان کے کیونکہ حاصل ہوان کے لئے مرتبہ شہادت کا بمعہ زیادتی سعادت کے ساتھ کھانے گوشت بکری کے جس میں کہ زہر ڈالی گئی تھی اور ساتھ لوٹنے اس مغموم زہر کے، جز ایں نیست کہ بچایا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شہادت حقیقیہ سے اس لئے کہ ظاہری صورت خراب نہ ہو اور واسطے ظاہر کرنے قدرت کاملہ کے ساتھ بچانے ایک فرد کے درمیان میں دشمنوں کے سے اور نہیں منافی رزق معنوی کے ساتھ کہ ہو وہاں رزق حتی بھی اور رزق تی کا ہونا ظاہر ہے۔ انتہی اور عرض کے معنی میں فرمایا کہ مجموعہ روح وجسم پر پیش کیا جاتا ہے۔ وفیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع والجسد منهم . (مرقات المصابیح لعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ: اور اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تحقیق پیش کرنا درود شریف کا اُوپر مجموعہ روح اور جسم کے ہوتا ہے ان انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر انتہی

پس بنا بر ان احادیث کے زندگی روحانی وجسمانی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

سولہویں حدیث: عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت علی موسی لیلۃ السری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبرہ . شفاء السقام ترجمہ: روایت ہے حضرت انس بن مالک ﷺ سے تحقیق فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس رات میں جس میں سیر کرایا گیا مجھ کو نزدیک سرخ ڈھیری کے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اپنی قبر میں انتہی۔

سترہویں حدیث: و عن انس عن ابی زر ان رسول اللہ ﷺ رایٰ موسےٰ علیہ السلام بن عمران فی السماء السادسہ ترجمہ: روایت ہے حضرت انس ﷺ سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابوذر ﷺ سے کہ سرکار دو عالم نور مجسم ہادی اعظم عالم ما کان و ما یکون ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں دیکھا۔ انتہی

اور یہاں پر اعتراض واقع ہوتا ہے کہ احادیث میں تعارض آ گیا بعض احادیث میں وارد ہے کہ دیکھا ان کو قبر میں نماز پڑھتے اور بعض میں وارد ہے کہ ان کو بیت المقدس میں دیکھا اور بعض میں وارد ہے کہ چھٹے آسمان میں دیکھا:

الجواب: قال الامام البیهقی لیس فی الاخبار منافات فقد یراہ فی مسیرہ قائماً یصلی فی قبرہ ثم یسری به الیٰ بیت المقدس کما اسری بالنبی ﷺ فراہ فیہ ثم یعرج بہ الی السماء السادسۃ کما عرج بالنبی ﷺ فراہ فی السماء و کذالک سائر من راہٗ من الانبیاء فی الارض ثم فی السماء والانبیاء صلوٰۃ اللہ علیهم احیاء عند ربهم کالشهداء فلا ینکر حلولهم فی اوقاتٍ بمواضعَ مختلفاتٍ کما ورد فی خبر الصادق بہ انتهیٰ

ترجمہ: فرمایا امام بیہقی نے اور نہیں منافات درمیان احادیث کے پس کبھی دیکھتے ہیں اپنی سیر میں کہ کھڑے نماز پڑھتے ہیں اپنی قبر میں پھر سیر کراتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ طرف بیت المقدس کے جیسا کہ سیر کراتا ہے سرکار ابد قرار مدنی تاجدار احمد مختار شفیع یوم قرار ﷺ کو پس دیکھتے ہیں آپ ان کو بیت المقدس میں پھر لے جاتا ہے ان کو طرف آسمان کے جیسا کہ لے جاتا ہے نبی ﷺ کو۔ پس دیکھتے ہیں آپ رسالت مآب ﷺ ان کو آسمان میں اسی طرح باقی جس کو دیکھا ہے آپ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے زمین میں پھر آسمان میں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں نزدیک رب اپنے کے مثل شہداء کے پس نہیں انکار کیا جاتا ان کے جانے کا اوقات مختلفہ میں مختلف جگہوں کو جیسا کہ وارد ہے حدیث صادق میں انتہی

اٹھارویں حدیث: قال فی شفاء السقام ۱۵۳ صفحہ و قد ثبت فی الصحیح فی حدیث الاسرآء انہ ﷺ وجد آدم علیہ السلام فی السماء الدنیا الخ ما قال و وجد ابراهیم فی السابعۃ مسنداً ظهرہ الیٰ بیت المعمور .

ترجمہ: اور تحقیق حدیث صحیح میں آیا کہ حضور انور ﷺ نے پایا حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا میں اور پایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں تکیہ لگانے والے تھے اپنی پیٹھ کا بیت المعمور کی طرف۔ یہ حدیث بروایت حضرت انس ﷺ کے ابوذر ﷺ سے مروی ہے۔

انیسویں حدیث: بمسلم شریف جس میں وارد ہے دیکھا آپ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں میں بروایت ثابت بنانی حضرت

انس ﷺ سے جس میں دیکھا آپ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو پہلے آسمان میں اور حضرت آدم علیہ السلام کا آپ کو مرحبا فرمانا۔ دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا اور حضرت یحیٰ علیہ السلام ابن ذکریا علیہ السلام، کو دیکھنا اوران کا مرحبا فرمانا اور دعا کرنا آپ کے لئے تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنا اوران کا مرحبا فرمانا اوران کا دعا کرنا چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھنا اوران کا مرحبا فرمانا اور دعا مانگنا پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھنا اوران کا اسی طرح مرحبا فرمانا اور دعا کرنا اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا اوران کا مرحبا فرمانا اور دعائے خیر کرنا اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا وران کا تکیہ لگائے ہوئے تھے بیت المعمور کے ساتھ اوراس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آپ کے ساتھ واپسی میں واقعہ ملاقات مذکور ہے الخ ملاحظہ ہو مسلم شریف صفحہ ۹۱

بیسویں حدیث: اسی طرح ایک اور حدیث بروایۃ سعید ﷺ کے قتادہ ﷺ سے اوران کا انس ﷺ بن مالک ﷺ سے اوران کا مالک بن صعصعہ سے مع الشک یا بلا شک تصریح فرمائی علامہ نووی نے شرح مسلم شریف میں اور یہ حدیث بھی مسلم شریف میں ہے۔ بمعہ اس حدیث کے بیس احادیث ہوئیں

اکیسویں حدیث: مسلم شریف بروایت ابن عباس ﷺ قال ذکر رسول اللہ ﷺ حین اسری بہ فقال موسی آدم طوال کانہ من رجال شنوءۃ وقال عیسیٰ مربوع ترجمہ: فرمایا حضرت ابن عباس ﷺ نے کہ بیان فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت سیر کرایا گیا آپ کو آسمانوں کا پس فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے اور لمبے قد والے ہیں گویا قبیلہ شنوہ کے مرد ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام درمیانے قد والے ہیں انتہیٰ

اب لمبا قد ہونا یا درمیانہ قد ہونا یہ اجسام کی صفات ہیں لہذا روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی زندگی ثابت ہوگئی اللھم اغفر لکاتبہ ومولفہ۔

بائیسویں حدیث: نیز روایت ابن عباس ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ مررت لیلۃ اسری بی علی موسی بن عمران رجل آدم طوال جعد کانہ من رجال شنوءۃ ورایت عیسی بن مریم مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض سبط الراس۔ ترجمہ: فرمایا ابن عباس ﷺ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے گذرا میں اس رات میں جس میں سیر کرایا گیا مجھے موسیٰ بن عمران پر مرد ہے گندمی رنگ والا، لمبے قد والے پیچدار بالوں والا گویا کہ وہ مرد ہے قبیلہ شنوءہ سے اور فرمایا دیکھا میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو درمیانے قد والے مائل سرخی سفیدی کو پریشان بالوں والے یعنی غیر پیچدار بالوں والے۔ انتہیٰ مسلم

تیئسویں حدیث: بروایت ابن عباس ﷺ ان رسول اللہ ﷺ مر بوادی الازرق فقال ای واد ھذا فقالو وادالازرق قال کانی انظر الی موسی ھابطا من الثنیۃ ولہ جوار الی اللہ بالتلبیہ ثم اتیٰ علی ثنیۃ ھر شی فقال ای ثنیۃ ھذا قالو اثنیۃ ھر شی قال کانی انظر الی یونس علیٰ ناقۃ حمراء جعدۃ علیہ جبۃ من صوف خطام ناقتہ خلبۃ وھو ملبی۔ مسلم ترجمہ: تحقیق رسول اللہ ﷺ گذرے ساتھ وادی ازرق کے پس فرمایا یہ کون سی وادی ہے؟ پس کہا لوگوں نے یہ وادی ازرق ہے فرمایا آپ نے تحقیق میں دیکھتا ہوں طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آپ اترنے والے ہیں گھاٹی سے اور واسطے آپ کے اللہ کی طرف ہمسائگی ہے ساتھ تلبیہ کے پھر آئے آپ گھاٹی ہرشی پر پس فرمایا کونسی گھاٹی ہے کہا لوگوں نے گھاٹی ہرشی ہے فرمایا آپ نے تحقیق میں دیکھتا ہوں طرف حضرت یونس علیہ السلام کے اوپر اونٹنی سرخ بھرے ہوئے گوشت والے کے پہنا ہوا جبہ صوف کا مہار آپ کی اونٹنی کی کھجور کے پتوں کی ہے اور آپ تلبیہ پڑھتے ہیں۔ انتہیٰ رواہ مسلم

مترجم کہتا ہے کہ حضور ﷺ کا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو گھاٹی ازرق سے اترتا ہوا اور تلبیہ پڑھتا ہوا اور حضرت یونس علی نبینا و علیہ السلام کو گھاٹی ہرشی میں سرخ رنگ کی موٹی اونٹنی پر سوار اور جبہ صوف پہنے ہوئے تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھنا یہ سب صفات اجسام ہیں پس زندگی جسمانی اور روحانی ثابت ہوئی۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر شبہہ کیا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کس طرح حج کرتے اور تلبیہ پڑھتے حالانکہ وہ مرے ہوتے ہیں اور وہ دارآخرت میں ہیں اور دار آخرت دار تکلیف وعمل نہیں اس کے چند جوابات دیئے۔ اول یہ کہ وہ مثل شہداء کی ہیں اور زندہ ہیں بلکہ شہداء سے بھی افضل ہیں بعید نہیں کہ وہ حج ادا کریں اور نمازیں پڑھیں لیکن بعد وفات بھی دار دنیا میں ہیں اگر یہ مدت ختم ہوئی تب عمل بھی منقطع ہو جائے گا مگر یہ عمل ان کا بطریق تکلیف نہیں بلکہ باعتبار تقرب کے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے یہ جواب اول ہے باقی اجوبۃ مثل برتاویل ہیں ظاہر یہی جواب ہے۔ از مترجم۔ ملاحظہ ہو نووی صفحہ ۹۴

چوبیسویں حدیث: تیز بروایت ابن عباس ﷺ سے بطریق مذکور مگر اس میں زیادہ ہے واضعا اصبعیه فی اذنیه ترجمہ: درانحالیکہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام رکھنے والے ہیں انگلیوں کو اپنے کانوں میں مسلم شریف: مترجم کہتا ہے کہ انگلیوں کا کانوں میں رکھنا جسم کی صفت ہے نہ کہ روح بنابریں جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی زندگی ثابت ہوئی۔

پچیسویں حدیث: تیز بروایت ابن عباس ﷺ قال اما ابراهیم فانظروا الی صاحبکم واما موسی رجل آدم جعد علی حمل احمر مخطوم حلبته کانی انظر الیه اذاانحدر فی وادی یلبی راہ مسلم صفحہ ۹۵ ترجمہ: فرمایا بہرحال ابراہیم علیہ السلام پس دیکھو اپنے صاحب کو اور بہر حال موسیٰ پس مرد ہے گندم گون سوار ہے سرخ اونٹ پر جس کی مہار کھجور کے پتوں کی ہے تحقیق میں دیکھتا ہوں میں طرف اس کے جبکہ اترتا ہے گھاٹی میں تلبیہ پڑھتا ہے۔ انتہیٰ

اب مترجم کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی مثل بتلانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندم گون اور پیچدار بالوں والا اور اونٹنی پر سوار بتلانا یہ سب صفات اجسام میں سے ہیں۔

چھبیسویں حدیث: مسلم شریف بروایت حضرت جابر ﷺ عن جابر ﷺ ان رسول اللہ ﷺ قال عرض علی الانبیآء فاذا موسیٰ من الرجال کانه من رجال شنوءة ورایت عیسیٰ بن مریم فاذا اقرب من رایت به شبها عروة بن مسعود ورایت ابراهیم فاذا اقرب من رایت به صاحبکم یعنی نفسه . ترجمہ: حضرت جابر ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیش کیے گئے مجھ پر انبیاء علیہم السلام پس مفاجات حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہیں درمیانہ گوشت والے گویا وہ قبیلہ شنوءۃ کے مردوں سے ہیں اور دیکھا میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پس اس وقت بہت نزدیک ان کے از روئے مشابہت کے تمہارا صاحب ہے۔ مراد ذات اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ انتہیٰ

ستائیسویں حدیث: مسلم شریف بروایۃ ابوہریرہ ﷺ عن ابی هریرة قال قال النبی ﷺ حین اسری بی لقیت موسیٰ فنعته النبی ﷺ فاذا رجل حسبته مضطرب رجل الراس کانه من رجال شنوءة ولقیت عیسیٰ فنعته النبی ﷺ فاذا ربعة احمر کانما خرج من ریحاس یعنی حماما قال ورایت ابراہیم وانا اشبه ولده به . مسلم. ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا جبکہ سیر کرایا گیا مجھے ملاقات کی میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پس صفت بیان کی ان کی رحمۃ للعالمین ﷺ نے پس وہ اس وقت مرد ہے یقین کرتا ہوں میں لمبے قد والے نہ بہت گوشت والے۔ ملاحظہ ہو نووی، کنگھی ہوئے بالوں والا گویا وہ مرد ہے قبیلہ شنوءہ کا فرمایا اور دیکھا میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آپ نے ان کی صفت بیان فرمائی پس وہ اس وقت مرد ہے درمیانہ قد والا، سرخ رنگ والا گویا نکلے ہیں حمام سے فرمایا اور دیکھا میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اور میں ان کا بہت مشابہ بیٹا ہوں۔

اٹھارویں حدیث: واخرج ابو نعیم فی الحلیة عن یوسف بن عطیة قال سمعت ثابت البنانی یقول لحمید الطویل هل بلغک ان احد ایصلی فی قبره الا الانبیاء قال لا . ترجمہ: ابونعیم نے حلیۃ الاولیا جلد ۱۲ میں تخریج کیا ہے یوسف بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس نے کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے سنا وہ کہتا ہے واسطے حمید طویل کے کہ کیا پونچا تجھ کو کوئی ایک جو پڑھتا ہے نماز قبر میں بغیر انبیاء کے کہا اس نے نہیں۔ انتہیٰ الاذکیا از علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

انتیسویں حدیث: واخرج البخاری فی تاریخه من عمار ﷺ سمعت النبی ﷺ یقول ان لله تعالیٰ ملکا اعطاه اسماع الخلائق قائم علی قبری فما من احد یصلی صلوة الا بلغنیها. ترجمہ: بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار سے اس حدیث کی تخریج کی کہتے ہیں میں نے سنا نبی ﷺ سے آپ فرماتے تھے کہ اللہ کے لئے ایک ملائکہ ہے جس کو دیا اللہ نے سننا تمام مخلوق کا کھڑا ہے میری قبر شریف پر پس کوئی ایک نہیں کہ درود پڑھتا ہے مجھ پر مگر پہنچاتا ہے وہ مجھ کو درود شریف الاذکیا

تیسویں حدیث: واخرج حدیث ان الناس یصعقون فاکون اول من یفیق وقال هذا یدل ایضا علی ان الله رد علی الانبیاء ارواحهم وهم احیاء عند ربهم کالشهداء فاذا انفخ فی الصور النفخة الاولیٰ صعقو فیمن صعقو ثم لا کون ذالک موتا فی جمیع معانیه الا فی ذهاب الاستشعار . انتهیٰ الاذکیا صفحہ ۷۵ . ترجمہ: اور تخریج کیا بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو تحقیق لوگ بے ہوش ہو جائیں گے پس ہوگا میں پہلا ان لوگوں کا جن کو افاقہ ہوگا اور کہا بیہقی نے یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء پر ان کی روحیں لٹا دیتا ہے اور وہ شہداء کی طرح زندہ ہیں اور جب پہلی مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا تو لوگ بے ہوش ہو جائیں گے پھر کہا بیہقی نے پھر نہ ہوگی یہ موت تمام معانی میں مگر چلا جانا شعور کا۔

اکتیسویں حدیث: واخرج ابو یعلی عن ابی هریرة سمعت رسول الله ﷺ یقول والذی نفسی بیده لینزلن عیسی بن مریم ثم لان قام علی قبری فقال یا محمد ﷺ لا جبته. انبیاء الانبیاء صفحه ۵. ترجمہ: اور تخریج کیا ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں اس ذات پاک کی قسم ہیں جس کے دست قدرت میں میری روح ہے البتہ ضروری اترے گا عیسیٰ بیٹا مریم کا پھر کھڑا ہوگا میری قبر مبارک پر پس کہے گا اے محمد ﷺ تو ضروری جواب دوں گا میں ان کو انتہی

بتیسویں حدیث: واخرج ابو نعیم فی دلائل النبوة عن سعید بن المسیب قال لقد رائیتی لیالی الحرة وما فی مسجد رسول الله ﷺ غیری وما یاتی وقت الصلوة الا وسمعت الاذان من القبر انباء الاذکیاء. ترجمہ: اور تخریج کیا حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں سعید بن مسیب سے کہا اس نے البتہ تحقیق دیکھا تھا میں نے اپنے آپ کو گرمی کی راتوں میں اور نہیں تھا مسجد رسول اللہ ﷺ میں بغیر میرے اور نہیں آتا تھا وقت نماز کا مگر اس حال میں کہ میں سنتا تھا اذان کو قبر مبارک سے انتہی

فائدہ: حرہ مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے جس میں پتھر سیاہ پڑے ہیں اور یہ لشکر یزید کا زمانہ تھا جو اس نے صحابہ کرام و تابعین سے جنگ کے لئے بھیجا تھا ملاحظہ ہو طیبی شرح مشکوۃ از مترجم

تینتیسویں حدیث: واخرج الزبیر رضی اللہ عنہ بن بکا فی احیا المدینة عن سعید بن المسیب قال لم ازل اسمع الاذان والاقامة فی قبر رسول الله ﷺ ایام الحرة حتی عاد الناس انباء الاز کیا صفحه ۱. ترجمہ: اور تخریج کیا ابن بکاء نے اخبار مدینہ طیبہ میں سعید بن مسیب سے فرمایا اس نے میں ہمیشہ سنتا تھا اذان اور اقامت کو رسول اللہ ﷺ کی قبر انور سے حرہ کے دنوں میں یہاں تک کہ لوگ واپس ہوئے

چونتیسویں حدیث: و اخرج ابن سعد فی الطبقات عن سعید ابن المسیب انه کان یلازم المسجد ایام الحرة والناس یقتلون قال فکنت اذا احانت الصلوة اسمع اذاناً یخرج من قبل القبر الشریف انباء الازکیاء ص ۱. ترجمہ: تخریج کیا ابن سعد ﷺ نے اپنی کتاب طبقات میں سعید بن مسیب ﷺ تحقیق تھے آپ ہمیشہ رہنے والے مسجد نبوی میں حرہ کے دنوں میں اور لوگ لڑتے تھے فرمایا کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تھا تو میں حضور انور ﷺ کی قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا تھا۔

پینتیسویں حدیث: واخرج الدارمی فی سنده قال اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبد العزیز قال لما کان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد رسول الله ﷺ ولم یقم وان سعید بن المسیب لم یبرح مقیماً فی المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوة الا بهمهمة یسمعها من قبر النبی ﷺ الانبیاء الاذکیا ص ۱

ترجمہ: تخریج کیا دارمی (نام کتاب) مسند نے کہا کہ مجھ کو مروان بن محمد نے سعید بن عبد العزیز سے خبر دی اس نے کہا جب حرہ کے دن تھے تو مسجد نبوی میں اذان اور اقامت نہیں کی جاتی تھی اور سعید بن مسیب ﷺ ہمیشہ مقیم ہوتے تھے مسجد نبوی میں اور نماز کا وقت نہیں معلوم کیا جاتا تھا مگر آہستہ آہستہ سی آواز سے جو نبی ﷺ کی قبر منور سے سنتا تھا۔ مشکوۃ المصابیح میں ص ۵۴۵ بروایت دارمی موجود ہے۔

چھتیسویں حدیث: وہ حدیث ہے جس کو علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفا السقام ص ۴۳ میں ذکر فرمایا ہے و عن ابراهیم بن بشار قال حججت فی بعض السنین فجئت المدینة فتقدمتُ الیٰ قبرِ رسول الله ﷺ فسلمتُ علیه فسمعتُ من داخلِ الحجرةِ و علیک السلام. ترجمہ: ابراہیم بن بشار ﷺ سے روایت ہے کہ بعض سالوں میں میں نے حج کیا اور مدینہ منورہ میں آیا تو سرور کائنات فخر موجودات علیہ الافضل الصلوۃ کے روضہ اقدس کی طرف بڑھا پس سلام عرض کیا میں نے تو حجرہ مبارک کے اندر سے میں نے وعلیکم السلام کی آواز سنی۔

محرر سطور کہتا ہے کہ احادیث مذکورہ سے چند باتیں ثابت ہوئیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں چنانچہ حضور انور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور پھر چھٹے آسمان پر دیکھا اور شب معراج میں تمام انبیاء کا بیت المقدس میں جمع ہونا اور حضور سراپا نور ﷺ کی اقتدا سے نماز ادا کرنا اور آپ ﷺ کا امام بننا، امامت کرانا، اور آپ ﷺ کا باقی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے باتیں کرنا اور آپ ﷺ کا جماعت انبیاء کو دیکھنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان کرنا کہ خفیف جسم والے اور پیچ دار بالوں والے، اونچے قد والے اور نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھنا اور ان کا حلیہ شریف مثل اپنی ذات مقدس کے بتانا اور انبیاء علیہم السلام کو الگ الگ آسمانوں میں دیکھنا اور ان کا آپ ﷺ کو مرحبا فرمانا اور دعا کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی ازرق میں اترتے ہوئے دیکھنا اور حضرت یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹ، کھجور کے پتوں کی مہار والے پر سوار دیکھنا اور صوف کا جبہ پہنے ہوئے گھاٹی ہرشے پر دیکھنا یہ تمام صفات اجسام اور ارواح کے صفات ہیں لہٰذا انبیاء علیہ السلام کے لئے جسمانی اور روحانی زندگی ثابت ہے اور سرکار ابد قرار ﷺ پر درود شریف

کا پیش ہونا اور روضہ طیبہ پر ملائکہ کا مقرر ہونا جو ملائکہ، کہ تمام دنیا کے درود شریف سنتا ہے اور تمام کا تمام بطور ہدیہ آپ ﷺ پر پیش کرتا ہے اور آپ ﷺ کو ملائکہ سیاحین کا امت کی جانب سے سلام پہنچانا، اور درود شریف پڑھنے والے کا آپ کے نزدیک ہونا، اور حضور ﷺ کا امت کے درود و سلام کو خود بنفس نفیس سننا، روضہ اقدس کے قریب سے بھی اور دور سے بھی ملاحظہ ہو حدیث جس کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں بلفظ الا بلغنی صوتہ بیان کیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو پڑھتا ہے مجھ پر درود شریف مگر مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے۔ یہ پوری حدیث مع الاسناد جلاء الافہام میں موجود ہے۔

سینتیسویں حدیث: اس حدیث پر مولوی اشرف علی کا یہ اعتراض کہ اس میں عنعنہ ہے۔ یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ ثقہ کا عنعنہ مقبول ہوتا ہے ملاحظہ ہو شرح نخبۃ الفکر، ورنہ تو صحیحین کی احادیث میں عنعنہ بکثرت موجود ہے معترض کو چاہیئے اس حدیث کے رواۃ کو غیر ثقہ ثابت کرتا جب یہ نہیں تو پھر صرف عنعنہ سے اعتراض کرنا بالکل درست نہیں چنانچہ ظاہر ہے دوسرا یہ کہنا کہ جلاء الافہام کے متعدد نسخ کے مطالعہ سے بعض میں الابلغنی صوتہ ہے اور یہ میرے قلب پر وارد ہوا'' ہم مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے لئے علم غیب بالواسطہ کا انکار کرتے ہو اور اپنے لئے دعویٰ غیب، یہ کون سا انصاف ہے۔ فیا اسفی علی هذا الصفیه

سرکار دو عالم ﷺ کا ایام حرہ ورود لشکر یزید پلید کا مدینہ طیبہ میں صحابہ اور تابعین سے جنگ کے لئے مشکوٰۃ شریف بروایت دارمی، و طبقات ابن سعد، حافظ ابونعیم دلائل النبوۃ تخریج زبیر بن بکا اخبار مدینہ مطہرہ طیبہ۔ اذان دینا اور روضہ اقدس سے حضرت سعید بن المسیب کا سننا اور آپ کی اذان کی آواز سے اوقات نماز کو معلوم کرنا۔ یہ تمام صفات اجسام اور ارواح کے صفات سے ہیں اور یہ اوصاف سیدنا و غوثنا و وسیلتنا محمد ﷺ کی حیات طیبہ مستمرہ روحانی و جسمانی دونوں کے لئے مثبت ہیں۔ اب اول سے لے کر آخر تک آیات و احادیث اور براہین قاطعہ سے سرکار ابد قرار ﷺ کی حیاۃ ابدیہ مستمرہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور ثابت ہوا کہ حضور پرنور صاحب لولاک ﷺ حیات ابدی سے زندہ ہیں اب بھی اگر کوئی بد بخت ازلی مذکورہ مکتوبہ دلائل بینات سے نظر قطع کر کے حضور انور ﷺ کی حیات ابدی سے انکار کرے تو ایسے مقفل دلوں کے کھولنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ویل للقسیة قلوبھم کا وعدہ فرما رکھا ہے اللہ تعالیٰ سے ہماری صبح و مسا یہی دعا رہتی ہے کہ اپنے حبیب ﷺ کی محبت ہمارے دلوں میں اور زیادہ فرما اور مخالفین رسول کو چشم ایمانی نصیب کرے تا کہ دلائل بینات کو دیکھ کر حق و باطل کے درمیان امتیاز کر سکیں۔ یہاں تک حضور پرنور ﷺ کی حیاۃ طیبہ کا اثبات مقصود تھا، پورا ہو چکا۔

اب مناسب ہے کہ متصل ہی اس بحث شریف کے زیارت نبوی ﷺ پر چند احادیث پیش کی جائیں تا کہ متبعین ابن تیمیہ اور باقی فرقہ نجدیہ کو کچھ تنبیہ ہو جائے

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان زیارتہ ﷺ مشروعة بالکتاب والسنة و اجماع الامته و بالقیاس ترجمہ: بے شک حضور ﷺ کی زیارت کرنا کتاب اللہ شریف اور سنت نبویہ اور اجماع امت اور قیاس سے ثابت ہے۔ ان کی کلام کا محصل یہ ہے کہ بحکم آیت کریمہ و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جآئوک فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدو اللہ توابا رحیما. الآیه ترجمہ: ظاہر ہے آیت کریمہ سے امت مرحومہ کو ہدایت کرنا منظور ہے کہ گم گشتگان چاہِ ضلالت، و منہمکان معصیۃ! تم اپنی مغفرت کے لئے سرکار ابد قرار ﷺ کے دربار گہر بار میں حاضری دے کر بطفیل بتوسل حضور پرنور ﷺ کے اللہ سے معافی چاہو۔ یہ امر بعد وفات بھی جاری ہے اس کی تفصیل ابتدائی صفحات پر گذر چکی ہے، وہاں ملاحظہ ہو۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا و هذا لا ینقطع بموته۔ ترجمہ: اور آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات سے منقطع نہیں۔

احادیث ملاحظہ ہوں

۱۔ من زار قبری و جبت له شفاعتی . الحدیث ۔ ترجمہ: جس شخص نے میری قبر (اطہر) کی زیارت کی تو میری شفاعت اس کے لئے واجب ہے۔ دوسری روایت میں حلت له شفاعتی وارد ہے کہ میری شفاعت اس کے لئے حلال ہے۔ علامہ مذکور فرماتے ہیں صحح جماعة من ائمة الحدیث کہ اس حدیث کی آئمہ حدیث سے ایک جماعت نے تصحیح کی ہے۔

۲۔ دوسری حدیث میں ان الفاظ سے وارد ہے من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی. جس نے وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے زیارت کی میری زندگی میں۔

۳۔ تیسری حدیث: من جاء نی زائرا لایعمله حاجته الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة. رواه طبرانی فی معجمة الکبیر و الدار قطنی فی امالیه و ابو بکر بن المقری فی معجمه و صححه سعید بن السکن انتهیٰ

شفاء السقام ص ۱۴

ترجمہ: جو شخص زیارت کرنے والا میرے پاس آیا نہیں کام اس کا دنیا کے کاموں سے بغیر میری زیارت کے تو مجھ پر واجب ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہو جاؤں۔ الخ

اب کمترین انھی احادیث پر اکتفا کرتا ہے ورنہ اس باب میں پندرہ احادیث ہیں ملاحظہ ہو شفاء السقام مقصد میرا یہ تھا کہ رسالہ ہٰذا میں چالیس احادیث تحریر کی جائیں تو وہ مقصد ان آخر کی تین احادیث کو ملا کر پورا ہو جاتا ہے۔

حضور انور ﷺ منظور فرمالیں تو زہے نصیب وزہے عزوشرف۔ قبل ازیں ''حضور ﷺ کے دربار گہر بار میں بواسطہ حضرت صاحب مرحوم شرقپور شریف کے'' درخواست پیش کی تھی مگر بغیر منظوری سرکار ابد قرار ﷺ کے کچھ نہیں بن آتا۔

للہ در القائل

کس کی مجال ہے دم بھرے تیرے مدینے کو چلے
تیری رضا، رضائے رب تب ہی تو عقدہ یہ کھلے
روتا ہوں مدتوں سے عقدہ میرا یہ کب کھلے
ڈورہ ہے میرا تیرے ہاتھ جیسے چلاؤ وہ چلے
رحمت سے تو جہاں کی مجھ پہ بسانا قطرہ نم
دھل جائیں میرے سب گناہ
دریائے رحمت بہہ رہا پیاسا ہوں مجھ کو بھی پلا
ہو جائیں مرضیں سب شفا تیرے ہی سایہ کے تلے
صلی اللہ علیک وسلم یا حبیب اللہ

تیسری بحث علماء کرام کے اقوال کا بیان

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انباء الاذکیا ص ۷ میں تصریح فرماتے ہیں

و قال القرطبی فی التذکرۃ فی حدیث الصعقۃ نقلاً عن شیخہٖ الموت لیس بعدمٍ محض و انما ھو انتقال من حالٍ الیٰ حالٍ و یدل علیٰ ذالک ان الشھداء بعد قتلھم و موتھم احیاء عند ربھم یرزقون فرحین متبشرین وھذہٖ صفۃ الاحیاءِ فی الدنیا و اذا کان فی الشھداءِ فالانبیاءُ احق بذالک و اولیٰ و قد صح ان الارض لا تاکُل اجساد الانبیاءِ و انہ ﷺ اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراءِ فی بیت المقدسِ و فی السماءِ و قد رایٰ موسیٰ قائماً یصلی فی قبرہٖ و اخبر ﷺ بانہ یَرُدُّ السلام علی کلِ من یسلم علیہ الیٰ غیر ذالک ما یحصلُ من جملۃ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الیٰ ان غیبو عنا بحیث لا ندرکھم و ان کانو موجودین احیاً و ذالک الحالُ فی الملائکۃِ فانھم موجودونَ احیاً و لا یراھم احد من نوعنا الا من حصہ اللہ بکرامتہٖ من اولیائہٖ۔ انتھیٰ

ترجمہ: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ (کتاب کا نام ہے جس میں موت اور امور آخرت ذکر کئے گئے۔ ذکر کیا اس کو کشف الظنون نے) حدیث صعقہ میں جس کو ذکر کیا اپنے شیخ سے کہ موت عدم محض نہیں جڑیں نیست کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال ہے اس پر دلالت کرتی ہے یہ بات کہ شہداء کرام قتل ہو جانے، اور مر جانے کے بعد اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور خوشی کی خبر طلب کرتے ہیں یہ زندوں کی صفت ہے۔ (دنیا میں) جب یہ حکم شہداء میں ہے تو انبیاء علیہم السلام اس بات کے لئے زیادہ لائق اور بہتر ہیں بلا شک صحیح ہو چکا کہ انبیاء عظام علیہم السلام کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی اور نبی ﷺ معراج شریف کی رات میں بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جمع ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور عالم علم الاولین والآخرین ﷺ نے خبر دی کہ آپ ﷺ ہر سلام پیش کرنے والے شخص کو جواب دیتے ہیں اور غیر اس سے بھی جن سے باعتبار مجموعہ کے اس بات کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات اس بات کی طرف راجع ہے کہ وہ ہم سے اس طریقہ پر غائب ہوئے ہیں کہ ہم سمجھ نہیں سکتے اگر وہ حضرات زندہ موجود ہیں یا ایسے ہی ہیں جس طرح کہ ملائکہ کا حال ہے وہ زندہ ہیں، موجود ہیں، لیکن ہماری نوع (آدمیوں) میں سے انھیں کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر وہ شخص کہ اولیاء کرام میں سے اللہ نے اس کو بزرگی و کرامت سے خاص کر دیا ہے (یعنی وہ دیکھ سکتے ہیں)

علامہ سیوطی قدس سرہ نے انبیاء والاذکیا میں تحریر فرمایا ثبت کونہ ﷺ حیا فی قبرہ بنص القرآن اما من عموم اللفظ و اما من مفھوم الموافقہ . انتھی ترجمہ: سرکار ابد قرار ﷺ کا زندہ ہونا قبر مطہرہ منورہ مقدسہ میں قرآن کریم کی نص سے یا لفظ کے عموم سے یا مفہوم موافق سے۔

مترجم کہتا ہے کہ حضور ﷺ کا زندہ ہونا قرآن کریم کی نص سے یہ حضرات احناف کرام کے قواعد کے اعتبار سے بھی درست ہے اس امر میں احناف وشوافع رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی نزاع نہیں اور مفہوم موافق کے اعتبار سے شوافع کے قواعد کی بنا پر درست ہے۔ کیونکہ وہ نصوص میں مفہوم کو درست مانتے ہیں اور ہمارے احناف کے قاعدوں کی بنا پر درست نہیں کیونکہ نصوص میں مفہوم معتبر نہیں چنانچہ کتب اصول فقہ کے مطالعے پر مخفی نہیں ملاحظہ ہو نور الانوار، حسامی، تلویح۔

حضرت امام بیہقی نے اپنی تصنیف، کتاب الاعتقاد والہدایت الی سبیل الرشاد میں فرمایا الانبیاء علیھم السلام بعد ما قبضو ردت الیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کشھداء. انتھیٰ ترجمہ: امام بیہقی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام قبض کر لئے جانے کے بعد ان کی پاک روحیں ان کی طرف لوٹائی جاتی ہیں وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں انتہیٰ

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء والاذکیا ص ۸ میں فرمایا سئل البارزی عن النبی ﷺ ھل ھو حی بعد وفاتہ؟ فاجاب انہ ﷺ حی قال الاستاذ ابو منصور عبد القاھر بن طاھر البغدادی الفقیہ الاصولی شیخ الشافعیۃ فی اجوبۃ مسائل قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاتہ و انہ یبشر بطاعات امتہ و یحزن بعاصی العصاۃ منھم و ان تبلغہ صلوۃ من یصلی علیہ من امتہ و قال ان الانبیاء ی لایبلون و لا تا کل الارض منھم شیئاً و قد مات موسیٰ فی زمانہ و اخبر نبینا ﷺ انہ راٰہ فی قبرہ مصلیاً و ذکر فی حدیث معراج انہ راٰہ فی السماءِ الرابعۃ و انہ رای آدمؑ فی السماءِ الدنیا و رای ابراھیمؑ و قال لہ مرحباً بالابن الصالح والنبی الصالح واذا صح لنا ھذا الاصلُ قلنا نبینا قد صار حیاً بعد وفاتہ و ھو علیٰ نبوتہ و ھذا آخر کلامِ الاستاذِ و قال الحافظ شیخ السنۃ ابو بکر البیھقی فی کتاب الاعتقادِ الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام بعد ما قبضو ردت ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشھداء و قد رای نبینا ﷺ جماعۃ منھم و امھم فی صلوۃٍ و اخبر و خبرہ صادق ان صلوتنا معروضۃ علیہ و ان صلوتنا یبلغہ و ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکلَ اجساد الانبیاءِ علیھم السلام قال و قد افرد فالاثبات حیاتھم کتاباً قال و ھو بعد ما قُبِضَ نبی اللہ ﷺ و صفیہ و خیرتہ من خلقہٖ ﷺ اللھم امتنا علیٰ سنتہٖ و امتنا علیٰ ملتہٖ و اجمع بیننا و بینہ فی الدنیا والآخرۃ فانک علیٰ کل شئی قدیر . انتھیٰ جواب البارزی.

ترجمہ: علامہ بارزی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی ﷺ وفات حسرت آیات کے بعد بھی زندہ ہیں؟

انھوں نے جواب دیا کہ بلاشک وہ زندہ ہیں کہا استاد ابو منصور عبد القاہر بغدادی نے اپنے سوالوں کے جوابوں میں کہ متکلمین محققین نے ہمارے اصحاب میں سے تحقیق نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور خوش ہوتے ہیں امت کی عبادت وتابعداری سے اور آپ ﷺ گناہ گاران اُمت کے گناہوں سے ناراض ہوتے ہیں اور آپ کی اُمت سے جو شخص آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو وہ پہنچتا ہے آپ کو اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام نہ سڑتے ہیں اور زمین ان میں سے کسی حصہ (جسم کو نہیں کھاتی) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں وفات پائی ہے اور حضور علیہ السلام نے ان کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور معراج کی حدیث میں بیان کیا کہ چوتھے آسمان پر ان کو دیکھا اور بلاشک آدم علیہ السلام کو دیکھا آسمان دنیا پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا مرحبا اے صالح بیٹے اور صالح نبی ﷺ جب یہ قاعدہ ہمارے لئے صحیح ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہو گئے اور آپ ﷺ اپنی نبوت پر فائز ہیں استاد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری کلام ہے اور کہا شیخ حافظ ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''کتاب الاعتقاد'' میں کہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح وفات کے بعد اجسام کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اور وہ اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح زندہ ہیں اور بلاشبہ ہمارے آقائے نامدار، رحمت کردگار ﷺ نے انبیاء عظام کی ایک جماعت کو اس حال میں دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضور پر نور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے خبر دی آپ کی خبر سچی ہے کہ آپ ﷺ پر ہمارا درود شریف پیش کیا جاتا ہے تحقیق سلام ہمارا (بھی) آپ کو پہنچتا ہے اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر اجسام انبیاء علیہم السلام کے کھانے کو حرام فرما دیا اور کہا کہ ہم نے اس بحث میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں انبیاء عظام کی زندگی کو ثابت کیا ہے اور کہا کہ شافع محشر ﷺ وفات کے بعد نبی ہیں۔ اور اللہ کے رسول ہیں اور پسندیدہ اور افضل مخلوقات ہیں اے اللہ! ہمارا حضور ﷺ کی سنتوں پر خاتمہ

فرمایئے اور آپ کی ملت پر موت دیجیے۔ اے اللہ! جمع کیجئے ہم کو حضور ﷺ کے ساتھ دنیا اور آخرت میں، اے اللہ! بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ یہاں تک علامہ بارزی کا جواب پہنچا۔

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء الاذکیا ص ۱ میں ارشاد فرمایا فاقول حیوۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتوارت بہ الاخبار الدالۃ علی ذلک وقد الف الامام البیھقی رحمۃ اللہ علیہ جزءً فی حیوۃ الانبیاء علیھم السلام فی قبورھم۔ ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک اور باقی انبیاء علیہم السلام کی اپنی پاک قبروں میں ہمارے نزدیک بوجہ قائم ہونے دلائل اور احادیث کے کہ جو متواتر ہیں اور آپ کی حیات پر دال ہیں علم یقینی سے معلوم ہے حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک کتاب تصنیف کی ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

علامہ سیوطی کے اس کلام پر کہ حیوۃ النبی ودیگر انبیاء کے بارے میں احادیث متواتر وارد ہیں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ احادیث کے متواتر ہونے میں علماء کی بحث ہے ملاحظہ ہو شرح نخبۃ الفکر لہذا یہ صحیح نہیں۔

جواب یہ ہے کہ یہ تواتر باعتبار درجہ کے ہیں جسے تواتر معنوی کہتے ہیں جیسے کہ ہاروت ماروت کے قصے میں بھی علماء نے تواتر معنوی قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو کلام علامہ سلیمان جمل اور کلام شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ میں ہے واما شرع شریف پس عذاب القبر وتنعیم القبر بتواتر ثابت است۔

ترجمہ: شرع شریف میں عذاب قبر وانعام وتواتر سے ثابت ہے

اب معنوی تواتر واضح ہوا البتہ اصطلاح اصول حدیث کے اعتبار سے اسے تواتر نہیں کہا جا سکتا اور یہ واضح ہے علامہ سیوطی نے انبیاء الاذکیا صفحہ ۹ میں کہا وقال الشیخ عفیف الدین الیافعی الاولیاء یرد علیھم احوال یشاھدون فیھا ملکوت السموت والارض وینظرون الانبیاء احیاء غیر اموات کما نظر النبی ﷺ الی موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ وقد تقرر ان ماجاز للانبیاء معجزۃ جاز للاولیاء کرامۃ بشرط عدم التحدی قال ولا ینکر ذلک الا جاھل و نصوص العلماء فی حیوۃ الانبیاء کثیرۃ لتکتف بھذا القدر۔ انتھیٰ۔ ترجمہ: شیخ عفیف الدین یافعی نے فرمایا اولیاء کرام پر پیش ہوتے ہیں ایسے حالات جن میں وہ آسمانوں اور زمینوں کو دیکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انبیاء زندہ ہیں مردہ نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھا قبر میں اور بلا شک ثابت ہوا ہے (یعنی علم عقائد میں) کہ جو انبیاء علیہم السلام کے لئے باعتبار معجزہ کے جائز ہوتا ہے وہ اولیائے کرام کے لئے کرامت جائز ہے بشرطیکہ تحدی نہ ہو اور اس کا انکار بغیر جاہل کے کوئی نہیں کرتا انبیاء عظام علیہم السلام کی زندگی (کے اثبات) میں علماء کرام کی تصریحات بہت ہیں (مگر) ہم اتنے قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ انتہیٰ

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تنویر'' میں فرمایا ان النبی ﷺ حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف ویسیر فی اقطار الارض وفی الملکوت وھیئتہ التی کان قبل وفاتہ لم یبدل منہ شی واذن لھم (ای الانبیاء) فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی۔ انتھیٰ۔ ترجمہ: بلاشک حضور اکرم ﷺ جسم مبارک اور روح مقدس کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ ﷺ تصرف فرماتے ہیں اور زمین کے اطراف اور حکومت میں سیر فرماتے ہیں اور صورت مبارک آپ کی جس طرح وفات سے پہلے تھی اس سے کوئی چیز نہیں تبدیل ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کو قبروں سے نکلنے اور ملکوت علوی وسفلی کے تصرفات کرنے میں اجازت دی گئی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ اگر کسی کو حضور ﷺ کے تصرف بعد الوفات میں شک ہو تو قرآن مجید میں قول باری تعالیٰ والمدبرات امرا کی تلاوت کریں جس کا ترجمہ یہ ہے قسم ہے ان لوگوں کی جو کاموں کی تدبیریں کرتے ہیں۔

اس پر علامہ بیضاوی کا کلام اور تفسیر کبیر لامام رازی اور تفسیر عزیزی کی تحت آئیہ کریمہ اذا السماء انشقت کے اور عرائس البیان کشط الاہاب کلام شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ کلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کلام علامہ شہاب خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں یہ استمداد کی بحث ہو گی تفصیل بتوفیق اللہ وعون رسول اللہ رسالہ ثانیہ میں کی جائے گی اور حضرت قاضی عیاض قدس سرہ شفاء شریف میں بایں الفاظ مصرح ہیں ولا شک ان حیوۃ الانبیاء علیھم سلام ثابتۃ مستمرۃ معلومۃ ونبینا ﷺ افضلھم۔ ترجمہ: کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی ثابت دائمی ہو اور ہمارے نبی ﷺ تو ان سے افضل ہیں۔

مترجم کہتا ہے کہ آپ کی زندگی تو بطریق اولیٰ ثابت ہے شرح مسلک میں ہے انہ ﷺ عالم بحضورک وقیامک

وسلامک ای الجمیع احوالک واقوالک وار تحالک ومقامک . انتھیٰ ترجمہ: تحقیق نبی ﷺ جانتے ہیں تیرے حاضر ہونے کو اور تیرے کھڑا ہونے کو اور تیرے سلام کرنے کو مطلب یہ کہ تیرے تمام حالات کو اور کوچ کر جانے کو اور تیری باتوں کو اور تیری جگہ کو۔

علامہ قسطلانی وامام احمد وامام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں لا فرق بین موته وحیوته ﷺ فی مشاهدہ به لامته ومعرفته باحوالهم دنیاتهم وعزائهم وخواطرهم و ذالک عنده جلی لاخفاء به . ترجمہ: کوئی فرق نہیں آپ کی زندگی اور موت میں آپ کے اپنی امت کے مشاہدہ اور معرفت میں ان کے حالات کو اور ان کی نیتوں کو اور ان کے دلوں کو خطروں کو یہ آپ کے نزدیک روشن ہیں اس میں کوئی پوشیدگی نہیں اور شرح شفاء لملا علی قاری ص ۱۵۲ میں ہے مع ان المعتقد وسائر الانبیاء فی قبورهم من الاحیاء فانهم اولی بذالک من الشهداء . انتھیٰ ۔ ترجمہ: باوجود اس کے تحقیق عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ﷺ اور باقی انبیا علیہم السلام اپنی قبروں میں زندوں سے ہیں کیونکہ آپ زندگی کے ساتھ شہداء سے زیادہ بہتر ہیں اور ملاحظہ ہو شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام جذب القلوب الی دیار المحبوب کے ص ۲۰۰ باب چہاردہم میں، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی روح مبارک اور جسم اطہر دونوں کے حیات کا ثبوت بلا شبہ ہے آگے فرمایا علماء کی جماعت اس کی قائل ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا شب معراج نماز پڑھنا اس طرح باقی انبیاء کا نماز پڑھنا یہ جسم کی صفتیں ہیں اہل السنۃ والجماعۃ نے آحاد بشر کے لئے بھی ادراکات (سمع بصر) کا اثبات کیا ہے اور یہ قطعی ہے کہ جو حیات قبر میں جمیع السوات کے لئے احادیث سے ثابت ہوتی ہے اس پر دوبارہ موت کا طاری ہونا ثابت نہیں انتہی

ملاحظہ ہو عبارت دیوبندی رسالہ المہند علی المفند کہ حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علی نبینا و علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں انتہی۔ عبارت ہذا سے زندگی روحانی، جسمانی دونوں ثابت ہیں اور یہ عبارت جماعت دیوبندیہ منکرین حیوۃ النبی ﷺ پر سخت الزام لگاتی ہے انہیں اب اختیار ہے کہ اس پر ایمان رکھیں یا تقویت الایمان پر کیونکہ وہ اس کے ص ۳۹ پر یوں کہتا ہے کہ میں ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں انتہی اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ وہابی نبی علیہ السلام کو مردہ جانتے ہیں جیسا دیوبند علماء اور عبداللطیف عبدالجلیل کھلوی کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ وہابی کا مومن بہ تقویت الایمان ہے بنابریں مہند کی تقریر وہابی کے اندرون کے خلاف ہوگی اسی لئے علامہ دہر حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے اپنے رسالہ التحقیقات لدفع التلبیسات میں اس تحریر مہند کو من قبیل تلبیسات قرار دیا اگر کسی دیوبندی، وہابی، نجدی، نیچری کو اس سے انکار ہے تو وہ دونوں عبارتوں میں تطبیق کر دکھائے ورنہ کہدیوے کے صاحب تقویت الایمان کا یہ کہنا قرآن کریم واحادیث متواترہ کے خلاف ہو کر غلط ہے یا تو مہند کی عبارت پر ایمان رکھ کر پکا مسلمان سنی المذہب بن جائے۔

میں اب بیان علماء کے خاتمہ میں ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں

جس کو علامہ صاحب قلائد الجواہر فی مناقب السید الشیخ السلطان غوث الثقلین غوث الاعظم مرشد الثقلین وشیخ المشائخ عبدالقادر البغدادی قدس سرہ نے بیان کیا ہے اس بیان سے حضور ﷺ کی روحانی، جسمانی دونوں طرح زندگی ہوتی ہے قلائد الجواهر ص ۲ فرایت الانوار تحتبرق وهی تاتی الی فقلت ما هذا الحال وما الخبر فقیل لی ان رسول الله ﷺ یاتی الیک لیهنیک بما فتح الله علیک ثم زادت الانوار فطرقنی الحال فما یلت طربا فرایت رسول الله ﷺ امام المنبر فی الهواءِ فقال لی یا عبد القادر فحطوت فی الهواءِ سبع خطوات فرجا برسول الله ﷺ فتفل فی فمی سبعا ثم جآءَ نی علی بعده فتفل فی فمی ثلاثا فقلت لم لا فعلت مثل ما فعل النبی ﷺ فقال ادبا معه ثم البسنی رسول الله ﷺ خلعة فقلت ما هذه فقال هذه خلعة ولا یتک مخصوصة بالقطبیة علی الاولیاء ففتح علی . انتھیٰ ضرورۃ. ترجمہ: پس دیکھا میں نے انوار کو جو چمکتے ہیں اس حال میں کہ آتے ہیں میری طرف پس کہا میں نے کیا ہے یہ حال اور کیا خبر ہے پس کہا گیا مجھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرماتے ہیں تیری طرف تا کہ مبارک دیں تجھ کو بسبب فتوحات کے تجھ پر دیکھا میں نے انوار بھر رہے ہیں پس پھینکا مجھے میرے حال نے پس میلان کیا میں نے از روئے خوشی کے پس دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو آگے منبر کے ہوا پس فرمایا آپ نے میرے لئے اے عبدالقادر (قدس سرہ العزیز) پس قدم لئے میں نے ہوا میں سات قدم از روئے خوشی کرنے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے پس تھوکا آپ ﷺ نے میرے منہ میں سات دفعہ پھر تشریف لائے میری طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیچھے آپ کے پس تھوکا آپ ﷺ نے میرے منہ میں تین دفعہ پس کہا میں نے کیوں نہیں کیا آپ نے مثل اس کی جیسا کہ کیا تھا نبی ﷺ نے پھر فرمایا بعتبار ادب کے آپ ﷺ کے ساتھ پھر پہنایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلعت پس کہا میں نے کیا ہے یہ پس فرمایا آپ ﷺ نے یہ خلعت ہے آپ کی ولالت کی جو مخصوص ہے ساتھ قطبیت کے اولیائے کرام پر

پس کھولا گیا مجھ پر۔ انتہی

سرکار بغداد قدس سرہ کا بیان سرکار ابد قرار ﷺ کی روحانی، جسمانی زندگی ثابت کرتا ہے کیونکہ کھڑا ہونا باتیں فرمانا تھوکنا ان کے منہ میں اور خلعت پہنانا تمام صفتیں جسموں کی ہیں ان کو بہر حال حضور ﷺ کی حیات روحانی وجسمانی ثابت ہیں اس میں شبہ نہیں اس واقعہ سے سرکار بغداد رحمۃ اللہ علیہ کی عینی شہادت بھی آپ ﷺ کی ہر دونوں قسم کی حیات پر پائی گئی لیکن متبعین شیخ نجدی آیات قرآن کریم اور احادیث اور اجماع اُمت کے منکر حضور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو کب مانتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اولیائے کرام سے انحراف ہی کی وجہ سے ان پر پھٹکار پڑ رہی ہے اور اسی وجہ سے نولہ ما تولی ونصله جهنم وساء ت مصيرا الآیہ کا مصداق بن رہے ہیں۔

ایک اور چشم دید واقعہ جس پر شہادت سرکار بغداد رحمۃ اللہ علیہ کی اور غوث مغربی کی بمعیت مجمع میں ہزار کے ہے اور اس واقعہ پر محدثین علماء مناوی وغیرہ کی تصدیقیں بھی موجود ہیں اس واقعہ کو رسالہ صلح بین الاخوین نے نقل کیا ہے واقعہ یہ ہے غوث مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حضور ﷺ کے دربار پہنچ کر السلام علیک یاوالدی عرض کرتا ہوں اور ہاتھ بڑھاتا ہوں تو حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک باہر نکال کر میرے ساتھ مصافحہ فرمایا اور سلام کا جواب بھی وعليك السلام يا ولدى سے فرمایا یہ جواب تمام بیس ہزار حاضرین نے سنا اور مصافحہ فرمانا بھی بچشم سر دیکھا اور سرکار بغداد قدس سرہ نے بھی دیکھا۔ جس کا جی چاہے رسالہ مذکور کو پڑھ کر تسلی کر لیوے والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم الآية اور واقعہ ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ صاحب درثمین میں تحریر فرماتے ہیں اخبر نى والدى انه كان مريضا نراى النبى ﷺ فے النوم فقال كيف حالك يا بنى ثم بشره بالشفاء واعطاه شعرتين من شعور لحيته فتعافى من المرض فى الحال فبقيت الشعر تان عنده فى اليقظه فاعطانى احد هما فهى عندى . انتهى

ترجمہ: خبر دی مجھے میرے والد جناب شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق تھے آپ بیمار پس دیکھا آپ نے نبی ﷺ کو خواب میں پس کس طرح حال ہے تیرا اے میرے پیارے بیٹے پھر خوشخبری دی آپ نے ان کو شفا کی اور دیے آپ نے دو بال مبارک اپنی داڑھی مبارک کے شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فی الفور تندرست ہو گئے اور جب بیدار ہوئے تو دیکھا دونوں بال ان کے پاس موجود ہیں پس دیا آپ نے ایک بال مبارک مجھ کو پس وہ بال مبارک میرے پاس موجود ہے۔ انتہی

اس واقعہ سے بھی روحانی اور جسمانی حیات ثابت ہے اگر آپ ﷺ زندہ نہ ہوتے تو داڑھی مبارک کہاں ہوتی پس جب کہ وہ زندہ ہیں اور داڑھی مبارک موجود ہے اور بال مبارک دیئے جن کو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موصوف نے بیداری میں اپنے پاس پایا اور پھر ایک بال مبارک شاہ ولی اللہ صاحب کو دیا اور ان کی تصدیق کی کہ وہ بال مبارک میرے پاس موجود ہیں ثابت ہوا کہ دونوں شاہ صاحبان حیات روحانی وجسمانی دونوں کے قائل ہیں یہاں سے ایک تو یہ ثابت ہوگا دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر غیب سنادی کہ تم شفاء پاؤ گے یہ خبر غیب استقبالی ہے اور ایسا ہی ہوا تیسرا امر یہ کہ بیداری میں بال مبارک اپنے پاس پائے اس تقریر سے مسئلہ حاضر وناظر طے ہوتا ہے اتنے دور یعنی مدینہ طیبہ سے نبی ﷺ کا دیکھنا بیمار کو اور وہاں سے امداد فرمانا اور ان کا شفایاب فرمادینا یہ معنی حاضر ہوا اب جو نجدی دیوبندی وہابی نیچری اس سے انکار کریں اور شاہ صاحبان کو جھٹلائے پس وہ اپنے گھر کو آگ لگائے اب میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں اللهم صل وسلم على نبينا نبيك ورسولك وحبيبك ونورك ووكيلك وكفيلك الذى هو حى بالروح والجسد ولى آله واصحابه اجمعين

تیسری بحث مخالفین کے اعتراضات کی جوابات میں

پہلا اعتراض یہ ہے کہ زندگی مذکور کو ماننا قرآن کریم کے خلاف ہے قرآن کریم فرماتا ہے انك ميت وانهم ميتون الآية ترجمہ تحقیق آپ مردہ ہیں اور تحقیق وہ مردے ہیں انتہی سوال یہ ہے کہ میت صیغہ صفت مشبہ ہیں اور صفت مشبہ میں صفت کا ثبوت موصوف کے لئے دائمی ہوتا ہے پس لازم آیا کہ موصوف میت کا صفت موت کے ساتھ دائمی موصوف ہے بنابریں موت ثابت مستمرہ ہے حیات کہاں:

الجواب: بعونہ تعالیٰ وحسن توفیقہ واستعانة سید المرسلین ﷺ یہ ہے کہ صفت مشبہ میں دو مذہب ہیں پہلا مذہب شیخ ابن حاجب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ تعریف صفت مشبہ میں ثبوت کو بمعنی استمرار ولزوم مانتا ہے ملاحظہ ہو رضی ص ۶۶ اقوله على معنى الثبوت اى الاستمرار واللزوم انتہی ضرورۃ اور ملاحظہ ہو حاشیہ فاضل شرح جامی قدس سرہ السامی قولہ لا بمعنی الحدوث اے المقابل للحدوث على تفسير المصنف۔ ترجمہ: عبارت رضی یہ ہے کہ مراد ثبوت سے معنی استمرار ولزوم ہے انتہی ترجمہ کلام فاضل یہ ہے کہ ثبوت بمعنی حدوث نہیں بلکہ ثبوت مقابل حدوث ہے بنابر تفسیر مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی انتہی

از مترجم معلوم ہوا کہ ثبوت بمعنی استمرار ہوگا پس بنابریں مذہب کے شبہہ مذکور وارد ہوتا ہے چونکہ یہ مذہب مشہور ہے اور یہی مسلک

جمہور ہے پس اعتراض اسی مذہب پر پڑتا ہے اس کے جواب میں مفسرین مدارک فرماتے ہیں انک میت ای ستموت ترجمہ: تحقیق آپ جلدی وفات پائیں گے۔ انتہی۔ یہ توجیہہ فرما کر اشارہ فرمایا کہ صفت مشبہ کا اپنا معنی درست نہیں کیونکہ استمراری موت یہاں پر نہیں ہو سکتا بوجہ لزوم کذب کلام باری کے کیونکہ ہر وقت خطاب (انک) کے سرکار ابد قرار ﷺ زندہ ہیں استمرار موت اگر مراد لیا جائے تب تو لزوم کذب ظاہر ہے پس اس کی توجیہہ مدارک التنزیل نے فرمائی کہ میت بمعنی استمرار موت نہیں بمعنی میت فی الاستقبال ہے پس میت بمعنی اسم فاعل ہے۔ اسی لئے اس کی تفسیر مضارع استقبالی سے فرماتے ہیں کیونکہ اسم فاعل بھی بمعنی استقبال وحال کے ہوتا ہے پر ظاہر ہے کہ زمان حال لینا نیز مستلزم کذب ہے کیونکہ وقت نزول انک میت کے نبی ﷺ زندہ موجود ہیں پس معنی موت حالی لینا سراسر غلط ہے بنا بریں معنی موت استقبالی کے لیا لہٰذا تعبیر مضارع استقبالی سے فرمائی اور بیضاوی شریف نے یہ فرمایا کہ معنی حالی مراد ہے مگر محمول ہے فان الکل بصدد الموت وفی عداد الموتی ۔ ترجمہ۔ اس لئے کہ تم سب درپے موت کے ہوں اور تم شمار موتے میں ہو بنا بریں تم اب ہی مرے ہوئے ہو اور کیونکہ جب آگے کو مروگے پس گویا اب سے ہی مرے ہوئے ہو اور یہی معنی مراد لیا ہے تفسیر جامع البیان نے ملاحظہ ہو انک میت ای فی عداد الموتی فان ما ہو کائن فکانہ قد کان ۔ ترجمہ۔ تم شمار مردوں میں ہو اس لئے کہ جو کام آگے کو ہوگا پس گویا وہ ہو چکا۔ انتہی

پس بنا بر تفسیر مدارک کے معنی استقبالی مراد ہوا اور یہ بھی مجاز ہوا اور بنا بر تفسیر بیضاوی و جامع البیان کے معنی حالی مجازاً مراد ہے پس ہر ایک مفسر کے نزدیک موت حالاً حقیقتاً نہیں بنا بریں معنی استمرار موت مراد کسی مفسر کے نزدیک نہیں بلکہ مراد وقوع موت زمانہ استقبال میں مراد ہے اور جو کام زمانہ استقبال میں ہونے والا ہو اس کو مستمر کہنا یہ سراسر غلط ہے ورنہ توسیضرب زید کا معنی کرنا چاہیئے کہ زید ہمیشہ مارتا رہے گا اور یہ غلط ہے پس جیسا کہ بعد مرنے کے فعل زید ختم ہو جاتا ہے اسی طرح بعد وقوع موت کے یہ بھی ختم ہوگی استمرار موت لینا تب درست ہوتا کہ صفت مشبہ اپنے معنی پر رہتی جب اپنے معنی پر اس کا عمل کرنا درست نہیں بوجہ لزوم کذب کے اور معنی استقبالی پر عمل درست ہے اور استقبال کو استمرار کے معنی میں استعمال کرنا اور مراد لینا سراسر جہالت ہوگی ورنہ امور مستقبلہ کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوتا رہنا لازم آتا ہے اور یہ غلط ہے۔

دوسرا مذہب شیخ رضی کا ہے وہ کہتا ہے ثبوت بمعنی استمرار نہیں جیسا کہ ثبوت بمعنی حدوث نہیں وہ دونوں میں مشترک ہے پس ثبوت بمعنی مطلق اتصاف ہے، عام ہے کہ مستمر ہو یا نہ بلکہ حادث ہو اور استمرار تب ہو سکتا ہے جبکہ بعض زمانہ بعض پر راجح نہ ہو اور اس فعل کی نفی تمام زمانوں میں درست نہ ہو پس ایسی صورت میں استمرار متحقق ہوگا بشرطیکہ قرینہ تحقق موجود ہو تب ازمنہ بعض پر راجح ہو کر استمرار کا بطلان کرے گا صاحب متن متین کا یہی مسلک ہے ملاحظہ ہو والتحقیق ان المراد بالثبوت مطلق الاتصاف نعم عند القرینۃ الاستمرار ترجمہ: اور تحقیق یہ ہے کہ مراد ساتھ ثبوت کے مطلق اتصاف ہے ہاں عدم قرینہ کے وقت استمرار ہوگا۔ رضی کا یہی محصل ہے ملاحظہ ہو رضی ص ۹۲ اور منہیہ متن متین ص ۳۳ رضی کی عبارت بوجہ خوف طوالت کے ترک کر دی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ بعض لوگوں کی طرح رضی کا حوالہ دے دیں جو رضی میں ہوتا ہی نہیں اللہ کے فضل اور حضور ﷺ کی امداد سے حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو انعام دیا جائے گا۔ مولوی غلام خان کی جواہر القرآن کے حوالہ جات کے اغلاط آپ کو بندہ کی تالیف کردہ کتاب مواہب الرحمٰن فی اغلاط جواہر القرآن کے مطالعہ سے معلوم ہو جائیں گے۔

اور مراد حضرت الاستاذ فاضل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بمعونہ المقام سے رہی ہے جس کو رضی نے بیان کیا کہ ترجیح بعض ازمنہ بعض پر نہ ہو اور نفی فعل جمیع ازمنہ میں تیز نہ ہو تب استمرار ہوگا اور یہ معنی اسم فاعل میں متحقق نہیں، بنا بریں اسم فاعل کا قیاس صفت مشبہ پر قیاس مع الفارق ہوگا پس اعتراض حضرت استاذ کملاء الدہر پر وارد نہیں ہوگا بنا بریں تقریر تکملہ شریف اور رضی اور متن متین ایک ہے۔

بعد تمہید مقدمہ ہذا کے آئیہ کریمہ میں مطلق ثبوت و اتصاف بالموت مراد ہے نہ کہ استمرار اس لئے کہ استمرار تو تب مراد ہو سکتا ہے کہ جب بعض ازمنہ کو بعض پر ترجیح نہ ہو اور یہاں پر زمانہ حیوۃ میں ترجیح حیوۃ کو موت پر ثابت ہے بنا بریں استمرار کے تحقق کے لئے شرط رضی منتفی ہے اور یہی ترجیح قرینہ خصوص ہوگا اس وجہ سے استمرار موت مرتفع ہوا پس اس تقریر رضی پر تکلف، مجاز لینے کا نہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے نفس ثبوت موت سے انکار نہیں اور استمرار موت کے شرائط مقررہ رضی متحقق نہیں پس اعتراض مخالف مرتفع ہوا بلا تکلف بارو کے۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ آیۃ کریمہ میں جہت کی کوئی قید نہیں اور متبادر وقت اطلاق کے جہت سے مطلقہ عامہ ہوتا ہے پس آیۃ کریمہ قضیہ مطلقہ ہوا پس معنی آیت کریمہ کا یہ ہوگا کہ کسی نہ کسی زمانہ میں موت ثابت ہے اور مطلقہ عامہ نقیض ہوتا ہے دائمہ مطلقہ کی اور بنا بر جواب ثالث کے اعتبار و تبادر کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ مفاد زائد از ضرورت ہے، پس بر تقدیر دعوی خصم کے ثبوت نقیض مدعی ہوا نہ مدعی جو کہ دائمہ مطلقہ ہے اور بر تقدیر ثبوت نقیض مدعی جو کہ مطلقہ عامہ ہے دائمہ مطلقہ متحقق نہ ہوگا ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا اور یہ باطل ہے فرق جواب ثانی و ثالث میں یہ ہے کہ جواب ثانی میں لحاظ قاعدہ تبادر عند الاطلاق کی ضرورت نہیں پڑتی نفس کلام سے بغیر اعتبار تبادر کے عدم استمرار ثابت ہو جاتا ہے

اور بنا بر جواب ثالث کے اعتبار و تبادر کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ مفاد ترانداز ضرورت ہے بنا بر ثانی جواب کے یہاں پر سخت اشکال وارد ہوتا ہے کہ آیۂ کریمہ انک میت الخ کی عبارۃ النص سے موت ثابت ہوتی ہے اور ثبوت حیوۃ کا ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء الآیہ سے باعتبار دلالۃ النص کے ہے کیونکہ شہداء ادنیٰ ہیں انبیا علیہم السلام سے پس تعارض آیا درمیان عبارۃ النص اور دلالۃ النص کے پس ترجیح عبارۃ النص کو ہوگی لہذا موت ثابت ہوئی۔

جواب ہے کہ تعارض دونوں کے درمیان نہیں کیونکہ عبارۃ النص موت کو اپنے زمانہ میں ثابت کرتی ہے اور دلالۃ النص حیوۃ کو بعد وقوع موت کے ثابت کرتی ہے لہذا تعارض نہ رہا تعارض تب ہوتا جبکہ عبارت النص موت کو دائمی ثابت کرتی اور بنا بر جوابات مقررہ بالا کے دوام واستمرار موت نہیں پس لازم آئے گا توارد متضادین کا اوقات مختلفہ میں اور یہ باطل نہیں چنانچہ حضرت مولانا علامۃ الدھر وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی وسیلہ جلیلہ میں یہی مراد ہے اور یہ نہایت تحقیق ہے اس مقام میں واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم الآیۃ

دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ دعوے حیوۃ دائمی کے ساتھ نافی ہے حدیث جس کی تخریج فرمائی ہے امام احمد نے اپنے مسند میں اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سنن میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں بروایت حضرت ابوہریرہ ﷺ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتیٰ ارد علیہ السلام الحدیث۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام پیش کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ واپس کرتا ہے مجھ پر میری روح مبارک (علیہ السلوۃ والسلام) یہاں تک میں اس پر سلام کا رد کرتا ہوں (جواب دیتا ہوں) انتہیٰ

محصل اعتراض یہ ہے کہ حدیث پاک سے حضور ﷺ پر اعادہ روح کا سلام کے وقت ثبوت پایا گیا معلوم ہوا کہ آپ زندہ نہیں ورنہ اعادہ روح کا کیا معنیٰ؟ صرف سلام کے جواب کے لئے آپ کو زندہ کیا جاتا ہے لہذا مفارقت روح بعض اوقات پائی گئی اور یہ آپ کی دائمی زندگی کے خلاف ہے اور مکتوب بالا حدیث کے بھی خلاف ہے یہ محصل سوال ہے جسے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے انباء الاذکیا ص ۹ میں تحریر فرمایا اور اس اعتراض کے پندرہ جوابات بھی دیئے۔

پہلا جواب: راوی حدیث کو الفاظ حدیث میں دھوکا ہوا یعنی لفظ الا رد اللہ علی روحی میں۔ محصل جواب۔ ہم حدیث کے یہ الفاظ نہیں مانتے تا کہ اعتراض واقع ہو سکے مگر یہ جواب بہت ضعیف ہے کیونکہ الفاظ حدیث مروی ہیں ان کو تسلیم نہ کرنا صریح حدیث کا انکار ہے اور یہ ناجائز ہے۔

دوسرا جواب: رد اللہ علی روحی کا جملہ حالیہ ہے ساتھ تقدیر قد کے اور بنا بر روایۃ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کتاب حیوۃ الانبیاء میں یہ لفظ صریح بھی موجود ہیں الا وقد رد الہ علی روحی اور رد صیغہ فعل ماضی ہے اور اپنے معنیٰ میں مستعمل ہے مستقبل کے معنیٰ میں مستعمل نہیں اور کلمہ حتیٰ تعلیلیہ نہیں واؤ عاطفہ کے معنیٰ میں ہے پس حدیث پاک کا معنیٰ یہ ہوگا نہیں کسی ایک سے جو سلام دیتا ہے مجھ پر مگر واپس لوٹایا اللہ نے (گذشتہ زمانہ میں) مجھ پر میری روح (پاک) اور جواب دیتا ہوں میں اس کے سلام کا اب بنا بریں معنیٰ کے حیوۃ مبارک سلام کے پہلے سے ہی موجود ہے اس وجہ سے سلام کا جواب حضور ﷺ فرماتے ہیں اب اس اعتراض کے اس جواب کے بعد کوئی اعتراض وارد نہیں اور حیوۃ دائمی ثابت ہے اور یہ حدیث پاک باقی تمام گزشتہ احادیث کے مطابق ہے اس جواب پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ زمانہ حال اور زمانہ عامل ذوالحال کا ایک ہوتا ہے اور یہاں پر ایک نہیں کیونکہ عامل کا زمانہ حال ہے اور زمانہ حال کا ماضی ہے اور عدم اتحاد زمانی درست نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب متن متین کی تصریح کی بنا پر (منہیات ص ۱۳۴) یہ ثابت ہے کہ حال محکیہ میں اتحاد زمانی نہیں ہوتا جیسا کہ شان اس کی جاء نی زید الیوم راکبا امس آج کے دن آیا زید میرے پاس اس حال میں کہ وہ سوار تھا گذشتہ دن میں پس اس حدیث پاک میں نیز زمانہ ذوالحال کے عامل کا زمانہ حال ہے اور زمانہ حال کا ماضوی ہے جیسا کہ گذشتہ مثال میں بہر حال مقارنۃ زمانی شرط نہیں اور حال بنا بر اتحاد و عدم اتحاد زمانی کے تین قسم ہوتا ہے مقارنۃ اور یہ مشہور ہے۔ مقدرہ۔ محکیہ اور یہ مذہب شیخ ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور شیخ رضی کا اور شیخ رضی نے اسی کو حق کہا ہے اور صاحب متن متین کے نزدیک درست نہیں ملاحظہ ہو ص ۱۳۴ مگر یہ تحقیق درست نہیں محاورات عرب کے خلاف ہے اور قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔ قرآن کریم میں وارد ہے "فادخلوھا خالدین" ترجمہ: داخل ہو تم جنت میں اس حال میں کہ ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اس میں "اب زمانہ دخول و زمانہ خلود ایک نہیں لہذا اس کی توجیہ کرتے ہیں مقدرین الخلو د یعنی ہم فرض کرتے ہیں کہ زمانہ دخول میں خلود ہے اسی لئے اس حال کو مقدرہ کہتے ہیں بہر حال حقیقۃ اتحاد زمانی مفقود ہے پس تین اقسام پر حال کی تقسیم درست ہوئی صاحب متن متین کے دو اعتراض ہیں پہلا یہ کہ جن لوگوں نے جائز رکھا ہے عدم مقارنۃ زمانی درمیان عامل حال اور حال

کے یہ درست نہیں کیونکہ حال قید ہوتا ہے واسطے عامل کے پس زمانہ قید اور جس کے لئے قید ہے مغائر نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئے گا اختلاف درمیان قید اور ذی قید کے اور یہ درست نہیں۔ جواب یہ ہے کہ حال کے لئے دو اعتبار ہیں ایک حقیقۃ حال اور ایک تاویلاً بنا بر اول کے اتحاد نہیں اور بنا بر ثانی کے اتحاد ہے حقیقت کو دیکھیں تو اتحاد متحقق نہیں اور اعتبار قید ہونے کو دیکھیں تو اتحاد تاویلاً متحقق ہے پس یہ دو اعتبار ہیں بنا بر ان دو کے کوئی منافات لازم نہیں پس حال کے بعض اقسام ہیں جیسا حال مقدرہ اور حال محکیہ میں اتحاد زمانی متحقق نہیں باعتبار حقیقۃ کے بغیر تاویل کے اور باعتبار تاویل کے ثابت ہے: اللهم اغفر كاتبه ومولفه آمین ثم آمین

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ لوگ مجوزین عدم مقارنت والے بھی تاویل کرتے ہیں اور تاویل سے اتحاد مانتے ہیں پس ان پر لازم آیا قول بالمقارنۃ وعدم مقارنۃ اور یہ اجتماع نقیضین اور خلاف مفروض ہے اور یہ دونوں باطل ہیں:

جواب یہ ہے کہ اجتماع نقیضین غیر لازم قول بالمقارنۃ تاویلاً ہے اور عدم مقارنت حقیقتاً بنا بریں خلاف مفروض بھی لازم نہیں ہم کہتے ہیں صاحب متن متین کو سمجھ نہیں آئی کہ اتحاد من کل الوجوہ ہر حال میں کیسے درست ہو سکتا ہے جیسا کہ حال مقدرہ اور محکیہ ماضیہ اسی وجہ سے محققین نے تسلیم کر لیا کہ مقارنت شرط نہیں حقیقتاً البتہ تاویل ہو سکتی ہے اور یہ محققین تاویل کے منکر نہیں بلکہ مقارنت حقیقی کے منکر ہیں اور اس میں کوئی تدافع نہیں بنا بریں صاحب متن متین کے دونوں اعتراض مندفع ہوئے اور یہ ظاہر ہے اسی وجہ سے شیخ ابن مالک اور محقق استر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ عدم مقارنت زمانی کے قائل ہیں کمترین کی بھی یہی تحقیق ہے۔

تیسرا جواب: اور روح سے مراد مطلق صیرورت اور کون ہے۔ یعنی حدیث کا معنی یہ ہے الارد الله على روحى مگر تھا مجھ پر روح میرا مگر کیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روح میرا بغیر انتقال روحی کے یہ نہیں کہ روح لوٹائی گئی بعد انتقال کے بلکہ پہلے ہی سے کر دیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روح پاک میرا اس تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی حیوۃ مبارک پہلے ہی سے ثابت ہے یعنی سلام دینے والے کے سلام سے پہلے نہ کہ بعد سلام کے اعادہ روح ہوتا ہے جیسا کہ معترض نجدی، نیچری سمجھا ہے

چوتھا جواب: مراد رد روح سے لوٹنا روح پاک کا بعد مفارقت بدنی کے نہیں بلکہ لوٹنا استغراق و مشاہدہ ملکوتی سے ہے طرف جواب سلام کے کیونکہ سرکار ابد قرار ﷺ برزخ میں مشغول ہیں احوال ملکوتی اور مشاہدہ رب میں پس آپ اس سیر ملکوتی اور مشاہدہ ربی سے توجہ فرمانے لگے طرف جواب سلام کے پس جب کوئی سلام دیتا ہے تو آپ کو بالواسطہ ملائکہ بھی اطلاع ہو جاتی ہے تب آپ توجہ اس طرف سیر ملکوتی و مشاہدہ ربی سے پھیر کر جواب دیتے ہیں بنا بریں مسئلہ حاضر و ناظر طے ہوا اور یہ ظاہر ہے

پانچواں جواب: علامہ تاج الدین ابن فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہلے حضور پر نور ﷺ کو وحی ہوئی کہ آپ پر رد روح ہوا کرے گا در وقت سلام کے جواب کے اس کے بعد یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور بتایا گیا کہ آپ دوام کے لئے قبر انور میں زندہ رہیں گے ملاحظہ ہو انباء الاذکیا ص ۱۱

چھٹا جواب: رد مستلزم استمرار زندگی ہے کیونکہ کوئی وقت بھی سلام اور درود پڑھنے والوں سے خالی نہیں رہتا بنا بریں استمرار روح مبارک ہوگا بدن میں اور یہ ظاہر ہے

ساتواں جواب: مراد روح سے نطق ہے من قبیل ذکر ملزوم و ارادہ لازم کے مجازاً کیونکہ روح کو نطق کرنا (بولنا) لازم ہے پس سلام دینے والے کے سلام کے وقت آپ کو بولنے کی طاقت دی جاتی ہے مگر یہ جواب درست نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ کا بولنا کبھی بند ہوتا ہے اور بند کرنا تو من قبیل عذاب ہے اور یہ عقلاً بھی اور نقلاً بھی باطل ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بولتے ہیں عالم برزخ میں جبکہ چاہیں اور بنا بریں لازم آتا ہے کہ بندش ہوتی ہے بولنے کی بغیر جواب سلام کے اور یہ درست نہیں۔

آٹھواں جواب: مراد رد سے استمرار اور ہمیشہ ہے اور مراد روح سے نطق اور بولنا ہے مجازاً ایں معنی حدیث یہ ہوگا کہ ہمیشہ بولتے ہیں بغیر بندش کے اس جواب پر سابقہ اعتراض جو ساتویں جواب پر وارد ہوتا ہے نہیں وارد ہوتا: اللهم اغفر كاتبه ومولفه فى رحمتك يا ارحم الراحمين۔

نواں جواب: مراد رد سے سننا ہے جو بلا واسطہ ملائکہ ہو اور یہ مطابق خرق وخلاف عادۃ ثابت ہے جیسا آپ ﷺ دنیا میں سنتے تھے اور آواز آسمان کی پس اسی طرح برزخ میں بھی دور نزدیک سے آواز پکارنے اور سلام درود پڑھنے والوں کو سنتے ہیں اور سن کر سلام کا جواب بھی دیتے ہیں اس مسئلہ کی پوری تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المعجزات میں فرمائی ہے اور برزخ میں آپ کا حال ایسا ہے جیسا کہ دنیا میں اور اس میں کیا بعد ہے مگر نجدیہ کے نزدیک، دور قریب سے سننا مختصات باری تعالیٰ ہے غیر کے لئے اس کا ثابت کرنا باعث شرک ہے لہذا اہم

ان سے دریافت کرتے ہیں کہ جو ملائکہ نبی نوری ﷺ کے روضہ اقدس، اطہر انوار پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اور وہ ملائکہ تمام جہان کے درود وسلام سن کر آپ ﷺ پر بطور ہدیہ، پیش کرتا ہے یہ ملائکہ شریک باری تعالیٰ کیسے ہوا؟ یہاں جو جواب وہ دیں گے وہی انبیاء علیہم السلام کی جانب سے ہمارا جواب ہوگا ما هو جوابكم فهو جوابنا اور یہ نقض اجمالی ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ نجدیوں، وہابیوں، نیچریوں کی ناک تو نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب نزل الابرار میں کاٹ ڈالی ہے اس کی عبارت مع نمبر صفحہ پیش کیا جائے گا ۱۲۔

دسواں جواب: مراد روح سے سننا مطابق عادۃ کے ہے اور رد سے مراد استغراق وسیر ملکوتی سے اور مشاہدہ ربی سے افاقہ ہے جیسا کہ جواب رابع میں ذکر ہو چکا ہے

گیارھواں جواب: مراد روح سے آپ کا فارغ ہونا ہے برزخ میں شغل کرنے سے جو کہ نظر کرنا اعمال امت کا ہے اور ہم گنا ہگاروں کے لئے آپ کا استغفار کرنا ہے اور ہماری حل مشکلات کے لئے دعا فرمانا ہے اور اطراف زمین میں آپ کا بغرض برکت فی الارض کے سیر کرنا ہے اور نیکوکاران امت کے جنازوں میں شرکت فرمانی ہے یہ سب امور آپ کے برزخی مشاغل ہیں جیسا کہ اس بارے احادیث وآثار وارد ہیں سلام کے وقت آنحضرت ﷺ ان تمام اشغال مذکورہ کو ترک فرما کر سلام عرض کرنے والے کے جواب کی طرف توجہ فرماتے ہیں کیونکہ آپ کو سلام دینا نہایت قرب اور باعث ثواب وبرکات ہے اس لئے آپ ﷺ اس طرف توجہ مبذول فرماتے ہیں ملاحظہ ہو کلام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب انباء الاذکیا، ص ۱۴

کمترین کہتا ہے کہ آپ (علیہ السلام) کو ان اشغال کے ترک کی بھی ضرورت نہیں بلکہ باوجود ان اشغالات ومشاہدہ ملکوتی وسیر جبروتی ولاہوتی کے بھی سلام سننے کے بعد ان اشغالات ومشاہدہ ملکوتی وسیر جبروتی ولاہوتی کے بھی سلام سننے کے بعد جواب دیتے ہیں ایک آن میں امور متعددہ کی طرف توجہ فرمانا آپ ﷺ کے لئے درست ہے۔ اس پر کوئی برہان ابطال قائم نہیں۔ ملاحظہ ہو کلام صاحب مطارحات اور ایک آن میں ملک الموت کا تمام ذی ارواح کو دیکھنا اور اسی طرح منکر نکیر کا ایک آن میں مختلف قبروں میں سوالات کے لئے حاضر ہونا یہ بالکل بخاری شریف کی صحیح حدیث کے مطابق ہے جو وارد ہے وما هزال عبدی يتقرب الى بالنوافل حتى اجبته فاذا احبته فكنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصر به ويده الذى يبطش بها رجله التى يمشى بها ان سالنى لا عطينه رواه البخارى، مشكوة شريف ١٩٧

ترجمہ: ہمیشہ بندہ میرا نزدیک ہوتا ہے میری طرف ساتھ ادائیگی نوافل کے یہاں تک کہ میں محبت کرتا ہوں اس کے ساتھ پس ہو جاتا ہوں میں کان اس کے جن سے وہ سنتا ہے (اور ہو جاتا ہوں میں) آنکھ اس کی جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ اس کے جن سے وہ (پکڑتا ہے) یا کرتا ہے اور پاؤں اس کے جن سے وہ چلتا ہے اگر سوال کرتا ہے وہ مجھ سے تو ضرور دیتا ہوں میں اس کو۔ انتہی بمشکوۃ شریف

خدائے تعالیٰ کا سننا دیکھنا وغیرہ مقید کے ساتھ نزدیک کے نہیں اللہ کے ہاں سب دور نزدیک یکساں ہیں پس ایک آن میں تمام عالم دنیا وآخرۃ جنت، دوزخ، زمین، آسمان، عرش، کرسی، لوح، قلم کو دیکھتا ہے اور سب کی فریادیں، آوازیں سنتا ہے یہ خدائے تعالیٰ کی شان ہے پس جب کہ بندہ متصف باخلاق اللہ ہوتا ہے تو اس کا حال بھی ایسا ہوتا ہے اور یہ شان اولیاء کرام ہے اور جبکہ ان میں یہ شان پایا جاتا ہے تو انبیاء اور مرسلین علیہم السلام میں بطریق اولیٰ متحقق ہوگا اور ان سے بڑھ کر سرکار ابد قرار ﷺ میں پایا جائے گا پس یک آن میں تمام عالم کو دیکھتے ہیں اور ان کے سلام بھی سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اسی طرح تمام عالم کی فریاد بھی سنتے ہیں اور بواسطہ باری تعالیٰ ہے پس بنا بریں مسئلہ حاضر ناظر ہونے کا مسئلہ بلا نزاع اور بلا خلاف ہے اور اجماع ہے ملاحظہ ہو اقرب السبل فی التوسل بسید الرسل از علامہ شیخ اجل محدث افضل حضرت شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ العزیز اور ملاحظہ ہو شرح مولانا بحر العلوم مثنوی مولانا روم قدس سرہ العزیز اس مسئلہ کی تحقیق مزید کے لئے مقام آخر ہے۔

بارھواں جواب: مراد روح سے روح حیوۃ نہیں بلکہ روح بمعنی ارتیاح ہے یعنی خوش ہونا آپ ﷺ کا سلام دینے کے وقت اور خوش ہو کر محبت فرما کر جواب سلام فرمانا۔ اللهم اغفر لكاتبه ومئولفة بحق النبى ﷺ

تیرھواں جواب: مراد روح سے رحمت مجازا ہے رحمت جو کہ آپ کے دل مبارک میں ہے امت پر پس وقت سلام دینے کے وہی رحمت قلبی عود کرتی ہے جس کی وجہ سے آپ جواب سلام فرماتے ہیں اگر چہ سلام دینے والا بہت بڑا گناہگار کیوں نہ ہو۔

چودھواں جواب: مراد روح سے وہ ملائکہ ہے جو آپ کے روضہ اطہر اقدس پر مقرر بواسطے تبلیغ درود وسلام کے اور مراد رد سے بھیجنا اللہ تعالیٰ کا ہے ملائکہ پاک کو تا کہ تبلیغ درود وسلام کرے اور روح کا اطلاق ملائکہ کرام پر بنا بر تصریح امام راغب اصفہانی کے انہوں نے کہا اشـــــراف

الملائكة تسمى ارواحا۔ ترجمہ: شرافِ ملائکہ کرام کا نام ارواح رکھا جاتا ہے۔

پندرھواں جواب: مراد روح سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو سلام اور درود پیش کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

سولھواں جواب: مراد روح سے حیوۃ لازم مد روح کے لئے ہے مجاز اور جملہ حالیہ ہے بتخلیہ ماضیہ اور حتی بامعنی واؤ ہی پس معنی یوں ہوگا کہ رد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر زندگی کو پہلے اس کے زمانہ گذشتہ میں اور جواب سلام دیتا ہوں میں اس پر۔

سترھواں جواب: کلمہ حتی عامل حال کے لئے غایت ہے نہ کہ حال کے لئے تا کہ اعتراض وارد ہو واؤ کو عاطفہ بنانے کا تکلف کرنے کی ضرورت نہیں رہتی البتہ یہ تکلف آتا ہے کہ غایت کا ظاہراً حال کے لئے بنانا چاہئے کیونکہ قریب ہے مگر کہا جا سکتا ہے کہ مقصود حال نہیں بلکہ عامل حال مقصود ہے پس اسکے لئے بنانا بہتر ہے اور اس میں تکلف کی بھی ضرورت نہیں۔

اٹھارواں جواب: کلمہ الا استثنائیہ نہیں بلکہ الا کلمہ تنبیہ ہے اور حتی غایت ہے عامل حال کی مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ متبادر پڑھنے میں الا استثنائیہ ہے دوسرا الا تنبیہ کا فاصل ہونا درمیان غایت و مغنی کے اس کے لئے کلام عرب سے مثال بتلاؤ ورنہ غیر مسلم ہوگا پس یہ کل اٹھاراں جوابات ہیں ان میں راجح جواب ثانی ہے اور ارجح واقوی جواب رابع ہے اس پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح انباء الاذکیا میں موجود ہے اور بنا بر روایت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ جس میں لفظ قد کی تصریح موجود ہے اقوی از جواب ثانی ہوگا۔ محصل یہ ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ برزخ میں مقدس روح اور جسم اطہر دونوں سے زندہ موجود ہیں اور یہ زندگی شہداء اور بقیہ تمام انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی زندگی سے ارفع اور اعلیٰ ہے سلام دینے والے کو جواب سلام فرماتے ہیں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تنویر الملک فی امکان روایۃ النبی الملک میں فرمایا فحصل من مجموع هذه النقول والاحادیث ان النبی ﷺ حی بجسده وروحه ونه یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت ۔انتهیٰ

ترجمہ: پس مجموعہ نقول اور احادیث سے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم روح مبارک وجسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور تصرف فرماتے ہیں اور جہاں چاہیں جس جگہ چاہیں سیر فرماتے ہیں زمین میں اور ملکوت میں۔ انتہٰی۔ اللهم اغفر لکاتبه ولمؤلفه وادخلهما فی رحمتک آمین یا ارحم الراحمین

بنا بر تصریح احادیث وائمہ دین کے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ زندہ موجود ہیں جسم اطہر اور روح نور کے ساتھ سلام کا جواب فرماتے ہیں درود شریف سنتے ہیں تمام عالم کی فریاد سن کر فریاد رسی فرماتے ہیں۔ دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم ہیں یا رسول اللہ ﷺ میرا سلام بھی سنیئے اور جواب رحمت فرمایئے اور میری ظاہری وباطنی امراض کو دفع فرمائیں اور میری مشکلات حل فرمائیں اور آخر دم میں فراموش نہ فرمائیں۔ میرے لئے منزل مقصود کھول دیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ہمیں زیارۃ شریف سے مشرف فرمائیں اب کمترین رسالہ مبارک کا صلوٰۃ اور سلام پر خاتمہ کرتا ہے۔

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله الصلوٰة والسلام علیک یا حبیب الله

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله الصلوٰة والسلام علیک یا حبیب الله

یا دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم ادفع بلیاتی ووبائی وقحطی ومرضی والمی واکشف علی منزلی وطهرنی وتذکنی بدنی وحسبی وقلبی وروحی وسری وخفی واخفائی واظهر علی یا رسول الله صلی الله علیک وسلم فی المنام والیقظت کلیهما آمین آمین یا رب العالمین

خاتم منجانب کاتب

الحمد للہ: کہ ابن حمید آوان اور سعید زمان میں سرچشمہ ہدایت ماحی الحاد وضلالت وسیلہ سعادت کونین ذریعہ نجات نشاتین اعنی رسالہ فیض مقالہ مسمیٰ بہ انوار الاتقیاء فی حیوۃ الانبیاء از فیوضات عالیہ جناب مولانا مخدومنا المکرم رئیس المناظرین حجۃ الخلف وبقیۃ السلف امام اہلسنت والجماعۃ قاضی محمد عبد السبحان صاحب (ساکن کھلابٹ ضلع ہزارہ) حال صدر المدرسین شیخ الحدیث دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ چھپ کر شائع ہوا۔

احقر محمد حلام ربانی کاتب نزیل موضوع پھر باڑی از مضافات المدرسین ہری پور، حال متعلم دار العلوم رحمانیہ ہری پور۔

✿ ✿ ✿

بمنه تعالیٰ وکرمه

مختصر رپورٹ

خطبہ صدارت

جمہوریہ اسلامیہ

آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس)

مولانا الحاج السید الشاہ
سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی

یہ خطبہ حضرت حامی سنت ناصر شریعت سحبان الہند اسد الحد ثین رئیس المتکلمین مولانا الحاج السید الشاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی صدر جماعت استقبالیہ جمہوریت اسلامیہ دامت برکاتہم نے آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) کے بے نظیر عدیم المثال تاریخی اجلاس منعقدہ ۲۳ تا ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء دو ہزار مشائخ وعلماء اور ساٹھ ہزار سے زائد عام حاضرین کے عظیم الشان مجمع میں پڑھ کر سنایا اور مجمع لفظ لفظ اور فقرے فقرے پر جھوم جھوم گیا تحسین و مرحبا و نعرہ ہائے تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اٹھی اور بہت سے جملوں کے بار بار اعادہ اور تکرار کی استدعائیں کی گئیں۔ اکابر علماء نے اس خطبہ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا شاہکار قرار دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الہ العوالم رب العلمین الرحمن علی عبادہ الرحیم علی کا فۃ المومنین خالق السموت والارضین مالک یوم الدین اللھم نحن نومن بک وایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم طریق اھل السنۃ والجماعۃ والحق الیقین صراط الذین انعمت علیھم من النبین الصدیقین والشھداء و الصالحین غیر المغضوب علیھم من الیھود والمشرکین ولاالضالین من النصاریٰ واھل الضلال والمرتدین امین امین یا غیاث المستغیثین ویا اکرم الاکرمین والصلوۃ والسلام الاتمان الا کملان علی من ارسل الی کا فۃ الخلق بشیراً ونذیرا وداعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیر ا اتا نا بالشرع المبین والقرآن الحکیم المتین و بالبینات والھدی فاظھر الغیوب ونور الافئدۃ والقلوب تنویر الا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم حبل اللہ وعروتہ الوثقیٰ ونعمتہ الکبریٰ جعلہ اللہ تعالیٰ للخلائق اجمعین ظھیرا من اعتصم بہ فقد نجیٰ ومن خالف فقد غویٰ فلم یجد احدا ولیا ولا نصیرا وعلی الہ واصحابہ اتباعہ واولیاء ملتہ وعلماء امتہ وشھداء محبتہ صلاۃ وسلاماً ابدیا دھر یا کثیراً کثیرا ۔اما بعد

مشائخ کرام علمائے اعلام اعیان اسلام وبرادران اہل سنت وجماعت! میں آپ کا ایک لمحہ بھی اس دورازکار بحث میں ضائع نہ کروں گا کہ مجلس استقبال کی صدارت کی خدمت کے لئے میرا انتخاب قابل شکوہ ہے یا لائق تشکر ہے اس کو اراکین مجلس ہی جانیں میں تو آج اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ یہ مقدس اجتماع میرے لئے بالکل ایسا ہے کہ ایک بیمار کو بے شمار معالجین مل گئے ہیں ایک فریادی کو ہزاروں اصحاب عدل وداد میسر آگئے ہیں مجھے یاد ہے کہ ۲۰۔۲۱۔۲۲۔۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶،۱۷،۱۸،۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا اور ملک وملت کے حقیقی رہنماؤں کا جھمگٹا تھا اور بحیثیت صدر مجلس استقبالی حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہ کا تاریخی خطبہ استقبالیہ پڑھا جا رہا تھا جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نور ہدایت رکھتا ہے جو اس وقت اس میں تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشگوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا اور عالم ربانی وعارف باللہ کے نور فراست کو آخر دنیا کو ماں لینا پڑا جس کو یاد کرکے ہمارے دل کی گہرائیوں سے بیساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے اور کاش دشمنان نظام اسلام کو ہم اسی دن پہچان گئے ہوتے تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے اور درندگان زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کرلیا ہے ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے (آیئے ہم اور آپ سورہ فاتحہ واخلاص کا تحفہ روح حضرت حجۃ الاسلام کو ہدیہ کریں اور ان تمام اعیان اسلام کو ہدیہ کریں جن کو ہم اس عرصہ میں گم کرچکے ہیں)۔

حضرات! زمانہ اب اس منزل سے دور نکل چکا ہے کہ اظہار مدعا سے پہلے کوئی تمہید عرض کی جائے اور منتشر تصورات کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لئے خطابت کے جوہر دکھائے جائیں اب تو یہی ہمارے لیل ونہار کی گردش اور یہی رات کا چکر اور روزانہ نئے مظالم اور فتنوں پر نکلنے والا آفتاب اور نت نئی تاریکیوں اور ظلمتوں کا گواہ ماہتاب مسلمانوں کی بے نظمی اور سنیوں کی بے کسی اور اعدا کی تیاریاں دشمنوں کی چالاکیاں، تعدادی غروروالوں کی نبرد آزمائیاں، سرمایہ داروں کی ستم آرائیاں اور سب سے بڑھ کر ضمیر فروشوں کی غداریاں اور مسلم نماؤں کی اسلام دشمنیاں جن کو ہم آج ہر ہر منٹ دیکھ رہے ہیں یہی ہمارے اظہار مدعا کی تمہید ہیں اور اب اسلامی فریضہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک منٹ کی تاخیر اس لئے گوارا کی جائے کہ الفاظ کی الجھنوں اور عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا جائے۔

اے ہمارے مشائخ کرام اور اے ہمارے علمائے اعلام نائبان خیر الانام! ہم نے آپ کو زحمت دی، اور آپ نے آج کل کے سفر کی دشواریوں کو برداشت فرمایا اپنا قیمتی وقت عطا فرما کر ہمیں نوازا، آپ کی کرم نوازیوں پر ہم نے اپنے رب کو سجدے کئے کہ اس نے ہم دردمندوں پر رحم فرمایا، اور ہمارے سچے رہنماؤں اور دینی قائدوں کا سایہ کرم ہمارے سروں پر لاکر چھا دیا اب ہم اس عہد کے ساتھ کہ ہم اپنے آپ کو، اپنی جان کو، اپنی اولاد کو، اپنے مال کو اور اپنی عزت کو آپ کے سپرد کرکے فریاد کرتے ہیں کہ آپ کے معبود برحق کے پجاریوں، وہ معبود جس کو ہر ہر سانس میں آپ نے یاد رکھا اور جس سے ایک آن کی غفلت آپ نے گوارا نہ کی آپ کے رسول پاک ﷺ کے نام لیواؤں، وہ رسول پاک ﷺ جس کے ناموس ووقار کا پرچم ہاتھوں میں اور جس کے شہود ونمود کے جلوے آنکھوں میں اور جس کے دبدبے اور شوکت کے سکے دلوں میں آپ نے جمائے اس کے کلمے پڑھنے والے پھولوں کو اعدا نے خار بنالیا ہے۔ رسول پاک ﷺ کی بھولی بھیڑوں کی تاک میں لگ گئے ہیں، دولت پر ڈاکے اقتدار پر بم باری، ایمان واعتقاد پر دھاوا، عزت پر حملے، ان کی تنظیم میں انتشار وتفریق کی سازشیں ایک مسلم

قوم پر ساری دنیا ظلم وتعدی کے لئے اتر آئی ہے اور ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ جلد سے جلد اپنے چارہ سازوں کی طرف دوڑیں اور ان دامنوں میں پناہ لیں جن کو ہمارے مقدس اسلام نے ہمارے لئے پناہ گاہ بنایا ہے ہمارے دعوت نامے بالکل صحیح طور پر آہ مظلوماں کی شرح تھے۔ ورنہ ہندوستان نے بلکہ ساری زمین نے کب دیکھا تھا کہ دعوت دی گئی اور اس شرط سے کہ ہم آپ کو سوکھی روٹی بھی نہ دے سکیں گے، قیامگاہ درختوں کے سایہ کے سوا ہمارے پاس نہیں ہے جس دن محکمہ راشن نے ہم کو راشن دینے سے انکار کر دیا اور ہم کو اعلان کر دینا پڑا کہ ہم ایک نوالہ بھی کھلا نہیں سکتے۔ آپ اپنا کھانا ساتھ لائیے تو ہماری حالت عجیب تھی۔ آپ کی عظمت کا دربار ہمارے سامنے تھا جہاں ہم مجرم کی طرح شرمندہ سرنیچا کیے کھڑے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم آپ کو کیا منہ دکھائیں۔ بنارس کا ایک ایک سنی ایسا ہو گیا کہ گویا جسم میں جان نہیں ہر ایک اپنا کھانا پینا بھول گیا اور ہم اپنی زندگی پر خود بخود شرمندہ تھے کہ اچانک دلوں سے ہوک پر ہوک اٹھی اور بیساختہ آہ کی طرح سر اٹھا زبان پر یا اللہ اور یا رسول اللہ ﷺ آ گیا، آسمانی رحمتوں کو حسرت بھری نگاہیں تکنے لگیں، عالم تصور کعبہ لے گیا، طیبہ لے گیا، بغداد پہنچے، اجمیر گئے۔ سامنے آزمائش وابتلاء کی زمین آ گئی اور کرب وبلا کا خطہ آنکھوں میں سما گیا اور جیسے کسی نے کہہ دیا کہ یہ تو میدان کربلا میں تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے طے ہو گیا کہ دانہ پانی بند کر کے دنیا نے اہل حق کو اعلان حق سے روکنے میں کامیابی حاصل نہ کی۔ حسین کی قربانیوں نے دل تھام لیا۔ کربلا کے بے آب ودانہ شہیدوں نے ثبات قلب عطا فرمایا اور ہماری عقیدت کی دنیا کا ذرہ ذرہ کہنے لگا کہ حق پرست اور مقدس صابرین ہماری بے کسی وناا ہلی پر رحم فرمائیں گے اور ہماری آہ سے ضرور تڑپیں گے اور ہماری رہنمائی کے لئے ہمارے رہنما بلاشرط آجائیں گے، ہمارا یہ احساس جاں بخش ہوا۔ یقیناً یہ غیبی آواز تھی، چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں اور اے دنیا بھر کے دیکھنے والو دیکھ لو کہ آج ہمارے رہنما ہماری فریاد پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے آگئے، اور بلاشرط آگئے، اور بے شمار آگئے۔ ہمارے اجلاس کے بےنظیر اجلاس ہونے کی وجہوں میں سے سب سے زیادہ عظیم وجہ یہ بھی ہے جس کو آج تک ہندوستان نے کبھی نہیں دیکھا اور آئندہ ہمیشہ حیرت کرتا رہے گا۔

اے ہمارے بزرگو! ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو کیونکہ ہم سے ملک میں جابجا کہا گیا کہ ہم نے فریاد کے لئے بنارس کا انتخاب کیوں کیا؟ اور ہم نے ملک کے طوفانی دورے میں سب کو یہی جواب دیا کہ ہندوستان کا نقشہ دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بنارس ہندوستان کا سنٹر واقع ہوا ہے۔ ہر طرف سے آنے والوں کے لئے برابر کا فاصلہ پڑتا ہے۔

لیکن اب آپ بنارس آچکے اور پچھم سے آنے والوں نے دیکھا کہ بنارس سے متصل وہ شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ کا دارالسلطنت رہا ہے۔ اسٹیشنوں کے اسلامی نام اکبر پور، شاہ گنج، ظفر آباد، جلال گنج، خالص پور وغیرہ راستہ میں پڑے ہوں گے۔ یورپ سے آنے والوں نے بنارس سے پہلے پایا ہوگا، شمال سے آتے ہوئے تاجپور، یوسف پور، غازی پور، سید پور ملے ہونگے۔ دکھن میں الہ آباد، مرزا پور سے گذرے ہوں گے، بنارس کے حاشیہ پر مسلمانوں کی قائم کردہ آبادیاں بتاتی ہیں کہ بنارس مسلمانان ہند کی نگاہوں میں ہمیشہ مرکز توجہ رہا ہے اور اس شہر پر کنٹرول رکھنا ہمارے موروثوں کی وراثت ہے، بنارس کے گھاٹ کی زینت وہ مسجد ہے جو حضرت عالمگیر کی بلند نظری کی گواہ ہے اور وہ جامع مسجد ہے جس کی اینٹ اینٹ تاریخ کا عظیم الشان دفتر ہے۔ دہلی کی طرح یہ بھی وہ شہر ہے جہاں اب تک شاہان مغلیہ کی نسل آباد ہے ہماری مجلس استقبالیہ کے نائب صدر مرزا جہانگیر بخت لال قلعہ دہلی کے حقدار وارث اسی بنارس میں رہتے ہیں۔ بنارس کا ایک محلہ بھی ایسا نہیں جس میں گنج شہیداں نہ ہو۔ شہر سے جس طرف نکل جایئے کوئی نہ کوئی مسلم الثبوت عارف باللہ آسودہ زمین ہے اور سارا حاشیہ اولیاء گر ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حاشیہ متن کی اہمیت کو بڑھاتا ہے اور اس کی گتھیوں کو سلجھاتا ہے یہی آثار صنادید ہیں جو اس شہر کی دینی وسیاسی اہمیت کی معتبر اور مفصل تاریخ ہیں اور اسی روشن ماضی کے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر برطانوی اعلان واصطلاح میں تقریباً ایک لاکھ مدعیان اسلام پر مشتمل ہے جو عموماً تجارتی وصنعتی دنیا کے ماہر ہیں اور جن میں اہل سنت وجماعت کی تعدادی برتری بعونہ تعالیٰ نوے فیصدی ہے ایک ایک محلہ میں مشائخ کرام کی دو دو چار چار خانقاہیں ہیں سلاسل اربعہ قادریہ وچشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کا فیض عام ہر طرف جاری ہے اسی شہر میں وہ خانقاہ اشرفی ہے جو علماء ومشائخ کی خدمت کرنے میں زبان زد ہے اور ہماری مجلس استقبالی کے ناظم رسلور سائل اور ہمارے برادر طریقت شیخ عبداللہ صاحب کنٹریکٹر ڈیری اسٹیشن بنارس کینٹ کے بازوئے ہمت پر جس کی مکمل ذمہ داری ہے اس شہر میں عربی علوم کے لئے دو مشہور مدرسے ہیں ابتدائی دینی تعلیم کے ایک درجن سے زیادہ مکاتب ہیں۔ مدرسہ حمیدیہ رضویہ فاروقیہ انجمن اشاعۃ الحق اہل سنت وجماعت کے مستقل ادارے ہیں جن میں سے پہلا مدرسہ ہمارے محترم خازن اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے اصل داعی حاجی جلال الدین صاحب اور ہماری مجلس استقبالی کے رکن اعظم جناب عبدالقیوم صاحب مدرسہ کی حوصلہ مندیوں اور دوسرا مدرسہ ہمارے سنی کانفرنس بنارس مدنپورہ وارڈ کے ناظم حاجی عبدالغفور صاحب کی جانکاہیوں کا نمونہ حسنہ ہیں۔ سرآمد شعراء علی حزیں اسی بنارس میں آکے چھپکے تو جانے کا نام نہ لیا نہ جانے کس

نے جانے پر اصرار کیا تو چیخ پڑے کہ "از بنارس نروم الخ" پچھلے عہد میں ابھی کتنے دن کی بات ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنارس آئے تو اپنے وطن پنجاب کو واپس نہ ہوئے اور بنارس کو وطن بنالیا حضرت کی شہر میں بے شمار یادگاریں ہیں جن میں قابل تذکرہ وہ خانقاہ حمیدیہ بھی ہے جو تاج بابا محل کے اندر واقع ہے اسی خاندان تاج کے چشم و چراغ ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم حافظ محمد اسحٰق صاحب ہیں۔ غرض بنارس کے ذرہ ذرہ میں اگر بدھ مت کی مفروضہ پرانی تاریخ ہے تو اسلام کی تہذیب کا دفتر بھی ہے اور یہ ایسا تاریخی شہر ہے جس نے علم و عرفان، سیاست و اقتدار، ادب و تمدن میں قوم مسلم سے فیض یاب ہونے میں ہمیشہ امتیازی درجہ رکھا ہے میرا وطن کچھوچھہ شریف بنارس کا مستقل دارالشفا ہے۔ آسیب زدہ مجانین مساحیری نہیں بلکہ سر میں درد ہوا نزلہ تین دن سے زیادہ رہ گیا اور بنارسی کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد پہنچ گیا۔ آستانہ اشرفیہ کی خاک چاٹی اور تندرست ہوگیا۔

اس کثرت آمدورفت اور یہاں سلسلہ عالیہ اشرفیہ کی وسعت کا نتیجہ ہے کہ میرے بنارسی بھائیوں نے مجھ کو بنارسی ہی قرار دیا اور میں بحیثیت ایک بنارسی کے اپنی جماعت استقبالیہ بنارس کی ترجمانی کر رہا ہوں میں اس موقع پر اپنے بنارسی بھائیوں کے ہم وطن قرار دینے پر فخر کرتا ہوں لیکن اس منصب کے قبول کرنے پر شرط لگا دی ہے کہ میری کسی لغزش کی چشم پوشی اور میری کسی خطا پر پردہ داری کی گئی تو میں میدان حشر میں دعوے دار ہوں گا میرے بھائیوں نے مجھ کو یقین دلایا ہے کہ میرے قدم قدم میرے لفظ لفظ اور ہر سکون و حرکت پر ان کا مکمل کنٹرول رہے گا وللہ الحمد۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اس تاریخی شہر کی اہمیت اسلامی سلاطین نے اولیاء کاملین نے علماء ربانیین نے جو محسوس کی تھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمانے کے لئے آپ حضرات کو یہاں مجتمع کرنا اب ایسی بات نہیں رہی جس پر ذرا بھی تعجب کیا جائے۔

اے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ ہم نے آپ لوگوں کو اس گرمی کے زمانے میں اور سفر کے ناقابل برداشت دور میں ایک بارگی کے ساتھ ایک میدان میں رونق افروز ہونے کی زحمت کیوں دی۔ حالانکہ آپ ہمیشہ اپنی جگہ پر رہنمائی فرماتے رہے اور ہم آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے اپنا مداوا حاصل کر سکتے تھے۔ نہ آپ نے رہنمائی میں کبھی بخل فرمایا نہ آپ کے قدم تک پہنچنے میں ہمارے لئے کوئی رکاوٹ ہوئی باایں ہمہ ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بیساختگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کر دیئے اور اہل زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی شدت اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے ہوش کو درست نہ رکھ سکے۔ حجاز مقدس جو ہم سنیوں کے ایمانیات کا گہوارہ ہے اور جس کے ذرہ ذرہ سے سنیوں کی دینی روایات وابستہ ہیں اس پر نجدی فتن و زلازل کو مسلط کر دیا گیا ہے وہ ارض مقدس اب تک ان فتنوں کی آماجگاہ ہے فلسطین کے سنی بھائیوں پر بے رحم یہودیت ستم آرائیوں کی مشق کرنے کے لئے مسلط کی جارہی ہے ہمارے جاوا انڈونیشیا کے سنی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہو رہی ہے اور ان بے گناہوں کی خطا صرف اتنی ہے کہ وہ سنی ہیں اور اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں صرف اہل سنت و جماعت کو پامال کرنے کے لئے اکثریت کا سانڈ چھوڑ دیا گیا ہے اہل باطل کی ٹولیوں کو سنیوں پر بھونکنے کے لئے پالا جارہا ہے اور قیامت یہ ہے کہ سنیوں کو ختم کرنے کے لئے جن درندوں کو راشن دیا جاتا ہے انکا نام بھی سنی رکھا گیا ہے۔ ابن عبدالوہاب کا پرستار اپنے آپ کو سنی کہتا ہے یزید و ابن سعد کا پجاری اپنے آپ کو سنی کہتا ہے سنیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام سنی بورڈ رکھا جاتا ہے۔ سنیوں کو اپنے ملک میں زندہ نہ رہنے دیں۔ سنیوں کو ان کے وطن سے نکالیں، سنیوں کے ایمانیات پر حملہ کریں، سنیوں کے عقائد پر ڈاکے ڈالیں، سنیوں کی سیاست میں روڑے اٹکائیں اور پھر بھی سنی کے سنی بنے رہیں۔ یہ وہ مصیبت عظمیٰ اور قیامت کبریٰ ہے، جس نے سنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے آج کا وہابی کل سنی تھا، آج کا قادیانی کل سنی تھا آج کا خارجی کل سنی تھا۔ اس طرح سنیوں کے گھر میں آگ لگا دی گئی ہے، اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازش کر رکھی ہے اور انہیں پالتو اور شکار کئے ہوئے افراد کے بل بوتے پر آگ مار کر لیڈر سنیوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں سول جنگ کی دھمکی دیتے ہیں، کس قدر ہوشربا واقعہ ہے کہ ہندوستان سنی مسلمانوں کا ملک تھا سنیوں نے ہزاروں برس اس ملک پر حکمرانی کی اور تہذیب کی بنیاد رکھی لیکن اب ان کا وجود نہ راعی کی نظر میں ہے نہ دنیا کی نگاہ میں ہم جہانگیر و عالمگیر کے وارث کچھ نہ رہے اور برطانوی پالیسی کی پیداوار تین تین نفر کی ٹولیاں سب کچھ بن رہی ہیں امام الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جاتی ہیں۔ امیر شریعت اپنے آپ کو کہلایا جاتا ہے، ہمارا وہ مقدس و برگزیدہ نام جو ہمارے آقا حضور پرنور محمد ﷺ نے فرمایا تھا اور ہمارا ہی مکمل پتہ بتایا تھا کہ ما انا علیہ واصحابی یعنی اہل سنت و جماعت۔ اس کا مجرمانہ استعمال اپنے لئے وہ کر رہا ہے جو سنیوں کو ہلاک کر دینے پر حلف اٹھا چکا ہے۔ سنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جاتا ہے اور اس میں ایسے دل و دماغ تیار کئے جارہے ہیں جو سنیوں کو ستائیں، جمہوریت اسلامیہ سے ٹکر لیں، اسلامی اتحاد میں انتشار پیدا کریں، اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں،

ہمارے سلاطین و امراء و خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ ہمارے دشمنوں کا ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا، ہمارے محرابوں کی، ہماری خانقاہوں میں رسائی۔ خانقاہ شکنوں کی ایک بات ہو تو عرض کی جائے

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم؟

غضب یہ ہے کہ یہ سارے منظم فتنے اور تمام مہلک خطرے آپ کے سامنے ہیں آپ کے دیکھتے ہوئے سنیوں کا جینا دشوار ہو رہا ہے، آپ کی آنکھوں کے سامنے سنیوں پر گھیرا ڈال دیا گیا ہے اور آپ کی موجودگی میں آپ کے رسول کی امت دن دہاڑے لوٹی جاتی ہے۔ سنیوں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر ان کے سبوح و قدوس خدا، جس کے سرادقات جاہ و جلال تک کسی عیب کی رسائی نہیں اس کو بالامکان جھوٹا کہا جا رہا ہے سنیوں کو ایذا دینے کے لئے فضیلت علم میں شیطان کو رسول پر بڑھایا جا رہا ہے۔ رسول پاک ﷺ کے علم کو پاگلوں چوپایوں کی طرح قرار دیا جاتا ہے۔ آج ختم زمانی نبوت کا انکار ہے تو کل کوئی مدعی نبوت نکل پڑا ہے بے دین مشرک پرست خود ہیں اور ہم دین داروں کو بدعتی مشرک کہتے ہیں۔ دین فروشی، ملت فروشی وہ کریں اور سنیوں کو ملت فروش بتائیں۔ نام لیں مدح اہل بیت کا اور تبرا بکیں اصحاب پر۔ دعوت دیں مدح صحابہ کی اور کام کریں قدح اہل بیت کا۔ یہ تو دین پر بمباری ہے دنیا میں سنی بازار سے نکالا جا رہا ہے اس کو مقروض بنا کر دبایا جا رہا ہے اس کی وراثت حکومت کو غصب کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ کیا ہماری قوم میں کوئی ہمارا سردار نہیں ہے؟ یہ تو صراحۃً غلط ہے۔ بعونہ تعالیٰ ہمارے قدرتی اور خلقی سردار ہمارے علماء ہمارے مشائخ اس ملک کے زمین و آسمان کو سنبھالنے والے اتنے ہیں کہ آج ان کے شمار کی آخری تعداد ہزاروں کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکی۔ تو پھر کیا وہ ہماری سنتے نہیں یا ہمارے حال کو دیکھتے نہیں، یہ بھی غلط ہے۔ وہ نہ سنیں تو پھر سننے والا کون ہے۔ وہ نہ دیکھیں تو پھر دیکھنے والا کہاں رہتا ہے تو کیا وہ غافل ہیں، یہ بھی غلط ہے جس کی گہری نیند پر غفلت کا گزر نہ ہو سکے وہ بیداری میں کیسے غافل رہے گا تو کیا وہ ہم سے بے پرواہ ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ ہمارے لئے گاؤں گاؤں پھرنا، وادی وادی، چوٹی چوٹی، شہر بہ شہر، قریہ قریہ پھرتے رہنا، ہمارے ایمان کو سنوارنا، ہمارے عمل کو سجانا، ہماری گئی ہوئی حکومت کو یاد دلانا ہماری تاریخ کو دہرانے کی سعی فرمانا اور ایسے دور میں جب پیر کی مریدی پر چوٹ کرنا فیشن ہو۔ دین اور علم دین کا نام لینا قہقہے کی نذر ہو۔ مشائخ کو قوم پر بار گراں کہا جا رہا ہو۔ علماء دین پر انگشت نمائی کا دستور بنا لیا گیا ہو پھر بھی دین کا ذمہ دار اور سنیوں کا سردار طبقہ ہر طعن سے بے نیاز ہو کر وہی کر رہا ہے جو ان کا منصب ہے ان کے آقا کی سلطنت مصطفویہ نے ان کو جس کرسی پر بٹھا دیا بعونہ تعالیٰ پوری ذمہ داری کے ساتھ وہ ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں ان پر فرقہ وارانہ ذہنیت کی پھبتی کسی گئی۔ ان کو پرانی لکیر کا فقیر کہہ کر ہنسا گیا اور وہ کونسی اذیت ہے جو ان کو نہ پہنچی مگر مرحبا اور ہزار مرحبا بے شمار مرحبا ہے ان کے عزم و ثبات کو ہمت و استقلال کو کہ یہ مبارک طبقہ اپنے کام میں لگا رہا اور اپنے پاک مقصد سے کبھی نہ ہٹا اور اپنے مقدس فتوی کا ایک حرف کبھی نہ کاٹا اور اپنے علم و عمل کی یکانگت میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ اسی گروہ پاک کے عزم پاک کا پاک نتیجہ ہے کہ ان کے پیغام کی آواز بازگشت آج یونیورسٹی سے کالج سے اسکول سے، کوچہ و بازار سے در و دیوار سے آ رہی ہے اور ہندوستان کا کونسا سنی ہے جو نعرہ پاکستان سے بے خبر ہے دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سنیئے کہ اس پیغام کے لئے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا وہ ہماری آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور ربانی ہمارے صدر الافاضل استاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذات گرامی ہے اور ان سے سب سے پہلے جو اس دولت کو لے کر بانٹنے لگا اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکلی، بات دور نکل گئی میرا کہنا یہ تھا کہ ہمارے رہنما ہم سے بے پرواہ نہیں ہیں پھر کیا بے رحم ہیں؟ توبہ توبہ یہ کہنا تو سفید جھوٹ بولنا ہے ان کی راتیں ہمارے لئے آہ میں کٹیں، ان کے دن ہمارے غم میں بسر ہوں، ان کے پاس کوئی ایسی دعا نہیں جس میں ہماری یاد نہ ہو، ان کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ ہماری تڑپ اس میں نہ ہو پھر یہ اندھیر نگری کیوں ہے۔ یہ ظالموں کی غارتگری اور سنیوں کی بے کسی کیسی ہے۔ میرے خیال میں اس کا ایک اور صرف ایک جواب ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن ہمارا کوئی نظام نہیں ہے ہم میں کوئی رابطہ نہیں، ہمارا ہر ایک رہنما ایک دوسرے کی حدود سے الگ، ہمارا سردار طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر۔ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں، کہاں ہیں، کتنے ہیں۔ سندھ اہل ہند کی نگاہ میں کوئی آسمانی آبادی ہے، ہند اہل سندھ کے خیال میں کرۂ زمین کے آخری سرے کا نام ہے، کتنے ہمارے پنجاب میں ہیں کہ لکھنؤ دیکھا نہیں، بنارس سنا نہیں کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں، منٹگمری کو سنا نہیں آل انڈیا سنی کانفرنس کے لئے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتا چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیان اسلام میں سے تو کروڑ ہیں۔ بنگال کے ایک ضلع چاٹگام اور اس کے حواشی میں سولہ سو علماء اہل سنت مدرسین مبلغین مصنفین و ارباب فتاویٰ ہیں۔ ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار بیس ہزار سے زائد ہمارے دفتر میں آ چکا ہے۔ تو ہم اس قدر متحیر ہوئے جس قدر ہمارے سنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سن کر حیران ہیں اگر مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اس قدر لشکری منظم ہو

جائیں اور اتنے کثیر قائدین کی قیادت مجتمع ہو جائے تو پھر کھلے بند غیر مسلم یا مسلم نما غیر مسلم ہوں کیا مجال کہ کوئی ہم سے ٹکرا سکے اور کیا طاقت کہ ہمارے سامنے آسکے۔ کشتی لڑنا درکنار ہاتھ ملانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ ساری سازش تار عنکبوت ہو جائے، ساری چیخ پکار مکھی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ وقیع نہ رہے۔ ہم کو جب یہ محسوس ہوا تو ملک وملت کی حالت میں ہمارے لئے کوئی چارہ کار اس کے سوا نظر نہ آیا کہ ہم آپ سرداروں کو ایک جگہ بٹھا دیں اور خود وفاداری کا عہد کریں۔ آپ ججوں کی ایک عدالت بنائیں اور اپنی تقدیر کا فیصلہ چاہیں۔ آپ معالجین کو ایک مقام پر بٹھا کر اپنی بیماریوں کا علاج کرائیں۔ اب آپ کے کریمانہ اخلاق ہیں اور ہماری قابل رحم حالت ہے جس نے جرأت دلائی اور اللہ تعالیٰ کا ہزاروں شکر ہے کہ ہم نے مرنے سے پہلے آپ حضرات کو ایک مقام پر جمع کر دیا نہ ہم میزبان ہیں اور نہ آپ مہمان بلکہ ہم جاں بلب ہیں اور آپ مسیحا دم ہیں۔ آہ ہماری کراہ سے نہ گھبرائیں آپ ہماری بے چینی سے چین نہ چھین نہ ہوں ہم آپ کی خاطر کیا کر سکتے ہیں؟ ہمارے پاس کھلانے کو روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ہے ہم آپ کو کہاں ٹھہرائیں؟ ہمارے پاس تو پھونس کا چھپر بھی نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کے ٹھہرانے کے لئے ہمارے خانہ دل کی ویرانیاں ہیں اور آپ کی خاطر کے لئے جان حاضر ہے، جگر حاضر ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں سر حاضر ہے۔

مشائخ عظام وعلمائے اعلام ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا فرد مبلغ ہو ہماری پرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ، رعایا مبلغ، علماء مبلغ، عوام مبلغ، پیر مبلغ، مرید مبلغ، سوداگر مبلغ، مزدور مبلغ۔ کوئی ہے جو رسول پاک ﷺ کے دست پاک پر اسلام قبول کر کے مبلغ نہ بنا ہو۔ کوئی مثال ہے کہ صحابہ کرام سے دولت ایمان پانے والا مبلغ نہ ہوا۔ تبلیغ تو اسلام کا اصلی سرمایہ ہے۔ تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے۔ یہودیت میں سازش کے سوا کیا رکھا تھا۔ نصرانیت کا مثلث 3/1 ,1/3 والا کان کے سوا میدان میں کھنچنے کے قابل کب تھا۔ مشرکین کے اوہام وتخیلات میں تبلیغ کی روح کیسے آتی۔ سب کے سب اپنے دین کے نام کو اپنی پرائیویٹ جائداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے کہ تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا۔ صداقت کی روشنی کو پھیلا دیا۔ ہدایت کی دلوں میں تڑپ پیدا کر دی۔ رشد وارشاد کا دروازہ کھول دیا جن وانس کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مامور فرمایا کہ بلغ ما انزل الیک رسول پاک ﷺ نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا بلغو اعنی ولو بکلمة۔

میرا جد اعلیٰ جیلان میں پیدا ہوا اور گھر کو چھوڑ کر بغداد چلا گیا، میرے ہندوستان کا بادشاہ چشت میں پیدا ہوا اور اجمیر چلا آیا، میرا سلطان سمنان چھوڑ کر کچھوچھہ آیا۔ میں غوث کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا کر، میں خواجہ کی خواجگی کے حضور وفاداری کا حلف اٹھا کر، میں اپنے سلطان کی سرکار میں عقیدت کا نذرانہ لے کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف تبلیغ دین کے لئے تھا۔ تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نذر ہوا، عیسائی مشنری کا ایک نظام ماتحت ہے، واہمہ پرست مشرکین کا منظم سنگٹھن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے اور الٹی گنگا ایسی بہہ رہی ہے کہ تبلیغ جس کا حصہ ہے اس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے۔ کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو، ہر صوبہ میں اس کی شاخیں ہوں ہر ضلع میں اس کا آفس ہو، ہر تحصیل میں اس کا نظام ہو ہر ہر قریہ میں ایک ہی طرق کار ہو تو آپ دیکھ لیں گے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامان مصطفےٰ علیہ التحیة والثناء کا اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے۔

حضرات! دنیا میں ایک ذہنی انقلاب ہے اور قوموں کے کان ایسے پیغام کی تلاش میں ہیں جو انسانیت کو انسانی شرف بخشے۔ زمین کو گہوارہ امن وامان بنا دے جہاں روح بر سر عمل ہو اور نفس کا وجود عدم برابر ہو اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہی چیز ہے جس کا نام پاک اسلام ہے۔ اسی تبلیغ کی ایک اہم اور ٹھوس شاخ تعلیم مذہبی ہے تعلیم ہی سے قومی دماغ کی تعمیر کی جاتی ہے۔ تعلیم ہی سے صحیح تدبر اور درست تفکر کی اہلیت ابھاری جاتی ہے اور تعلیم ہی سے قوم کو اس کے اصلی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے اس تعلیمی آوارگی کا خطرناک نتیجہ ہے کہ قرآن وحدیث کا پیارا پیارا نام لے کر آپ کو ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو خود مسخ ہو گئے اور اسلام کو مسخ کرنے کا قصد کر لیا، گزشتہ ایک صدی کے اندر جتنے فرقوں نے برطانوی سایہ میں جنم لیا وہ سب تعلیمی خامی کی ماتمی یادگار ہیں۔ عقل کی سلامتی صحیح تعلیم سے ملتی ہے ورنہ عقل ایسی ماری جاتی ہے کہ آپ اس جنونی طبقہ سے آگاہ ہیں، جو پیغمبر اسلام کی توہین کو اسلام کی تعلیمات میں تلاش کرتا ہے۔ اس جنون کی کوئی حد ہے کہ شارع کی عظمت کو اس کی شرع سے گھٹانے کی کوشش کی جائے۔ سارے ملک کو تجربہ ہو چکا کہ آوارہ تعلیم گاہوں کے طلبہ نے قبلہ کی طرف سے کس طرح منہ پھیر کر اپنی توجہات تعبد کو راشٹر باپو کی طرف پھیر لیا۔ مدرسین نے مکہ چھوڑا، اور ہاں کان لگا کر سننے والے سن لیں کہ صدر المدرسین نے مدینہ چھوڑا اور بالکل چھوڑا اور دشمنان حرمین سے رشتہ جوڑا۔ اب قرآن شریف اسلئے پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رہے۔ حدیث شریف میں ان کو یہی نظر آتا ہے کہ غیروں کے ہاتھ بکتا ہی اسلام ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایسی غیر ذمہ دارانہ تعلیم سے جہالت ہزار درجہ بہتر ہے کیسی ناپاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرز اٹھے اور پاکستان میں جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے۔ اسلامی تلوار کی آزادی میں اپنی موت معلوم ہو کیا سنیوں کی سنیت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت اب اس قومی و دینی جرم کو برداشت کر سکتی ہے کہ ایسی درسگاہ کو مدد دے کر اس کو زندہ رکھا جائے ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک میں صحیح تعلیم کے اداروں کی بڑی تعداد ہے۔ ہر ہر صوبہ میں کامل النصاب مدارس بکثرت موجود ہیں اور ماشاءاللہ خوب کام کر رہے ہیں، صدہا علماء سالانہ ان سے فیضیاب ہو کر ہدایت و ارشادِ خلق کی خدمتیں انجام دیتے ہیں۔ درس، افتاء، وعظ، مناظرہ، تبلیغ دین کے مساعی میں مصروف ہیں، یہ جماعتیں نہ ہوتیں اور یہ مدارس سرگرم عمل نہ ہوتے تو اس زمانہ میں بے دینی اور بھی ترقی کرتی اور مذہب کے جاننے والے میسر نہ آتے اور اسلامی اعمال سے دنیا ناواقف ہو جاتی۔ مگر باوجود اس کثرت کے قابل افسوس اور لائق رنج یہ ہے کہ ان علمی دینی درسگاہوں میں کوئی نظم و ارتباط نہیں، ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ معیار تعلیم میں ایک ضابطہ نہیں۔ نصاب میں یکسانیت نہیں، طریق تعلیم میں توافق نہیں، کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں، مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو، ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو، ہر جگہ ایک نصاب ہو، ایک ہی پرچہ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالب علم دے۔ ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اسطرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنے والی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح کرنا ہر ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے۔ برکت تعلیم سے ہر آن اسلامی آن بن جائے تو پھر اس آن کی وہ آن و شان ہے جس کو ہم پاکستان کہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دانوں کو لیا جائے، ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے۔ آئمہ مساجد کا ایک نصاب ہو اور کوئی امام بے سند نہ رہ جائے۔ بڈھوں کے لئے شبینہ مکاتب کھولے جائیں۔ آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لئے کتابیں تصنیف ہوں اور ہر تصنیف پر جمہوریت اسلامیہ کی نگرانی ہو۔ وہی کتاب سنی پڑھیں جس پر جمہوریت اسلامیہ کی تصدیق ہو۔ علوم جدیدہ کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء ان سے واقف کیے جائیں۔ سیاسیات و اقتصادیات یا تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سنی لائبریری، سنی مدرسہ، سنی سکول، سنی کالج، سنی یونیورسٹی دین و دنیا کی حامل بن جائے اور اس سے ایسے دل و دماغ پیدا کیے جائیں جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جود و سخا، دشمنوں سے جدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں، جن کا جینا مرنا اللہ کے لئے ہو تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرۂ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے۔ جو قوم علم میں، عمل میں اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے، وہ جہاں قدم رکھ دیتی ہے اس کو پاکستان بنا دیتی ہے۔

حضرات! آپ پر روشن ہے کہ سنیوں کی ساری کمزوریاں اسی صحیح تعلیم کی کمی کا نتیجہ ہے۔ علم درست طور پر آ جائے تو خود معلوم ہو جائے گا کہ دوسرے ادیان و مذاہب کی طرح اسلام نہیں ہے کہ کچھ عقائد، کچھ خیالات، کچھ اوہام پر اعتکاف کر کے اس کا نام دین رکھ لیا جائے۔ اسلام تو خود حقائق کے اعتراف کے ساتھ اپنے پیرو کو میدان عمل میں کھڑا کر دیتا ہے۔ عقیدہ توحید سے لے کر معاد کی تمام تفصیلات کو اس لئے منواتا ہے کہ جو کچھ مانا ہے اس کو کر کے دکھا دیتا ہے۔ اسلام انسان کو عملی انسان بناتا ہے۔ دینداری کی سند حسن کردار پر دیتا ہے۔ صاحب تخت و تاج ہو یا مسکین محتاج، سب کے لئے اسلام نے مکمل پروگرام بنا دیا ہے یہ اسلام کا وسیع روحانی نظام ہے جس نے خدا کی پرستش کو رکوع و سجود میں محدود نہیں کیا۔ اور نہ ہی مسجد کو اس کے لئے خاص کیا بلکہ اسلام سونے کو جاگنے کو، چلنے پھرنے کو، جم کر بیٹھنے کو، کھانے پینے کو، اہل و عیال کی نگرانی کو، بال بچوں کی پرورشوں کو، صنعت و حرفت کو، کاروبار تجارت کو، مزدوری و محنت کو، خلق کی خدمت کو، بزم کو، رزم کو سب کو عبادت بنا دیتا ہے۔ یہ اسلام نے بتایا کہ عبادت بازاروں میں بھی ہوتی ہے اور کارزاروں میں بھی ہوتی ہے۔ ارکان صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ سے بھی ہوتی ہے اور قلم کی رفتار اور تلوار کی جھنکار سے بھی ہوتی ہے۔ ڈنڈوں اور ڈھیلوں سے بھی ہوتی ہے اور کشتی کے اکھاڑوں میں بھی ہوتی ہے ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اسلام کی بدولت خدا کو پوجتا ہے، پھر اسلام نے قبائل کے خون کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انسانی برادری کا پیغام دیا ہے اور مفروضہ تفاوت مدارج کو میٹ کر" ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" فرما کر برتری کا مدار عمل صالح پر رکھ دیا ہے۔ اسلام کے پروگرام کا دنیا کو تجربہ ہو چکا ہے ساری دنیا نے دیکھا کہ امیوں کو استاد زمانہ بنانے والا، غیر متمدن کو تمدن کا علمبردار کر دینے والا، بکری چرانے والوں اور اونٹ کے گلہ بانوں کو تخت و تاج کا مالک بنا دینے والا، بے امنوں کے گہوارہ کو دارالامن کر دینے والا، اسلام اور صرف اسلام ہے۔ مگر آہ کہ جہالت اور بے خبری کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں، بے عملی ملت پر چھا گئی ہے، مسجدیں ویران ہیں، ان کے امام بیشتر بے سند ہیں، اسلامی کلچر پر تنصر یا تہند کی لعنت لائی جاتی ہے۔ خانقاہوں کا صحیح استعمال چلا جا رہا ہے، ہر ایک نیا نیا لائحہ عمل اپنے جی سے بناتا ہے، قانون ساز کونسلوں کی بلا جب سے ملک میں آئی ہے تو ان ناداروں کو دیکھو جن کے پاس کوئی حتمی قانون نہیں ہے اور وہ اپنی سوسائٹی کے لئے قانون سازی پر مجبور ہیں۔ اب مسلم نشست پر پہنچنے والے بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون

ساز جب قانون بناتا ہے تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اس کے پاس اس بارے میں کوئی قانون نہیں کیا مسلمان کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوا قانون سازی کر کے اسلام کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر یہ منگرو ابٹ خلع بل کیا بلا ہے۔ یہ شارادا ایکٹ میں قوم مسلم کا شمول کون سی لعنت ہے اور جہالت کا مہلک اثر یہ ہے کہ بے خبر ہیں اور اپنے کو باخبر سمجھتے ہیں۔ علم دین میں ایک ان پڑھ سے بھی بدتر ہیں اور پھر علمائے دین کے منہ آتے ہیں۔ برطانوی فقہ کے پست تصورات کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے کمزور انسان کے بنائے ہوئے کمزور قانون سے جو روزانہ بناو بگاڑا کرتے ہیں پیشہ ورانہ الجھاؤ، دماغ کو انٹ اور الٰہی قانون تک بار یاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دار التصنیف اپنے ہاتھ میں لے۔ نکاح و طلاق، وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون بنا دیا جائے غیر مشروع قوانین کو ختم کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے قضایا کے لئے اسلامی دار القضاء کو حکومت سے منوایا جائے اور قانون سازی کے چسکے کو مٹا کر قانون اسلام کی تنفیذ ہی مسلم نشست والوں کا کام رہ جائے۔ خانقاہوں کو نشر علم کا ادارہ بنا دیا جائے، میلاد شریف کی محفلوں کو بزم تبلیغ کر دیا جائے۔ اعراس بزرگان دین میں سنی کانفرنس کی روح ڈالی جائے۔ مسلمان کی صورت کو مسلمان کیا جائے اور مسلمان کی سیرت کو مسلمان کیا جائے۔ مسلمان کی روح کو بھی بلند کیا جائے اور مسلمانوں کی جسمانی صحت کو معیاری طور پر قائم کیا جائے اور بتا دیا جائے کہ ہر مسلمان اپنی قوم کا سرمایہ ہے جس کی ذمہ داری خود اس مسلمان پر بھی ہے۔ ہمارے کالج کے بچوں کو دیکھو تو چہرہ پر خون کا چھینٹا تک نہیں بھرے بھرے بازوؤں اور اونچے اونچے سینوں اور لمبی لمبی داڑھیوں والی قوم بیمار ہو جائے کراہنے لگے زنانہ روپ بھرنے لگے تو کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔

حضرات! وقت آگیا ہے کہ خلافت راشدہ کے عہد کو پلٹایا جائے اور سارے نظام شریعت کو اسلامی دنیا کا نصب العین بنا دیا جائے، یہ کام بہت زیادہ سرمایہ نہیں مانگتا۔ اپنا پریس، اپنا پلیٹ فارم اور اپنا ہر کام ایسا ہے کہ غریب سنیوں کی برائے نام کمائی بھی اس کے لئے کافی ہے سنیوں کے پاس اوقاف اس قدر ہیں جن کو درست کر کے برطانوی اصول پر نہیں بلکہ اسلامی اصول پر خرچ کیا جائے تو ایک سلطنت کا نظام چل سکتا ہے۔ ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے نام پر وقف ہے اور الحادی علم پر خرچ ہو رہا ہے۔ مسجد پر وقف ہے اور سنی وقف بورڈ کے دفتری نظام پر خرچ ہو رہا ہے۔ اگر اوقاف کے آمد و خرچ پر کنٹرول کر لیا جائے تو بجٹ میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔

حضرات! ہم کو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید حاجت ہے ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے اور جسمانی صحت و تندرستی کے لئے تو بڑی ضروری چیز ہے۔ یہ چیز کبھی صرف مسلمانوں کی تھی غواصی، تیراکی، شہسواری ہمارا وہ مشغلہ تھا جس میں ہمارا کوئی ثانی نہیں تھا، ہماری تندرستی ضرب المثل بن گئی تھی۔ ہمارے جوان کو ضیغم تر اور صف شکن کہا جاتا تھا مگر آج تندرستی کھو دینے سے بزدلی، تن آسانی، کاہلی، چہروں کی بے رونقی اور پھر لازمی طور پر بیکاری و ناداری آگئی ہے تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اکھاڑہ ایک مستقل ادارہ ہے جس کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا کر ان کو ایک نظام میں بنیان مرصوص کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے۔ ورنہ کمزور افراد کی نسل اور بھی کمزور ہوگی اور کمزوری وہ بلا ہے جس کے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں۔ بیکاری قرضدار بناتی ہے، معاش کے دروازہ کو بند کر دیتی ہے اور آخر میں روٹی کے لئے ضمیر فروشی، ملت فروشی، پیسوں کے لئے قوم کا غدار، دین کا باغی ہو جاتا ہے۔ جس کو ہم آپ برابر دیکھ رہے ہیں کہتے ہیں کہ محتاجی جرائم کی ماں ہے اور میں کہتا ہوں کہ تندرستی نہ ہونا محتاجی کا باپ ہے۔ اور جب یہ ماں باپ مجتمع ہو جاتے ہیں تو بے پناہ بلاؤں کی نسل جنم لیتی ہے۔

اے صد ہزار احترام و عظمت کے پیکر بزرگو! کام بہت ہے، ہماری بیماریاں حد سے زیادہ ہیں ہماری کمزوریاں لا انتہا ہیں۔ اور آپ کو ہمارے لئے بہت دکھ اٹھانا ہے۔ آپ تبلیغی نظام سے بسم اللہ فرمائیں مبلغین پیدا کریں۔ اور میدان تبلیغ میں بھیج دیں۔ اور ایک سال کے اندر سارے ملک کے سنیوں کی مردم شماری کر لیں۔ اس رجسٹر کا خاکہ ایسا ہو کہ ہر سنی کا نام بقید ولدیت ہو مکمل پتہ ہو، عمر، پیشہ، مالی حالت، تعلیمی حالت، قرضدار ہے یا نہیں، مقدار قرض، ادائیگی کے امکانات، وہاں کی غیر سنی آبادی، مسجدوں کے امام، غیر مسلم آبادی، زمیندار، طریق زمینداری، تھانہ، تحصیل، ضلع، حکومت کی مقامی پالیسی، کوئی مدرسہ ہے یا نہیں، اس طرح اندراج ہو کہ دفتر میں دیکھ کر وہاں کا سنی مکمل طور پر آنکھوں کے سامنے آجائے۔ اسی میعاد میں تمام مدارس اہل سنت کی تعداد نصاب تعلیم، ذرائع آمدنی، کیفیت، مصارف بھی درج رجسٹر ہو جائیں، تو بعونہ تعالیٰ و بعون حبیبہ ﷺ قوم خود بخود ابھرنے لگے گی اور نظام و اجتماع کی روح تیزی سے ملت میں دوڑے گی اور دوسری قومیں جو پچاس برس میں نہ کر سکیں وہ مہینوں میں آپ کریں گے۔ یہ تو بیمار کو تندرست کرنا ہے آپ حضرات نے تو مردوں کو جلایا ہے اپنے اولیاء کی کرامات حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے، اپنے علماء کے منصب نیابت رسول پر ہمارا ایمان ہے جو تا خیر تھی وہ آپ کے یکجانہ ہونے کی تھی وہ بھی بعونہ تعالیٰ میسر آئی اب ہماری شفا یابی یقینی ہے، ہماری کامیابی نظر آرہی ہے۔ اب ہم زندگی کی آس لگانے میں حق بجانب ہیں۔ اب آپ کی

پاک نگاہی پاک تدبیر، پاک تعلیمات ہم کو پاکستان عطا کر دیں گی۔

میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آ چکا ہے ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے۔ در و دیوار پر پاکستان زندہ باد، تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے۔ نعروں کی گونج میں پاکستان لے کے رہیں گے۔ مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے۔ اس لفظ میں پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتا دے۔ یونینسٹ کا پاکستان وہ ہو گا جس کی مشینری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہو گی لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ الٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے، اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو، جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان اور مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امن دی جائے۔ ان کو، ان کے معاملات کو، ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے، وہ جانیں ان کا دھرم جانے۔ ان کو اتموا الیھم عھدھم سنا دیا جائے اور بجائے جنگ و جدل کے صلح و امن کا اعلان کر دیا جائے۔ ہر انسان اپنے پر امن ہونے پر مطمئن ہو جائے۔ اگر سنیوں کے اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا۔ ان سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی ہیں۔ نہ اخبارات کے ہفواتی ایڈیٹوریل دیکھے ہیں، نہ غیر ذمہ داروں کے لکچر سنے۔ وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ اس کے دستور اساسی کا کیا سوال ہے۔ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کر لیا ہے وہی دستور اساسی بھی ہے، وہی تجاویز متفقہ بھی ہیں لیگ ان کے لئے کوئی نیا دین نہیں ہے۔ جس کو سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر قبول کر لیا جائے بلکہ لیگ ان کے جذبات کی محض ترجمان ہے جس کو وہ ہر معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں۔ خیر یہ تو لیگی زبان میں پاکستان کی بحث تھی، لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر یوں کہیئے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو ہماری آرزو ہے کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے۔ لیکن اگر عالم اسباب میں رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تھوڑا تھوڑا کر کے پاکستان بنتا جائے تو ان کو بنایا جائے۔ کسی حصہ زمین کو پاکستان بنانا اس کے سوا دوسرے حصے کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہے بلکہ عالم اسباب میں حکمت تدریج ہے۔ ہندوستان تک صحابہ کرام نہیں پہنچے تو وہ اس لئے نہ تھا کہ ہندوستان کے کفریات و شرکیات سے راضی تھے بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ الامور مرھونۃ باوقاتھا۔ صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ کسی جانور نے بھی نہیں کیا کہ اس میں مکہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہے، بلکہ عالم اسلامی کو صاف نظر آنے لگا کہ مکہ جلد پاکستان ہونے والا ہے۔ معاہدے اور صلح نامے و اعدوا لھم مااستطعتم کی تعمیل میں ہوتے ہیں اور بعد استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داور حشر کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے۔ پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخشا جائے گا جو کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو سنی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصور سے چڑتا ہو۔

ہاں یہ عرض کرنا رہ گیا کہ حال میں وزارتی مشن کے سامنے سنا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان بھی پاکستان کا نعرہ لگا کر گئے ہیں لیکن یہ پاکستان ایسا ہے جس کو سن کر پاکستان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض نہیں۔ کیا عجب ہے کہ ۲۵ گز کے پاجامے پہننے والوں کے لئے لنگوٹیہ پاکستان بنانا منظور ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حضرات سطور بالا میں مسلم لیگ کا نام آ گیا ہے اور اس طرح آیا ہے کہ وہ سنی کانفرنس کے بالکل جداگانہ ایک نظام ہے یہی حقیقت بھی ہے مسلم لیگ کا پروگرام عارضی ہے جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے اور آل انڈیا سنی کانفرنس کا پروگرام دوامی ہے، پاکستان کی تعمیر کا اور مسلم لیگ کو سنی مسجدوں، سنی اماموں، سنی خانقاہوں، مدرسوں، عرسوں، میلادوں، مذہبی تصنیف گاہوں سے کوئی سروکار نہیں اور نہ وہ صرف سنیوں کے نام پر کام کرتی ہے۔ پاکستان کا حق ملا تو مسلم لیگ کو نہیں ملے گا۔ برطانوی مسلمانوں کو ملے گا اور ان میں غلبہ محمدی مسلمانوں یعنی سنیوں کا ہے تو پاکستان کا حق سنیوں کو ملے گا۔

سنی کیسا پاکستان بنائیں گے۔ اس میں بحث کی گنجائش نہیں۔ عہد صدیقی کو دیکھ لیا جائے، دور فاروقی کی سیر کر لی جائے، عثمانی زمانہ کو نظر کے سامنے لایا جائے، خلافت علویہ کا دیدار کر لیا جائے اسی قسم کا پاکستان بنائیں گے۔ اگر سنیوں کو زندہ رہنے کا، اپنے دین کی

حفاظت کرنے کا، اپنے مستقبل کو سنوارنے کا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا، اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا، اپنی خانقاہوں کو سجانے کا، اپنے اداروں کو درست رکھنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے تو پھر ہر تنظیم سے زیادہ ضروری سنیوں کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس ہے۔ یہ ہم نے مانا کہ انگریز اب ہندوستان پر حکومت کرنے سے تھک گیا ہے اور اب منافع کے سوا خطروں سے الگ رہنا چاہتا ہے اور وہ کون سی حکومت ہندوستان کو دے ڈالنا ہی چاہتا ہے اور مانا کہ یہ دیکھ کر ہندوستان کی اکثریت کے منہ میں پانی بھر آیا ہے اور وہ بلا شرکت غیرے اس حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور مانا کہ اس کا جواب یہی رہ گیا ہے کہ قانون جس کو مسلمان کہہ دے اس کو یکجا کر کے اکثریت کے رام راج والے شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا جائے اور مانا کہ مسلم لیگ اسی پوزیشن میں ہے اور یہ بھی بالفرض مانا کہ مسلم لیگ کے سوا عہد حاضر کی چالبازیوں اور دھاندلیوں کا کوئی جواب نہیں۔ لیکن پھر بھی سنی مسلمانوں کو اپنی ملی تنظیم کی آج اسی قدر حاجت ہے جس قدر پہلے تھی ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی امید رکھنی چاہیئے کہ اس کا جو قدم سنیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہوگا آل انڈیا سنی کانفرنس کی تائید اسی کو بے دریغ حاصل ہوگی اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا سنی کانفرنس کی رہنمائی اس کو قبول کرنی پڑے گی، اور ضرور کرنی پڑے گی۔

اگر ہماری حق گوئی کسی کے نزدیک جرم ہے اور کسی لیگی کے نزدیک یہ ہماری طرف سے لیگ کی دشمنی ہے تو ہمیں ڈیفنس میں ایک لفظ نہیں کہنا ہے اور اگر لیگ کے دشمنوں کے نزدیک یہ ہمارا لیگی ہو جانا ہے تو ہم اس خوش فہمی کو بھی قابل مضحکہ سمجھتے ہیں۔

دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طبقے نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں پر حکومت کی، عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا یعنی علماء حق، وہ نہ کسی مغرور کے دبائے دبتے ہیں نہ کسی شکی وہمی سے الجھتے ہیں نہ کسی بدزبان بے لگام کو پرکاہ برابر سمجھتے ہیں، وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں حق گو ہیں، حق پرست ہیں اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں۔

اے ہمارے شفا بخشنے والے حکماء اسلام! ہم نے اپنی بیماریاں بیان کر دیں، اور بیماریوں نے اس قدر نڈھال کر دیا ہے کہ ہم تھک گئے اور ہماری بیماریوں کا بہت کچھ بیان رہ گیا آپ کی انگلیاں ہماری نبض پر ہیں آپ کی حذاقت نے ہم کو بھانپ لیا ہے جو ہم نے کہا وہ بھی اور جو نہیں کہا وہ بھی آپ کی فراست کے سامنے ہے، للہ ہمارا علاج کیجئے، اپنے رسول پاک ﷺ کا صدقہ ہمارا مداوا کیجئے، غوث کے نام کی بھیک دیجئے، خواجہ کے طفیل خبر لیجئے نقشبند کی سرکار کا صدقہ دیجئے۔

ہائے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ سے رسمی طور پر بھی کہہ سکیں کہ ہماری خادمانہ فروگزاشتوں کو معاف کیجئے۔ یہ وہ کہے جو کچھ خدمت کرے ہم نے تو آپ کو اس شرط پر زحمت دی کہ اپنا راشن اپنے ساتھ لائیے ہم ایک نوالہ بھی نہیں دے سکتے۔ ایک مرتبہ سنی کانفرنس میدان کربلا میں قائم ہوئی تھی کہ نہر فرات آج تک شرم سے پانی پانی ہے آج بنارس کی گنگا کا یہی حال ہے کہ ہمیشہ آب آب رہے ہم شرم کے مارے اپنے سر کو جھکائے ہوئے آپ کی وفاداری کا عہد کرتے ہوئے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اپنی مجلس استقبالیہ کے مخلص درویشوں کے لئے درخواست دعا کے ساتھ ساتھ خاموش ہوتے ہیں اور ہماری یہی خاموشی آپ کے کریمانہ اخلاق کا اعتراف اور اپنی مجبوریوں پر رحم کی بصد ہزار ادب درخواست ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

✿ ✿ ✿

یادگار لمحوں کی دلآویز تصویر

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کا روح نواز خطبہ

معزز حضرات علماء کرام!

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین ۔ آمین

قائدین اہل سنت اور برادران اسلام" کل پاکستان سنی کانفرنس" کی تاریخی حیثیت اور ملک گیر اہمیت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے اس لئے علالت ونقاہت کے باوجود طویل سفر کر کے میں یہاں پہنچا ہوں تاکہ اس میں شرکت کی سعادت حاصل کرسکوں۔

سامعین گرامی" کل پاکستان سنی کانفرنس" کے انعقاد کی غرض وغایت کسی فرقے کے خلاف محاذ آرائی نہیں بلکہ اس کا مقصد محض اہل سنت کی صفوں کو منظم کرنا ہے، کیونکہ ملک کا سواد اعظم ہونے کی حیثیت سے پاکستان کی نظریاتی حیثیت اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنا ان کا فرض اولین ہے اور اس فریضہ کو باحسن نقاط اس صورت میں ادا کیا جاسکتا ہے کہ اہل سنت متحد ومنظم ہوں۔

آج ہمارے ملک پر جو خطرات منڈلا رہے ہیں وہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم اپنا فرض ادا کرنے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اپنے تمام گروہی، ذاتی اختلافات کو بھلا کر ایک ہو جائیں تاکہ ان حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرسکیں۔

تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے مؤثر کردار اہل سنت نے ادا کیا، قائداعظم کو اجتماعی طور پر اہل سنت کی تائید وحمایت حاصل رہی، تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی آپ نے اور آپ کے اکابر نے بھرپور حصہ لیا اور کامیابی سے ہمکنار کیا، اب پھر ملک کی حفاظت کا مسئلہ درپیش ہے جس عزم وحوصلہ اور ثابت قدمی کے ساتھ پہلے چیلنجوں کا مقابلہ کیا ہے اب پھر اسی عزم اور استقلال کی ضرورت ہے۔

اہل سنت کے اکابر اور عوام سے میری دردمندانہ اپیل ہے کہ اس نازک مرحلہ پر اپنا بھرپور کردار ادا کریں ہر اس قوت کا ڈٹ کر ساتھ دیں جو اسلام اور پاکستان کی حفاظت کے لئے سرگرم عمل ہے اور اس وقت کو یہ باور کرائیں کہ اہل سنت اس کی پشت پر ہیں۔

جماعت اہل سنت پاکستان کے قائدین لائق صد تبریک ہیں جنہوں نے وقت کی نزاکت کو محسوس کیا اور اہل سنت کے تمام مشائخ، علماء کو یہاں اکٹھا کرنے کی سعی کی تاکہ وہ آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کرسکیں اللہ تعالیٰ آپ کی صحیح راہنمائی فرمائے تاکہ ملک وقوم جس پریشانی سے دوچار ہے اس سے رستگاری حاصل کرسکے۔ وما توفیقی الا بالله علیه توکلت وهو رب العرش العظیم

✿ ✿ ✿

لادینیت کے صحراؤں میں ایمان و وفا کی پرچم کشائی

امیر جماعت اہل سنت پاکستان

پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی

کا فقید المثال خطاب

الحمد الله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

واجب الاحترام علمائے کرام ومشائخ عظام، زعمائے ملت وبرادران اہل سنت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام اس عظیم الشان اور تاریخ ساز "مرکزی سنی کنونشن" میں آپ کی تشریف آوری پر میں صمیم قلب سے آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آپ حضرات نے اپنی گوناگوں مصروفیات ترک کر کے سفر کی صعوبت برداشت کی اور اس کنونشن میں شرکت فرمائی اور اس کی رونق کو دوبالا کیا۔ میں اس پر آپ کا بے حد ممنون ومتشکر ہوں۔

بزرگان محترم! پاکستان کے سنیوں کا یہ عظیم کنونشن خالصتاً دینی ومذہبی بنیادوں پر منعقد ہو رہا ہے۔ آپ سب حضرات کوئی سیاسی ودنیاوی غرض یا گروہی تعصب لے کر یہاں نہیں آئے بلکہ محض سنی ہونے کی حیثیت سے تشریف لائے ہیں۔ جماعت اہل سنت جس کے پلیٹ فارم پر یہ کنونشن منعقد ہو رہا ہے خالصتاً مذہبی جماعت ہے۔ اس کا منشور صرف اسلام کی سربلندی، مسلک اہل سنت کا تحفظ اور مذہبی بنیادوں پر سنیوں کی تنظیم ہے۔

آج پاکستان تاریخ کے جس پر آشوب اور نازک دور سے گزر رہا ہے اہل نظر سے مخفی نہیں۔ لادینی نظریات کی یلغار ہے، فحاشی وعریانی اور بے راہ روی کا سیل بلاخیز امڈا چلا آ رہا ہے۔ ملک کی غالب اکثریت اہل سنت وجماعت کے خلاف خوفناک اور گھناؤنی سازشیں کی جا رہی ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ وطن عزیز کی سالمیت کے خلاف ناپاک منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کہ سارے ملک کے سنی حضرات اپنے اسلاف کی سابقہ روایات کے مطابق اپنے دین ومذہب کی بقاء ملک وملت کے تحفظ اور سلامتی اور نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے پوری طرح منظم ہو کر ان فتنوں کو ناکام بنا دیں۔

حضرات گرامی! اس موقع پر میں فقید المثال "سنی کانفرنس ملتان" اور "میلاد مصطفےٰ کانفرنس مصطفیٰ آباد" (رائے ونڈ) کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اہل سنت کی تاریخ کے درخشندہ باب ہیں۔ آج نگاہیں ان مایہ ناز ہستیوں کو دیکھنے کے لئے ترستی ہیں جن کی زیارت سے ایمان تازہ ہوتا تھا اور جو ہمارے مسلک کی آبرو اور جماعت کا افتخار تھیں۔ غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی، شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا تقدس علی خاں، شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، وقار الملت والدین حضرت مولانا مفتی وقار الدین، پیر طریقت حضرت مولانا حامد علی خان کے وجود مسعود کی برکتوں نے ان کانفرنسوں کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ آج بظاہر یہ ہستیاں ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن یہ انہی کا فیضان نظر اور ان کی روحانیت کی جلوہ گری ہے کہ ایک بار پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے اور پاکستان کے سنی ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے نظر آ رہے ہیں۔

محترم حضرات! وطن عزیز اس وقت معاشی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی بحرانوں کا شکار ہے۔ ایک طرف حکام کی سنگدلی، نااہلی اور ناعاقبت اندیشی اور غیر مسلم اقوام کے کارپردازان معاشیات کی فتنہ طرازیوں کے باعث ملک پر غربت وافلاس کے اندھیرے چھائے ہوئے ہیں اور قرضوں کے کوہ گراں بار کے نیچے ہماری معیشت سسک رہی ہے تو دوسری طرف اخلاقی گراوٹ، بدعنوانی ورشوت ستانی، اقرباپروری، مادہ پرستانہ الحاد اور حصول زر کی بے لگام دوڑ کی وجہ سے اعلیٰ اسلامی روایات اور ارفع معاشرتی اقدار کا جنازہ نکل رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بھائی بھائی سے الگ ہے۔ اولاد والدین کی خدمت سے بیزار ہے، شاگرد استاد کے احترام سے بیگانہ ہے، رزق حلال کے بارے میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات زینت طاق نسیاں ہیں۔ ہر قسم کی چوری، چور بازاری، منافقت اور دروغ گوئی روا رکھی جا رہی ہے۔ صورتحال یہاں تک جا پہنچی ہے کہ اس لوٹ کھسوٹ کے بازار میں کسی کو حق کی نصیحت کرنا تو درکنار خود اپنے دامن کو اس آلائش سے دور رکھنا آزمائش بنتا جا رہا ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات اور سلف صالحین کی روایات نشانہ تضحیک واستہزا ہیں۔ لادینی نظریات کا پرچار ایک فیشن بن گیا ہے اور دانشور کہلانے کی سند سمجھا جانے لگا ہے۔ دکھاوے، تصنع اور جھوٹی نمائش کی وجہ سے ہمارا معاشرتی وجود بظاہر بے خراش لیکن اندر سے قاش قاش ہے۔

نماز، روزہ، مجاہدہ اور اسلامی عبادات کا پورا نظام جو تہذیب نفس کا بنیادی ذریعہ ہے از کار رفتہ اور فرسودہ سمجھا جانے لگا ہے۔ خدا کے آگے نہ جھکنے اور رسول خدا کی اطاعت نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم کا قبلہ فکر ونظر لندن وپیرس ہے اور قبلہ حاجات امریکہ۔ مغرب سے درآمد شدہ ذہنی پراگندگی اور فکری غلاظت کے باعث ایک طرف شرم وحیا کے مفاہیم دھندلاتے جا رہے ہیں تو دوسری طرف قناعت اور طمانیت قلب جیسی اجناس بازار زیست میں نایاب ہیں۔

بدی کی قوتیں اور طاغوتی طاقتیں ہم پر ہر طرف سے حملہ آور ہیں۔ ان کا نشانہ نہ صرف فرد بلکہ ہمارا پورا معاشرتی نظام ہے۔ آج

ایک طرف تشخص اور فکری آزادی اور ثقافت کے نام پر الحاد ولادینیت اور عریانی وفحاشی کا طوفان بدتمیزی اسلامی روایات کو خس وخاشاک کی طرح اڑا کر لے جارہا ہے اور دوسری طرف دین ومذہب کے نام پر بدعقیدگی اور دہشت گردی کا بازار گرم ہے اور مسلک اہل سنت کے خلاف تمام بدعقیدہ اور دین دشمن قوتیں متحد ہو کر سرگرم عمل ہیں۔ دشمنان اہل سنت کے عزائم نہایت خطرناک اور ان کا جنگی جنون اور عسکری طاقت ناقابل یقین حد تک خوفناک ہے اور وہ ہمارے مسلک کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ادھر ادھر یہاں وہاں ہیں بجلیاں ہی بجلیاں
چمن چمن کہاں پھروں میں آشیاں لئے ہوئے

ملک وملت اور ہمارے دین کی بقا اسی میں ہے کہ پاکستانی عوام کی عظیم اکثریت جو سواد اعظم اہل سنت سے تعلق رکھتی ہے اپنی تمام قوتوں اور وسائل کو مجتمع کرکے دینی بنیادوں پر جماعت اہل سنت کے پلیٹ فارم پر متحد ہو جائے۔ ہم عوام میں اہل سنت کا تشخص اجاگر کریں اور ان میں مسلک کی غیرت وحمیت پیدا کریں۔ مجھے بڑے دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اہل سنت کی ایک بڑی تعداد میں مسلک کی حمیت اور غیرت کمزور پڑ گئی ہے۔ من حیث الجماعت ہم بے عملی کا شکار ہیں اور دین سے بیگانگی ہمارا شعار بن گیا ہے۔ عقیدے کی پختگی اور مسلک سے وابستگی ختم ہوتی جارہی ہے۔ آج ہماری زبوں حالی اور کسمپرسی اسی بے حسی، بے عملی، خودغرضی اور انتشار کا نتیجہ ہے۔ اہل سنت سواد اعظم ہونے کے باوجود اپنے مفادات کا تحفظ کرنے کی پوزیشن میں ہیں نہ قومی زندگی میں کوئی مؤثر کردار ادا کرنے کی حیثیت میں۔

یہاں نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض بطرز شکایت پاکستان بھر کے سجادگان پیران طریقت سے بھی ہے۔ اولیائے کرام اور بزرگان دین کی خانقاہیں مسلک اہل سنت کا حفاظتی حصار ہیں۔ آپ حضرات جن مسندوں کی زینت ہیں ان سے رشد وہدایت کے وہ سوتے پھوٹے ہیں جو آج کے اس تیرہ بخت دور میں مشعل راہ ہیں۔ آپ کی نسبتیں ان نفوس قدسیہ کے ساتھ ہیں جن کے وجود کی مہکار نے برصغیر میں الحاد وبے دینی کے ریگزار کو دین کے گلزار میں تبدیل کر دیا اور ایمان وایقان، حسن عمل اور عشق ومحبت رسول ﷺ کے وہ پھول کھلائے جن کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہو گیا اور یہ خزاں دیدہ خطہ بہار آشنا ہو گیا۔ یہ آستانے مسلک اہل سنت کے گہوارے تھے یہاں سے فیض پانے والوں کے دل اولیائے کرام کی محبت اور حضور پرنور ﷺ کی عظمت سے معمور تھے اور ان میں مسلک کی غیرت اور حمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تھی۔ دین ومذہب اور ملک وملت پر جب بھی کوئی آزمائش اور ابتلا کا وقت آیا تو اولیائے کرام کے انہی نام لیواؤں نے جانثاری اور فداکاری کی وہ داستانیں رقم کیں جو تاریخ کے دامن پر عظمت کی افشاں بن کر چمکیں، لیکن نہایت دکھ اور افسوس کا مقام ہے کہ آج سینوں میں مسلک کی وہ غیرت اور حمیت مفقود ہے۔ تقریباً ڈھائی سال قبل جب جماعت اہل سنت کے تمام دھڑوں کے اتحاد کی کوششوں کا آغاز کیا گیا تو اسے ملک کے تمام اکابر علمائے کرام اور مشائخ عظام کی تائید وحمایت حاصل تھی اور آپ حضرات کی مساعی جمیلہ ہی کے نتیجے میں جماعت اہل سنت متحد ہوئی مگر کیا وجہ ہے کہ اہل سنت کی یہ مرکزی اور ملک گیر تنظیم آپ کی اس درجہ سرپرستی سے محروم ہے جتنی اس کو حاصل ہونی چاہئے۔

یہ کیا غضب کہ مجھے دعوت سفر دے کر
کڑکتی دھوپ میں آنکھیں چرا گئے اشجار

سامعین ذی احتشام! ہمیں اپنے فکر ونظر میں انقلابی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں صرف اندرونی سازشوں ہی کا مقابلہ نہیں کرنا بلکہ بیرونی اور غیر ملکی ریشہ دوانیوں کا سدباب بھی کرنا ہے اور اپنے حالات کا بین الاقوامی تناظر میں جائزہ لے کر کوئی لائحہ عمل مرتب کرنا ہے۔ اس وقت دنیا بھر میں تعصبات مدھم اور مبہم ہوتے جارہے ہیں۔ صرف مذہبی تعصب پروان چڑھ رہا ہے اور وہ بھی فقط دین اسلام کے خلاف شدید ہے۔ روس اور امریکہ کی دشمنی قصۂ پارینہ ہوئی، کالوں اور گوروں کی منافرت میں وہ شدت نہ رہی۔ یہودیوں کی نسلی برتری کے احساس کے خلاف جرمنوں کی محاذ آرائی ختم ہوئی۔ دنیائے عجم پر فصحائے عرب کا دبدبہ کم ہو گیا، مگر اسلام کے خلاف غیر مسلموں کی جارحیت بڑھتی جارہی ہے اس لئے کہ یورپ اور امریکہ میں اسلام ایک متحرک قوت کے طور پر ابھرا ہے اور اسلام دشمن طاقتوں کو یقین کی حد تک یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اکیسویں صدی کا یورپ اور امریکہ مسلمان ہوگا۔ کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام ہو یا مسلمان خواتین کی اجتماعی آبروریزی کے دلدوز اور لرزہ خیز واقعات ہوں، بوسنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی ہو یا چیچنیا میں فوجی جارحیت، فلسطینیوں کی اپنی سرزمین میں غریب الوطنی ہو یا عراق ولیبیا کے خلاف اقتصادی ناکہ بندی، افغانستان میں پھوٹ ڈلوا کر بس میں چنگاری پھینک کر تماشا دیکھنے کی کوشش ہو یا پاکستان کے اندر کراچی میں خانہ جنگی کی کیفیت۔ یہ سب اسی مذہبی تعصب کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔

اس حقیقت سے چشم پوشی ممکن نہیں کہ اسلام کے مقابلے میں ساری دنیا کے کافر ایک ہیں، متحد ہیں، الکفر ملۃ واحدۃ اسلام کو

مٹادینے، مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کردینے کے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے وہ آپس میں جھگڑے اور نفرتیں ختم کررہے ہیں، مقام حیرت ہے کہ کافر ہمیں ختم کرنے کے لئے ایک ہورہے ہیں اور ہم اپنی بقاء کے لئے متحد نہیں ہوسکتے۔ اسلام کے خلاف انہوں نے رنگ و نسل کی تمیز مٹادی ہے۔ لباس و زبان کا فرق بھلادیا ہے اور ہم ہیں کہ انہی تعصبات میں گرفتار اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کا سامان کررہے ہیں۔ اس کی بھیانک مثال کراچی کے حالات کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

محترم حضرات! 14۔ اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا اور ہم نے آزاد فضا میں سانس لی۔ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے ہندوؤں سے اور مسلمانوں کو جبر و استبداد کا نشانہ بنانے والے سفاک انگریز حاکموں سے نجات حاصل کی۔ اب یہ سرزمین مسلمانوں کی ہے۔ مسلمان حکمران ہیں اور مسلمان رعایا مگر آج بھی مسلمان کا خون اس بیدردی سے بہایا جارہا ہے، آج بھی مسلمان بہو بیٹیوں کی چادر عصمت تار تار ہورہی ہے۔ آج بھی مساجد کا تقدس پامال ہورہا ہے۔ آج بھی خون مسلم سے ارزاں کوئی جنس بازار میں نہیں۔ آزادی کی نصف صدی گزرنے کے بعد بھی ہم شاید شاہراہ زیست کی اسی منزل اور مقام پر کھڑے ہیں جہاں 47ء میں تھے، لیکن ایک فرق ہے اور یہی فرق سب سے زیادہ اہم ہے۔ آزادی سے قبل مسلمانوں کا خون بہانے والے ہندو اور سکھ تھے۔ مسلمانوں کو ظلم و جور کا نشانہ بنانے والے انگریز حاکم تھے۔ آج مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے۔ مرنے والا بھی مسلمان ہے اور مارنے والا بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے۔ آج آدمیت میں پاکستان رسوا ہے۔ پاکستان کی عظمت کا سر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے قتل عام کی بنا پر پوری دنیا کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ انگریز چلے گئے لیکن ان کے ایجنٹ آج بھی یہاں موجود ہیں، یہ ایجنٹ حکومت میں بھی گھسے ہوئے ہیں اور اپوزیشن میں بھی۔ مسائل کے حل کے لئے ان ایجنٹوں کی پہچان کے لئے رشتوں کی پہچان نہایت اہم ہے۔ رشتے بہت ہیں، زبان کا رشتہ، زمین کا رشتہ، تہذیب کا رشتہ، نسل و رنگ کا رشتہ، پیشے کا رشتہ، خون کا رشتہ۔ سب کی اپنی اپنی اہمیت ہے، مگر تمام رشتوں میں سب سے افضل اور مقدم دین کا رشتہ ہے۔ کلمہ کا رشتہ ہے۔ سیدنا صدیق اکبر ﷺ تو اپنے سگے بیٹے کو بھی رعایت دینے کے لئے تیار نہ تھے اس لئے کہ اس وقت وہ کافر تھا اور ہم دین کے رشتوں کو اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔ ہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت کے راگ الاپتے نہیں تھکتے لیکن ان کی تعلیم کو اپنانے کے لئے تیار نہیں۔ اس حقیقت کے ادراک میں کراچی کے مسائل کا حل مضمر ہے۔

سامعین کرام! وطن عزیز پاکستان کے ساتھ ہر دور میں ظلم و زیادتی کی جاتی رہی ہے اور آج بھی جو کچھ اس کے ساتھ ہورہا ہے وہ ڈھکا چھپا نہیں، کسی نے ملک کو شکم پرستی اور اقربا پروری کا ذریعہ بنا کر لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ کیا کیا کہا جائے اور کس کس پہلو پر کلام کیا جائے مگر ایک نہایت الم انگیز بلکہ اشتعال انگیز پہلو یہ بھی ہے کہ جنگ آزادی اور تحریک پاکستان سے متعلق تاریخی حقائق کو مسخ کرکے نوجوان نسل کے سامنے پیش کیا گیا اور یہ سلسلہ جوں کا توں جاری ہے۔ کسی دور میں کسی حکومت نے جنگ آزادی اور تحریک پاکستان کی تاریخ درست کرنے کی طرف توجہ نہیں دی۔ علمی بددیانتی کی اس سے گھٹیا مثال اور کیا ہوگی کہ ان لوگوں کو جنگ آزادی اور تحریک پاکستان کا ہیرو قرار دیا گیا جو درحقیقت انگریز کے کاسہ لیس اور ایجنٹ تھے۔ ہمارے وہ اکابر جنہوں نے ظالم اور جابر انگریز حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں ظلم و ستم کے پہاڑ اٹھائے۔ جلاوطنی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور دار و رسن کی سختیاں جھیلیں اور جن کی مساعی جمیلہ اور بے مثال قربانیوں کی بنا پر تحریک پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔ ہماری تاریخ کی مروجہ نصابی کتب میں ان کا ذکر تک نہیں۔ اس کے برعکس جنگ آزادی کے دوران مسلمانوں کے خلاف انگریز مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے انگریز کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ دینے والے دین و وطن فروشوں اور پاکستان کی ڈٹ کر مخالفت کرنے والوں، قائداعظم کو کافر اعظم کہنے والوں، کانگریس کے پٹھو بن کر پاکستان کی بھیانک تصویر پیش کرنے والوں اور انگریز کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں کو جنگ آزادی کے ہیرو، تحریک پاکستان کے مجاہد اور رہنما بنا کر پیش کیا جاتا رہا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جنگ آزادی اور تحریک پاکستان کی تاریخ کو مسخ کرکے پیش کرنے والے دراصل انگریز کے ان نمک خواروں اور ایجنٹوں کی معنوی اولاد ہیں جنہوں نے آج تک پاکستان کو نظریاتی طور پر تسلیم نہیں کیا۔ یہ دین و وطن دشمن آج بھی ہم پر مسلط ہیں اور درسی کتابوں کے ذریعہ طلباء کے شفاف ذہنوں کو گدلا کررہے ہیں۔

1857ء کی جنگ آزادی میں جن اکابر علماء و مشائخ اہل سنت نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا ان میں علامہ فضل حق

خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا کفایت علی کافی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی اور مولانا فضل رسول بدایونی پیش پیش تھے۔ان فرزندان اسلام اور مردان حق کے نام گوشہ گمنامی میں چلے گئے اور انگریز کے وظیفہ خواروں اور اسلام کے غداروں کو جنگ آزادی کا ہیرو بنا دیا گیا۔

جب تحریک ترک موالات کے پردے میں ہندو مسلم اتحاد کا ڈھونگ رچا کر ایک قومی نظریئے کا پرچار کیا گیا تو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے اس کے خلاف تاریخی فتویٰ جاری فرما کر اس گمراہ کن نظریئے کا رد بلیغ فرمایا اور دو قومی نظریئے کو نہایت جامعیت کے ساتھ پیش کیا۔اس نازک مرحلے پر اعلیٰ حضرت کے دیئے ہوئے دو قومی نظریے کی روشنی میں علماء ومشائخ میدان عمل میں نکل آئے اور قیام پاکستان کی حمایت کے لئے 1946ء میں بنارس آل انڈیا کانفرنس منعقد کی۔اس کانفرنس کے سرپرست امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، محرک محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد کچھوچھوی، ناظم اعلیٰ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور اس کے روح رواں حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی ومفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی تھے۔

محترم حضرات! آپ کا ماضی تابناک ہے۔آپ کے اسلاف کی روایات درخشندہ ہیں۔یہ ملک آپ کے اسلاف نے بنایا تھا۔اس امانت کی حفاظت کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔ملکی تاریخ کے اس نازک دور میں آپ نے حسن تدبیر کے ساتھ تمام طوفانوں سے بچاتے ہوئے ملک کی کشتی کو ساحل مراد پر لگانا ہے،لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم وقت نزاکت کا احساس کریں اور اپنی ذمہ داریوں سے اغماض نہ کریں،یہ وقت انانیت وخود پرستی کو قربان کر کے بے غرض وایثار کے مظاہرے کا وقت ہے۔یہ وقت آسانی وسہل انکاری کو ترک کر کے عمل اور جدوجہد کا وقت ہے یہ وقت ہمیں آج ایسے موڑ پر لے آیا ہے جس کے آگے مشکلات وآفات کا ہولناک ریگزار اپنے دامن میں ہزار طرح کے خار لئے پھیلا ہوا ہے۔یہ راہ پر خار شوق آبلہ پائی کی منتظر ہے۔یہ ریگزار بے آب وگیاہ سنت شبیری کا متقاضی ہے۔

آیئے! پچھلی ایک دہائی میں ہم جس جمود وخمور کی حالت میں رہے ہیں اس کا تجزیہ کریں۔اس کے اسباب وعلل پر غور کریں۔ہم سے جو کوتاہیاں اور فروگزاشتیں ہوئی ہیں ان کے ازالے کی تدبیر کریں پھر حال پر نظر ڈالیں۔اس کی اصلاح کی کوشش کریں اور پھر ایک عزم صمیم کے ساتھ مستقبل کی منصوبہ بندی کریں۔

ہمارے ملک میں عداوتوں کے خارزار ہیں۔ہم نے انہیں الفتوں کے چمن زار میں بدلنا ہے۔ہم نے اسے محبتوں کی برکھا سے بجھانا ہے۔آیئے! آج ہم سب مل کر عزم کریں کہ

اک شجر ایسا محبت کا لگایا جائے
جس کا ہمسائے کے آنگن میں بھی سایا جائے

وما علینا الا البلاغ المبین

سنی کانفرنس راولپنڈی

پس منظر مقاصد اور تجاویز

مولانا محمد صدیق ہزاروی

اہل سنت وجماعت (بریلوی مکتب فکر) کو یہ شرف واعزاز حاصل ہے کہ تحریک آزادی سے لے کر تحریک ناموس رسالت ﷺ تک ہر قومی وملی اور دینی تحریک میں اس جماعت کا کردار نہ صرف نمایاں رہا بلکہ قیادت وسیاست اور بھرپور کردار اہل سنت کا طرہ امتیاز ہے۔ ملت اسلامیہ جب بھی ناہموار حالات کا شکار ہوتی ہے اہل سنت کے زعماء ان حالات کا مقابلہ کرنے اور مستقبل کے لئے مثبت اور ٹھوس لائحہ عمل مرتب کرنے کی خاطر سنی کانفرنس کا انعقاد کرتے ہیں تاکہ حالات سے آگاہی کے ساتھ ساتھ باہمی مشاورت کا طریقہ اختیار کیا جائے اسی عظیم مقصد کے لئے 9۔مارچ 2008ء ہفتہ صبح بجے سے رات تک لیاقت باغ راولپنڈی میں عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس کا اہتمام اہل سنت کی غیر سیاسی بین الاقوامی تنظیم "جماعت اہل سنت" نے کیا ہے۔

اس سے پہلے کہ اس سنی کانفرنس کے حوالہ سے مزید گفتگو کی جائے چند بڑی سنی کانفرنسوں کا تاریخی پس منظر پیش کرنا ضروری ہے تاکہ قارئین کے لئے یہ بات سمجھنا آسان ہو جائے کہ اہل سنت وجماعت کے قائدین کبھی بھی ملت اسلامیہ کے دینی مذہبی اور سیاسی مسائل سے غافل نہیں رہے۔ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی پہلی منظم کانفرنس 1897ء میں پٹنہ (بھارت) میں منعقد ہوئی جس کے قائد حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اس کانفرنس میں آپ نے ہندوستان بھر سے علماء مشائخ کو پٹنہ (بہار) میں جمع کیا۔ دوسری بڑی کانفرنس 1946ء میں بنارس (ہندوستان) میں انعقاد پذیر ہوئی۔ جس کی قیادت محدث ہند حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمائی۔ 27 اپریل 1946ء کو منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں برصغیر کے تقریباً دو ہزار علماء مشائخ کے علاوہ ممالک اسلامیہ سعودی عرب، اردن، فلسطین کے علماء مشائخ اور سفراء کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی بالخصوص مدینہ طیبہ سے ممتاز مذہبی رہنما فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد فضل الرحمان قادری (رحمہ اللہ) نے بھی شرکت فرمائی۔ چوتھی عظیم کانفرنس 1978ء میں ملتان شریف میں منعقد ہوئی اور حضرت غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی (رحمہ اللہ) کی قیادت میں علماء اہل سنت نے اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے انتھک جدوجہد کی۔ پانچویں تاریخی کانفرنس "سنی کنونشن" کے نام سے 30 اکتوبر 1995ء کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام منعقد ہوئی "اتحاد اہل سنت" اس کانفرنس کا کلیدی ایجنڈا تھا۔ ساتویں عظیم الشان سنی کانفرنس 30 اکتوبر 1996ء بروز بدھ مینار پاکستان لاہور کے سایہ میں منعقد ہوئی۔ آٹھویں سنی کانفرنس یکم دو اپریل 2000 کو ملتان قلعہ کہنہ سٹیڈیم میں منعقد ہوئی شخصیات کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی سنی کانفرنس تھی۔ اس کانفرنس کے نتیجہ میں سنی سیکرٹریٹ قائم ہوا اور اب منعقد ہونے والی سنی کانفرنس نویں ہوگی۔ معروضی حالات کے پیش نظر اس سنی کانفرنس کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ راولپنڈی میں 9 مارچ 2008ء بروز اتوار یہ بات یاد رہے کہ 29 اپریل 2006 بروز ہفتہ دھوبی گھاٹ فیصل آباد میں بھی سنی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا لیکن چند ناگزیر وجوہ کی بنیاد پر اسے ملتوی کرنا پڑا۔

یوں تو 1897ء سے 1995ء تک اہل سنت وجماعت نے بے شمار سنی کانفرنسیں منعقد کر کے ملت اسلامیہ کے اتحاد، فحاشی و بے حیائی کے سد باب، دشمنان اسلام کی سازشوں کے قلع قمع اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، ان کے خفتہ جذبات کو بیدار کیا، انہیں دین سے وابستگی کا بھولا بھٹکا سبق یاد دلایا اور ان میں احساس ذمہ داری کی روح پھونکی۔ ان کانفرنسوں کے انعقاد کے لئے ہمارے اکابر نے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیے اور کس طرح ملت اسلامیہ کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا یہ ایک طویل تاریخی واقعہ ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم نے صرف چھ کانفرنسوں کا ذکر کیا جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کانفرنسوں کی وجوہات انعقاد ہمارے لیے مستقبل کی راہیں روشن کرتی ہیں۔

1857ء کی مغلیہ خاندان کے آخری فرمانروا کو معزول کر کے ہندوستان پر برطانوی سامراج مسلط کر دیا گیا اس وقت مسلمانوں کے سامنے دو بڑے مقاصد تھے۔

1۔ انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کرنا

2۔ دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ایک اسلامی مملکت کا قیام

چنانچہ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی (رحمہ اللہ) نے ان عظیم مقاصد کے لئے 1897ء میں پٹنہ کے مقام پر سنی کانفرنس کا انعقاد کر کے برصغیر کے علماء ومشائخ کو ان کے فرض منصبی سے آگاہ فرمایا اس کانفرنس میں آپ نے ان تمام نام نہاد مسلمان لیڈروں کو بھی بے نقاب کیا جو ہندو مسلم اتحاد کے پرفریب نعرہ کی آڑ میں مساجد تک کے تقدس کو پامال کر رہے تھے۔ جب مسلمان ہند انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی کی چکی میں پس رہے تھے تو اس وقت اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ انگریزوں سے آزادی پر ہی اکتفا نہ کیا جائے بلکہ

ہندو بنیا کے تعصب کی تلوار سے بھی مسلمان کی گردن کو آزاد کرایا جائے۔ چنانچہ اسی مقصد کے تحت 1846ء میں بنارس (ہندوستان) کے مقام پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مشائخ وعلماء کرام نے دوٹوک الفاظ میں اعلان کیا کہ وہ پاکستان بنا کر دم لیں گے، اور یہاں تک کہا کہ اگر خدانخواستہ قائد اعظم محمد علی جناح مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائیں تو اہل سنت وجماعت پاکستان بنا کر ہی رہیں گے اس موقع پر حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ایک ایک لفظ قیمتی موتی کی حیثیت رکھتا ہے لیکن مقالہ کی تنگی داماں کے پیش نظر ایک اہم اقتباس پیش خدمت ہے آپ نے فرمایا

''جن سنیوں نے لیگ (مسلم لیگ) کے اس پیغام (پیغام قیام پاکستان) کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کو جان ومال عزت وآبرو کی حسب حکم شرع امن دیا جائے۔ ان کو اور ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے وہ جانیں اور ان کا کام جانے اور بجائے جنگ وجدل کے صلح وامن کا اعلان کر دیا جائے اگر سنیوں کی اس بجی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا.....''

وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اور اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی نہیں رہتی۔

الحمد للہ علماء ومشائخ کے بھرپور تعاون اور عوام اہل سنت کی بھرپور تائید سے قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ نے یہ معرکہ سر کیا اور پاکستان بن گیا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اس کاوش کا سہرا قائد اعظم کے ساتھ ساتھ علماء ومشائخ اہل سنت اور سواد اعظم کے سر پر سجتا ہے قیام پاکستان کے بعد جب مسلم لیگ اپنے وعدہ سے منحرف ہو گئی اور اقتدار کو نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے خداوندی سمجھنے کے بجائے حصول دولت اور جاہ ومرتبہ کا تاج سر پر سجانے کا ذریعہ سمجھا تو علماء اہل سنت نے نفاذ دین کی تحریک کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری اور غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی (رحمۃ اللہ علیہ) کی قیادت میں 1948 میں آل انڈیا سنی کانفرنس کو جمعیت علماء پاکستان کی شکل دے دی گئی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے بھرپور کوشش شروع ہو گئی۔ پھر ختم نبوت کی دونوں تحریکوں 1957 اور 1974ء میں علماء اہل سنت نے من حیث الجماعت بھرپور حصہ لیا اور تحریک نظام مصطفیٰ 1977 میں اہل سنت وجماعت کے مشائخ کی خدمات تاریخ کا ایک ناقابل تردید اور زریں حصہ ہے 1970ء میں جب نظریہ پاکستان سے غداری کرتے ہوئے نام نہاد لیڈروں نے اسلام کی بجائے کمیونزم اور سوشلزم کا نعرہ لگانا شروع کر دیا حتی کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بھاشانی (کمیونسٹ لیڈر) نے اس شہر کو لینن گراڈ کا نام دیا تو اس وقت پھر سواد اعظم کے علماء ومشائخ نے اپنے فرض منصبی کو پورا کیا اور اسی مقام پر ایک بہت بڑی کانفرنس کا انعقاد کر کے واضح کیا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ لینن گراڈ نہیں بلکہ دارالسلام ہے اور انشاء اللہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے اس ملک میں کمیونزم کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا چنانچہ یہ حقیقت واشگاف ہو گئی اور دارالسلام کی سنی کانفرنس کے نتیجے میں پاکستان میں کمیونسٹوں کے نمائندہ لیڈر دم دبا کر اپنے بلوں میں گھس چکے ہیں اس کے بعد سب سے اہم مسئلہ جس کے لئے شروع سے کوششیں جاری تھیں اسے مزید اجاگر کرنے اور حکومت پر اپنا موقف مضبوط انداز میں واضح کرنے کے لئے 1978 میں ملتان کے قلعہ قاسم باغ میں اور پھر 1979ء میں مصطفیٰ آباد (رائیونڈ) میں دو عظیم الشان کانفرنسوں کا انعقاد ہوا ان دونوں کانفرنسوں کا مقصد اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے راہ ہموار کرنا تھا رائیونڈ کا نام جو ہر سال ایک بہت بڑے تبلیغی اجتماع کے باوجود بدلا نہ جا سکا علماء اہل سنت نے اسے مصطفیٰ آباد قرار دے دیا۔ لیکن افسوس پاکستان کی نام نہاد مسلمان حکومتوں نے ابھی تک نہ تو ٹوبہ ٹیک سنگھ کو دارالسلام قرار دیا اور نہ رائیونڈ کو مصطفیٰ آباد قرار دیا اس طوالتی تمہید اور کانفرنسوں کے تاریخی پس منظر کا ذکر صرف اس مقصد کے تحت کیا گیا کہ قارئین اس بات سے آگاہ ہو سکیں کہ جب بھی کوئی اہم موقعہ آیا اور ہمارے اکابر علماء ومشائخ نے قوم کو جمع کر کے کوئی لائحہ عمل دینا چاہا تو سنی کانفرنس کے نام سے اجتماع منعقد کیا۔

ان مذکورہ بالا کانفرنسوں کے ذکر سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ہمارے اکابر نے انگریز کی غلامی سے نجات، اسلامی نظام کے لئے الگ وطن کے حصول، کمیونزم اور سوشلزم کی سازشوں کے قلع قمع اور وطن عزیز میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے سنی کانفرنس کے نام سے اجتماعات منعقد کیے اور الحمد للہ ان کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوئے۔ لیکن رائیونڈ کے تاریخی اجتماع کے بعد کسی خفیہ ہاتھ نے کام شروع کر دیا اور اہل سنت کی جماعت کی تسبیح کے پروئے ہوئے دانوں کو الگ الگ کرنے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی شروع ہو گئی۔ چنانچہ سازشی لوگ کامیاب ہو گئے جمعیت علماء پاکستان کے حصے بخرے کر دیئے گئے جماعت اہل سنت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا حتی کہ اہل سنت کے اسٹیج پر کام کرنے والی مختلف تنظیموں کے درمیان باہمی اتحاد کی فضا کو ختم کر کے بداعتمادی اور باہمی دشمنی کا بیج بو دیا گیا۔

اس وقت اہل سنت وجماعت اختلاف وانتشار کا شکار ہیں جس کے نتیجہ میں حکومتی سطح پر اہل سنت کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک روا کیا جا رہا ہے تحفظ ناموس رسالت کے سلسلہ میں پر امن احتجاج کرنے والے علماء کرام اور دینی مدارس کے طلباء پابند سلاسل کیا گیا اور 14۔فروری 2006 کو لاہور میں توڑ پھوڑ کرنے کا ذمہ دار بھی ان کو ہی ٹھہرایا گیا حالانکہ حکومت ان قوتوں سے آگاہ ہے جو اس نہایت درجہ قابل مذمت حرکت کے مرتکب ہوئے ہیں۔

کراچی میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلسہ میں جس گھناؤنی حرکت کا ارتکاب ہوا اور اہل سنت کی قیمتی شخصیات ہم سے دور ہو گئیں یہ بھی ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے اور حکومت حقائق پر پردہ ڈال رہی ہے ان حالات میں اہلسنت کا اتحاد واتفاق بہت ضروری ہے ورنہ مستقبل میں اس سے بھی زیادہ خطرناک حالات کے پھن پھیلائے سانپ کا مقابلہ کرنا مشکل ہو گا علاوہ ازیں بین الاقوامی سازش کا جال بچھا یا گیا ہے وطن عزیز کو (بزعم خویش) ٹکڑوں میں تقسیم کر کے اس ایٹمی قوت کو کمزور کرنے کے لئے شیطانی منصوبہ بندی زوروں پر ہے خود کش دھماکوں کے ذریعے وطن عزیز کے بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ روشن خیالی کے نام پر بے حیائی کا کلچر زوروں پر ہے اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کلاشن کوف کلچر پروان چڑھ رہا ہے اور اسے کچلنے کے لئے پاکستانی فوج کو استعمال کر کے قیمتی جانیں ضائع کی جا رہی ہیں، سیاسی کلچر دشمنی، عداوت اور منافقت کا شکار ہو چکا ہے۔

ان حالات میں جماعت اہل سنت کا سنی کانفرنس کے انعقاد کے لئے فیصلہ نہایت صائب اور بروقت ہے۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ جماعت کے زعماء اس کانفرنس میں اہل سنت کی مختلف تنظیموں کے قائدین کو مدعو کر کے اتحاد اہل سنت کی سبیل پیدا کریں، اہل سنت کے ساتھ زیادتیوں کو واضح کر کے حکومت وقت سے ان کے ازالہ کا مطالبہ کریں، قبائلی علاقوں میں جاری کشمکش کے خاتمہ کے لئے حکومت اور مخالف فریق کے مضبوط رابطہ قائم کر کے اعتدال کی راہ نکالیں اور حکومت اور سیاسی جماعتوں پر واضح کریں کہ وطن عزیز کی بقا سب سے مقدم ہے اور اس کے لئے افہام وتفہیم کا راستہ اختیار کیا جائے۔ جماعت اہل سنت کی قیادت جانشین غزالی زمان سید مظہر سعید کاظمی اور مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی نہایت مخلص اور زیرک قیادت سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس کانفرنس میں ان عظیم مقاصد پورا کرنے کی طرف پوری توجہ دیں گے۔

✿ ✿ ✿

جگمگاتے لمحوں کی دلآویز کہانی

محمد نواز کھرل

بیسویں صدی کے اختتام سے ایک ماہ دس دن پہلے یہ پوٹھوہار کی ایک سہانی صبح تھی، موسم سرما کی نرم دھوپ ابھی منڈیروں سے نیچے نہیں اتری تھی سبک خرام صبح کاذب، صبح صادق میں تبدیل ہو چکی تھی، جب میں پاکستان کے وفاقی دارالحکومت شہر راولپنڈی کے قلب میں واقع ممتاز دینی درسگاہ ادارہ تعلیمات اسلامیہ میں جماعت اہل سنت پاکستان کے دوروزہ تربیتی کیمپ میں شرکت کے لئے پہنچا، مشعل کی طرح روشن علمی مرکز کے صدر دروازے پر جماعت اہل سنت ضلع راولپنڈی کے ناظم اعلیٰ صاحبزادہ محمد عثمان غنی اپنی دل آویز مسکراہٹ اور اپنے پر خلوص ساتھیوں محمد رضوان انجم، حافظ شیخ محمد قاسم کے ساتھ ملک بھر سے آنے والے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے اجتماع گاہ کی طرف ان کی راہنمائی کر رہے تھے ادارے کے وسیع لان میں ٹینٹ لگا کر بنائے گئے پنڈال کو رنگا رنگ بینروں اور جھنڈوں سے سجایا گیا تھا مہمانوں کی آمد میں اضافے کے ساتھ ساتھ خوشنما دیدہ زیب اور شاندار اجتماع گاہ کی فضا شباب آشنا ہو رہی تھی سوہنے پاکستان کے مختلف گوشوں گوٹھوں شہروں اور قصبوں میں کاروان جماعت کی قیادت کرنے والے اہل فکر و دانش کھنچے چلے آ رہے تھے کیمپ میں آنے والے ہر مندوب کو رجسٹریشن کے بعد ایک فائل پیش کی جا رہی تھی جس میں کیمپ کی نشستوں کا تفصیلی شیڈول نوائے اہل سنت کا تازہ شمارہ اور سفید کاغذ موجود تھے اجتماع گاہ میں ادارے کے مستعد و فعال طلبا تتلیوں کی طرح منڈلا رہے تھے مہمانوں کی پذیرائی اور انہیں نشستوں تک پہنچاتے ہوئے طلبہ کے خیر مقدمی کلمات پروانوں کی گنگناہٹ اور گروش کا انداز لئے ہوئے تھے پنڈال روشن چہروں اور ذہین آنکھوں سے بھرتا جا رہا تھا نکھری اور سلجھی ہوئی نورانی شخصیات کی موجودگی سے سارا ماحول جگمگ کرنے لگ گیا اگلی نشستوں پر مولانا عبدالعلیم ہزاروی، مولانا حافظ فاروق خان سعیدی، محمد یعقوب قادری، مولانا ابرار احمد رحمانی، عبدالرزاق ساجد، حاجی عبداللطیف، مولانا محمد خالد سروری، مولانا محمد اقبال سعیدی، وسیم ممتاز ایڈووکیٹ، مولانا حافظ محمد خان باروی، مولانا محمد حنیف چشتی، قاری محمد سلیم زاہد، مولانا قاضی محمد یعقوب رضوی، سید غلام مصطفیٰ عقیل بخاری جیسی شخصیات جلوہ افروز تھیں۔ طے شدہ شیڈول کے مطابق ٹھیک دس بجے جماعت اہل سنت پاکستان کے صاحب عزم و بصیرت ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے کیمپ کی باضابطہ کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے حافظ محمد اکبر کو تلاوت کے لئے پکارا حافظ محمد اکبر کی دلنشیں قرأت نے سامعین کے قلب و نظر معطر کر دیئے سچے رب کی سچی کتاب کی تلاوت کے بعد جب سچے نبی ﷺ کی نعت پڑھی گئی تو پورے ماحول میں مدحت رسول ﷺ کے چراغ جل اٹھے بعد ازاں حاضرین نے کھڑے ہو کر جماعت کا ترانہ پڑھا وہ منظر بہت روح پرور اور جذبوں کو نئی حرارت بخشنے والا تھا جب ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے جماعت کے قائدین بیک زبان ''پکارو یا رسول اللہ یا حبیب اللہ'' کا ورد کر رہے تھے اور نبی کا جھنڈا لے کر نکلو دنیا پر چھا جاؤ کا انقلابی پیغام فضاؤں میں بکھر رہا تھا ترانہ کے بعد کیمپ کے میزبان جناب سید ریاض حسین شاہ نے اپنی ابتدائی گفتگو میں فرمایا'' یہ حقیقت ہے کہ جماعت اہل سنت کو سب سے زیادہ علم، تقویٰ اور دانش رکھنے والے اہل فکر و نظر عہدیداران میسر ہیں لیکن پھر بھی ہمیں اپنی زندگیوں میں تجسس کی انگیٹھی گرم رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ جان کائنات ﷺ نے بھی فرمایا'' رب زدنی علما '' اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قائدین کے اس اپنی نوعیت کے منفرد تربیتی کیمپ کا انعقاد کیا گیا ہے۔ شاہ جی نے فرمایا ہمیں تربیت کے لئے قرآن کی طرف بڑھنا چاہئے انہوں نے روحوں کو دھونے اور نفس کی آلودگی کو دور کرنے کے لیے قرآن مجید سے اکتساب نور کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ اس نشست کے آغاز میں ہم قرآن کی آیات سے استفادہ کرتے ہوئے تحریکی و تنظیمی نقطہ نظر سے کچھ ضروری باتیں کریں گے اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ حافظ محمد اکبر صاحب منتخب آیات کی تلاوت فرمائیں گے اور میں ان آیات میں پوشیدہ تنظیمی سبق آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

قارئین! شاہ جی نے اس نشست میں تلاوت کی گئی آیات میں موجود تنظیمی اسباق بیان کرتے ہوئے فرمایا'' جس شخص کی زندگی میں بندگی کا نور نہیں وہ کسی بھی کاروان انسانیت کے قابل نہیں ہوتا اللہ کریم کے انعام یافتہ لوگوں سے تعلق مضبوط بنائیں، گمراہوں سے بیزاری کا اظہار کریں اپنی ذات کو آدمیت کے لئے منفعت بخش بنائیں اپنی شخصیت میں قیادت کا نور پیدا کریں کیونکہ ساری رسوائیاں جناب رسالت مآب ﷺ سے دور رہنے میں ہیں قیادت کے اہل وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دل اللہ کی یاد سے سرشار رہتے ہیں اس لئے اللہ کی یاد کو منشور حیات بنائیں شیطان سے تعلق ختم کریں تا کہ رحمٰن سے رابطہ مضبوط ہو اپنی خلوتوں کو خوبصورت اور پاکیزہ بنائیں کیونکہ جو اپنی خلوت خراب کر لیتے ہیں ان کی جلوت میں بھی کوئی کشش نہیں رہتی اپنے دلوں کو کردار کی آلودگیوں سے پاک کریں کیونکہ جو دل پاک صاف نہ ہو وہ اللہ کے نور کو اٹھانے کا متحمل نہیں ہو سکتا پیارے رسول ﷺ کے مقام کے تحفظ اور ان کے نظام کے غلبہ کے لئے محنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے والوں کو قرآن اطمینان دلاتا ہے کہ تمہارا منشور کبھی پست نہیں ہوگا اور پاک نبی ﷺ کی پاکیزہ جماعت کا جھنڈا اٹھانے والے کبھی کسی میدان میں رسوا نہیں ہوں گے جہاد کرو مال کے ساتھ، جان کے ساتھ۔ اجالوں کے اہتمام کرو کیونکہ اندھیرے بہت ہیں اور تاریکیاں بڑھتی جا رہی ہیں''۔

سنہری دھوپ میں کھلے ہوئے گلاب کی طرح دمکتے ہوئے سید ریاض حسین شاہ کے پھولوں جیسے نرم الفاظ حاضرین کے دلوں، دماغوں اور روحوں میں اتر رہے تھے شاہ جی نے فرمایا "خدا پرستی کا نور اپنے دلوں میں اتار لیں نیکی اور تقویٰ کے نظام کو قوت دیں۔ اپنی نجی مجالس کو پاکیزہ اور سنجیدہ بنائیں، کبھی کسی کو عزت دینے میں بخل نہ برتیں، کارکنوں کو عزت دیں، اس طرح وہ بڑوں کی بھی عزت کرنے لگ جائیں گے۔ لوگوں سے حسن اخلاق اور کشادہ دلی سے پیش آئیں تاکہ لوگ آپ کی صحبت میں بیٹھنا سعادت سمجھیں عجز و انکسار کا جوہر اپنے اندر پیدا کریں سراپا نیازمندی بن جائیں کارکنوں اور دوستوں کو یہ تاثر نہ دیں کہ آپ بڑے ہیں کیونکہ خوشبو اپنا تعارف خود ہوتی ہے اور خوبیاں خود بولتی ہیں اپنی تنہائیوں کو اللہ کی یاد سے آباد کریں اور ہر روز شب کے سناٹے میں اللہ کے حضور گڑگڑائیں اور اللہ سے مناجات کریں توانائی مانگیں، قوت مانگیں، یاد رکھیں جو رات کو اللہ کے حضور اپنا سر جھکا کر روتا ہے اللہ اس کو بہت عزت دیتا ہے اپنے ہر عمل میں آخرت کا جذبہ غالب کریں جماعتی ماحول میں ڈسپلن پیدا کریں کیونکہ نظم و ضبط جماعتوں کی تعمیر میں خشت اول ہوتی ہے"۔

قیادت و امامت کے حوالے سے استماع آیات کی اس تربیتی گفتگو کے بعد احیا العلوم کا ترجمہ کرنے والے معروف صاحب قلم، نظامیہ رضویہ لاہور کے بہت ہی قابل استاد اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے ناظم دفتر حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ زندگی بنانے اور سنوارنے والی تحریروں کے خالق علامہ صدیق ہزاروی نے "روحانی انقلاب کے مصطفوی وسائل" کے موضوع پر درد اور فکر میں ڈوبی بہت متاثر کن گفتگو کی۔ (آپ کے مبسوط مقالے کی اہمیت کے پیش نظر اس کا مکمل متن کتابچے کی صورت میں الگ شائع کر دیا گیا) ہزاروی صاحب کے لیکچر کے بعد اسلامی وحدت کے خواب کی تعبیر میں سرگرداں بیدار مغز بیدار دل اور بیدار بخت جنرل ریٹائرڈ حمید گل کو دعوت خطاب دی گئی۔ قرون اولیٰ کے مجاہدین جیسے گرجتے عزائم رکھنے والے اٹل جذبوں کے حامل جنرل نے اپنے لیکچر میں کہا کہ نفاذِ نظام مصطفیٰ ﷺ کی شق شامل کئے بغیر جنرل پرویز مشرف کا سات نکاتی ایجنڈہ ادھورا اور نامکمل ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے ملک تو حاصل کر لیا تھا لیکن آزادی حاصل نہیں کر سکے کیونکہ آزادی کا سورج اس روز طلوع ہوگا جب وطن عزیز اسلام کا گہوارہ بن جائے گا"۔ اسلام کے سب سے بڑے دشمن امریکہ کی آنکھ میں کانٹا بن کر چبھنے والے بنیاد پرست جرنیل نے کہا کہ "امریکہ جو کام نواز شریف سے کروانا چاہتا تھا، اب جنرل مشرف سے کروانے کی سازشیں کر رہا ہے اسی لیے امریکہ نے اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے فوجی حکومت کو قبول کیا ہے جنرل حمید گل نے کہا کہ پوری قوم نے فوج کا 12 اکتوبر کا غیر آئینی اقدام محض اس لئے قبول کیا ہے کہ وہ قوم کو کافرانہ اور استحصالی نظام ولا کر پاک دھرتی پر نبی رحمت کا انسانیت نواز نظام نافذ کر دے گی"۔ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ نے بتایا کہ "امریکہ فوج اور اسلام پسندوں کو آپس میں لڑا کر پاکستان کی اسلامی فوج کو ترکی والی فوج بنانے پر تلا ہوا ہے تیز آبشار کی طرح گفتگو کرتے ہوئے جنرل حمید گل کے منہ سے انقلابی الفاظ کا جھرنا پھوٹ رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ سیاست کاروں اور حکمرانوں نے میرے ملک کو پچھلے پچاس سالوں سے ہائی جیک کر رکھا ہے اور یہاں اللہ کی حاکمیت کے بجائے بندوں کی حاکمیت قائم کر رکھی ہے جبکہ آئین کے اندر لکھا ہوا ہے کہ اللہ ہمارا حاکم اعلیٰ ہوگا دنیا بھر میں استعمار کے خلاف سرگرم عمل جہادی تحریکوں کے پاکستان میں سب سے بڑے ترجمان جنرل حمید گل نے مزید کہا "امریکہ ہم سے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کروا کر ہماری ایٹمی صلاحیت کو غیر موثر بنانا چاہتا ہے قوم کو جہاد اور اتحاد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اس سازش کا راستہ روکنا ہوگا" صاحب ہنر جنرل حمید گل کے خطاب کے بعد انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے استاد عصر رواں میں اردو زبان کے مایہ ناز لکھاری لاثانی اور منفرد خطیب، صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن نے دل موہ لینے والے شبنمی لہجے میں دل کش گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ "ایک سچے عاشق رسول کے آئیڈیل صرف اور صرف سرور کائنات محمد عربی ﷺ ہی ہو سکتے ہیں ہمیں دین و دنیا کی کامیابیوں کے لئے مکین گنبد خضریٰ کی دہلیز سے ٹوٹے ہوئے رشتے کو پھر سے استوار کرنا ہوگا۔ راست فکر اور روشن خیال سکالر ڈاکٹر ساجد الرحمٰن بہتے ہوئے پانیوں کی طرح بول رہے تھے یوں لگتا تھا جیسے پوری محفل ان کی خوبصورت باتوں میں ڈوب گئی ہے انہوں نے علماء دین سے کہا کہ معاشرے میں اپنا وقار قائم رکھنے کے لئے اپنی عزت نفس اور خودداری کی حفاظت کریں دنیا داروں کی خوشامد کے مکروہ فعل سے خود کو محفوظ رکھیں اور تذلل و تکبر کے درمیان راہ اعتدال اختیار کریں انہوں نے قائدین جماعت پر زور دیا کہ اپنی دعوت کو موثر بنانے اور لوگوں کو اپنے قریب لانے کے لئے اپنی شخصیتوں کو پرکشش، شگفتہ اور خوشبودار بنا کر اپنے رویوں میں خوئے دلنوازی پیدا کریں"۔ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن کی بامعنی گفتگو کے بعد نماز ظہر اور کھانے کا وقفہ کیا گیا اور پھر غلامان رسول ہاشمی ﷺ نے اپنی جبینیں بارگاہ خداوندی میں جھکا دیں۔

بعد نماز ظہر منعقدہ فکری نشست کے آغاز میں تلاوت کی گئی آیات قرآنی میں موجود تنظیمی اسباق بیان کرتے ہوئے جذبوں، ولولوں اور ارادوں سے بھرے ہوئے محترم سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ "تنظیمی اجلاسوں کے دوران گفتگو کرتے ہوئے شائستگی اور آہستگی در

اصل آپ کے بڑا آدمی ہونے کی دلیل ہوگی۔ اجلاسوں میں ایسا رویہ اختیار کیا جائے جو پہلوان اکھاڑے میں کرتے ہیں"۔ شاہ جی نے اطاعتِ امیر کی اہمیت کے حوالے سے فرمایا کہ اطاعتِ امیر فرض کی طرح اور واجب کی طرح ضروری ہے کیونکہ وہ جماعت بہت مضبوط ہوا کرتی ہے جس میں اطاعتِ امیر کا تصور مضبوط ہوتا ہے"۔

بعد ازاں محترم ناظمِ اعلیٰ نے اپنے تفصیلی لیکچر میں کہا کہ "جماعت کا کام کرنے کے لئے اپنے اندر ایک جنون اور تڑپ پیدا کریں، ہر سطح کے تمام عہدیداران تقسیم کار کے نظام کے تحت اپنا اپنا کام کرنے کی عادت اپنائیں اور یاد رکھیں عبادت کی قضاء ہے لیکن خدمت کی قضاء نہیں ہے"۔ شاہ جی نے عہدیداروں پر زور دیا کہ "وہ جماعتی اور تنظیمی خامیاں دور کرنے کی کوشش فرمائیں اور اپنی نجی محفلوں کو خوبصورت بنائیں، لطیفہ بازیوں اور فضول گپ شپ سے اجتناب کریں کیونکہ بہت سی ایجنسیاں اور اپنے بیگانے ہمیں ہر وقت Watch کر رہے ہوتے ہیں اس لئے ہم سب کو یہ احساس اپنے دل میں ہر وقت زندہ رکھنا چاہئے کہ ہماری جماعت کا وقار ہم سے وابستہ ہے اس لئے ہم کوئی ایسا عمل کوئی ایسی بات اور کوئی ایسی حرکت ہرگز نہ کریں جس سے لوگ جماعت پر حرف زنی کریں"۔

کراچی سے خیبر تک کروڑوں سینوں کے دلوں میں آباد سید ریاض حسین شاہ نے اپنے گلاب لہجے میں افکارِ عالیہ کی سوغات بانٹتے ہوئے مزید فرمایا کہ "مایوس خیالات کا اظہار کرنا چھوڑ دیں، ہر ایک کو حوصلہ دیں کیونکہ ہم ایک ایسی جماعت کے عہدیدار ہیں جس میں مکمل اتحاد ہے جو بلاشبہ پاکستان کی سب سے بڑی مذہبی جماعت ہے اور اس کا وزن محسوس کیا جاتا ہے"۔ معاشرے میں نیک نام افراد کو جماعت میں لانے کی کوشش کریں کیونکہ ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے جن کے وجود میں پیغام ہوتا ہے اس لئے مشائخ عظام اور علمائے کرام کے ساتھ ساتھ وکلاء، ڈاکٹرز، اساتذہ، تاجروں، صحافیوں، کسانوں، مزدوروں، سب کو جماعت میں لائیں، مشائخ کے آستانوں پر حاضری کو معمول بنائیں"۔ بلاشبہ سید ریاض حسین شاہ کی گفتگو نے سامعین کو ولولۂ تازہ دیا۔

نمازِ عصر، نمازِ مغرب، آرام، طعام اور نمازِ عشاء کے طویل وقفے کے بعد منعقدہ نشست میں تلاوت و نعت کے بعد یکم اپریل 2000ء کے مدینۃ الاولیاء ملتان شریف میں ہونے والی مجوزہ انٹرنیشنل سنی کانفرنس کے موضوع پر کھلی مشاورت کا اہتمام ہوا جس میں تمام حاضرین نے حصہ لیا اور اپنی تجاویز پیش کیں، بعد ازاں جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم تعلیم و تربیت اور ہر وقت کام سے جڑے رہنے والے محنتی، لائق، مستعد، زیرک، مخلص اور عالی حوصلہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے "جماعتی نظم اور آداب گفتگو سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں" کے موضوع پر دل و دماغ کو اجالنے والا فکری لیکچر دیا جس میں فکر و عمل کے بہت سارے گوشوں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ (اہل سنت کی اس نادر روزگار شخصیت کے بہت ہی عمدہ مقالے کا پورا متن کتابچے کی صورت میں الگ شائع ہو چکا ہے) رات کے سناٹے میں منعقد ہونے والی اس نشست کے آخر میں جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی سینئر نائب امیر اور راولپنڈی کی قدیم تاریخی دینی درسگاہ رضویہ ضیاء العلوم کے مہتمم محترم حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ "اسلام خیر کی جن بنیادوں پر فرد کے کردار کی تشکیل اور اس کی شخصیت کی تعمیر کے لئے جس مصطفائی معاشرے کا قیام چاہتا ہے وہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک فرد کا ظاہر ہی نہیں باطن بھی تقویٰ، پرہیزگاری اور طہارت کی سرمدی روشنیوں سے تحریر نہ ہو" بڑھاپے میں بھی جوانوں کی طرح فعال و متحرک سید حسین الدین شاہ نے مزید کہا کہ "اپنے خالق و مالک سے تعلق بندگی استوار کریں، رتجگوں میں محبوب حقیقی سے لو لگائیں اور اپنے شب و روز کو نیکی کے پانیوں سے دھو کر اپنے ہر عمل کو آئینے کی طرح شفاف بنالیں"۔

رات بھیگ رہی تھی اور نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو علامہ سید حسین الدین شاہ فرما رہے تھے" آج بھی گلیاں، کوچے اور بازار یارسول اللہ ﷺ کہنے والوں سے بھرے ہوئے ہیں ہمیں عوام سے رابطہ بحال کر کے متحد و منظم ہو کر اپنی عظمتِ رفتہ کی بحالی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا ہوگا تا کہ تابناک مستقبل کے دروازے کھل جائیں۔ چہرے پر چاندی کے خوبصورت تاروں کی طرح سفید داڑھی سجائے شاہ صاحب نے عہدیدران سے کہا کہ "خود احتسابی کی عادت ڈالیں، درود شریف کثرت سے پڑھیں اور معاشرتی برائیوں کی روک تھام کے لئے جماعتی سطح پر جدوجہد کریں عوام کے دکھ سکھ میں شرکت کو عادت بنائیں، دینی جلسوں کا دورانیہ مختصر رکھیں، گھروں میں محافل میلاد کے انعقاد کو رواج دیں"۔ اہل سنت کی قیمتی متاع حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ کی دلوں کے اندھیرے دور کرنے والی بصیرت افروز تقریر کے ساتھ ہی صلوٰۃ وسلام پڑھ کر تربیتی کیمپ کے پہلے دن کی کارروائی ختم کر دی گئی۔

کیمپ کے دوسرے روز نمازِ فجر، درسِ قرآن اور ناشتے سے فارغ ہو کر تمام مندوبین نے اپنے قائد سید ریاض حسین شاہ کے ہمراہ جنوبی ایشیاء کی ممتاز ترین روحانی درگاہ گولڑہ شریف حاضری دی اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے تاریخی خدمات سرانجام دینے والے عظیم صوفی

بزرگ حضرت پیر سید مہر علی شاہ کے مزار پر انوار پر خصوصی دعائیں مانگیں۔ اس موقع پر مزار سے ملحقہ خوبصورت مسجد میں تربیتی نشست بھی منعقد کی گئی۔ مسجد کے محراب میں کھڑے ہو کر گفتگو کرتے ہوئے سید ریاض حسین شاہ نے کہا "علم و عرفان کے اس عظیم مرکز پر کچھ وقت گزارنے کا مقصد برکات کا حصول ہے۔" انہوں نے بتایا کہ حضرت علیؓ کا قول ہے "وہ شخص اپنا ذہنی سکون کھو دیتا ہے، جو اس سوچ میں مبتلا رہتا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں"۔ شاہ جی نے کہا کہ "اپنی جماعت کو اہمیت کم دینا اور دوسروں کی تعریفیں کرنے کا رویہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ جو کام جماعت اہل سنت کر رہی ہے وہ کوئی اور نہیں کر رہا لہٰذا کسی دوسری تنظیم سے مرعوب ہونے کی بجائے اپنے کام کو مضبوط کریں اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے ذہن سازی کا کام جاری رکھیں۔" شاہ صاحب نے فرمایا کہ "خلیفہ راشد حضرت علی شیر خدا ہی کا قول ہے کہ "جو زیادہ چالاک بننے کی کوشش کرتا ہے وہ بڑا بے وقوف ہوتا ہے۔" اس لئے ہمیں ضرورت سے زیادہ چالاک بننے، اپنی کارکردگی بڑھا چڑھا کر بیان کرنے اور محض کارروائی ڈالنے سے اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ زیادہ چالاکی ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے۔ روحانی آسودگی اور عقیدت سے رچے بسے اس گداز ماحول میں گفتگو کرتے ہوئے سید زادے نے صبح کی سیر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ بخاری شریف کی حدیث کے مطابق صبح اور شام کی سیر کو ثقلین کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے اس لئے ہمیں سیر کو معمول بنانا چاہئے کیونکہ اس سے وسعت نظر پیدا ہوگی اور دل و دماغ میں تازگی جاگ اٹھے گی"۔ سر پر سیاہ عمامہ سجائے شاہ جی نے بتایا کہ "میں خود پانچ چھ روز بعد کچھ دیر کے لئے پہاڑوں یا جنگلوں میں ضرور جاتا ہوں"۔ تاجدار گولڑہ کے روضہ سے پھوٹتی روشنیوں سے نہائے ہوئے جگمگ کرتے ماحول میں قائد محترم نے عہدیداران کو تلقین کی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں صوفیاء کے مزار پر اجتماعی حاضری کو اپنی تنظیمی سرگرمیوں کا حصہ بنائیں اور اپنے شہروں قصبوں اور دیہاتوں کے سکولوں کے سربراہوں سے رابطہ کر کے وہاں چھوٹے چھوٹے اصلاحی پروگرام منعقد کریں اس طرح ہم نئی نسل کے ذہنوں میں اپنے نظریئے کے بیج بونے میں کامیاب ہوں گے۔ سید صاحب کی پھول پھول باتیں بہار کے نرم روجھونکے کی طرح سلگتے ذہنوں اور بے کل دلوں کو سکون آشنا کر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا "کسی کے عیب بیان کر کے نہیں بلکہ اس کی خوبیاں بیان کر کے اسے اپنے قریب لائیں اور اس سے دین کا کام لیں"۔ شاہ جی نے عہدیداران کو ہدایت کی کہ "وہ تنظیمی اجلاسوں میں سرسری اور انتظامی موضوعات پر زیادہ لمبی باتیں نہ کیا کریں"۔

گولڑہ شریف میں مختصر قیام کے بعد جماعت اہل سنت کے ملک بھر سے آئے ہوئے عہدیداران کی اگلی منزل دربار بری امام تھی۔ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے بری امام جاتے ہوئے شہر اقتدار اسلام آباد کا چہرہ صبح کی اجلی دھوپ میں خاصا روشن روشن دکھائی دے رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ "کاش اس شہر میں اقتدار کے تخت پر بیٹھنے والے سلطان بھی اس صاف ستھرے خوبصورت شہر کی طرح اجلی سوچ کے حامل ہوتے تو شاید آج ہمارا دیس نحوستوں کی زد میں نہ ہوتا"۔

دربار حضرت بری امام کے احاطے میں حافظ محمد اکبر کی تلاوت اور محترم محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ کی نعت سے شروع ہونے والی نشست میں سید ریاض شاہ نے اپنی پیاری گفتگو کے آغاز میں انکشاف کیا کہ صدر ایوب سے کسی نے پوچھا کہ آپ یہاں پہاڑیوں کے دامن میں دارالحکومت کیوں بنا رہے ہیں تو ایوب خان نے جواب دیا "میں پاکستان کے اس دارالحکومت کو ایک طرف بری امام اور دوسری طرف پیر سید مہر علی شاہ کی روحانی پناہ میں دینا چاہتا ہوں" شاہ جی نے کہا کہ جماعت اہل سنت اس لحاظ سے بہت ہی اہم جماعت ہے کہ اس میں زیادہ تر پختہ عمر کے میچور (mature) لوگ شامل ہیں۔ اس طرح ہماری جماعت کا ایوان بہت مدبر ایوان ہے اس نعمت سے فائدہ اٹھائیں اور بزرگوں کے تجربات سے سیکھنے کی کوشش کریں شاہ جی نے اعراس پر سٹال لگانے کی تلقین کی اور دیہاتوں کو خصوصی ٹارگٹ بنا کر کام کرنے پر زور دیا۔

حضرت بری امام رحمۃ اللہ علیہ سرکار کے آستانے پر حاضری کے بعد قافلہ ایک بجے دوپہر واپس ادارہ تعلیمات اسلامیہ پہنچا اور پھر بغیر کسی تاخیر کے کیمپ کی اختتامی نشست کا آغاز ہوا جس میں مرکزی امیر معظم کی آمد کے سب شدت سے منتظر تھے اس نشست میں مولانا ابرار احمد رحمانی نے صوبہ سندھ، نوجوان سکالر علامہ محمد اشرف آصف جلالی نے صوبہ پنجاب، مولانا رشید الرحمٰن نے صوبہ سرحد اور صوفی نذیر احمد نے بلوچستان کی تنظیمی رپورٹ پیش کی جبکہ جماعت اہل سنت ضلع ملتان کے امیر مقبول محبوب اور معروف خطیب حضرت علامہ حافظ محمد فاروق خان سعیدی نے ملتان میں جاری سنی کانفرنس کی تیاریوں کے حوالے سے اظہار خیال کیا۔

قارئین! دو روز سے جاری کیمپ کے اختتامی مرحلے میں ان عہد ساز لمحوں اور یادگار ساعتوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا جب جماعت اہل سنت پاکستان کے امیر محترم کے صدارتی خطاب سے پہلے تمام شرکاء کھڑے ہو کر ترانہ جماعت پڑھ رہے تھے یوں محسوس ہو رہا

تھا جیسے کسی سربراہ مملکت کا خطاب ہونے والا ہے کراچی کے ساحلوں سے خیبر کی سنگلاخ چٹانوں اور پنجاب کے میدانوں سے بلوچستان کے ریگزاروں تک پھیلے ہوئے نو کروڑ غیرت مند سینوں کے غیر متنازعہ اور متفقہ قائد جگر گوشہ غزالی زماں امیر اہل سنت حضرت صاحبزادہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی نے تکبیر اور رسالت کے نعروں کی چھاؤں میں اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں گفتگو شروع کی آپ نے فرمایا اللہ کی رحمت اور حضور ﷺ کے توسل پر بھروسہ کر کے تاجدار کائنات کی رحمت کا دامن ہاتھ میں تھام کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت رضی اللہ عنہم اور آل رسول کے کردار کو نمونہ بنا کر اور اولیاء کی زندگیوں کی مشعلوں سے روشنی لے کر آگے بڑھو..... آگے بڑھو..... خدا کے توکل پر بڑھو...... عشق الٰہی کے چراغ اپنے سینوں میں جلالو اور حضور ﷺ کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈال لو، تمہارے مصلے راتوں کو آباد ہیں تقوی پیدا کرو اور باطل کی ہر قوت سے ٹکرا جانے کی ہمت اور حوصلہ پیدا کرو۔ صداقت، استقامت اور شجاعت کے پیکر سید مظہر سعید کاظمی نے قلندرانہ ادا سے کہا کہ پاکستان میں برسر اقتدار آنے والے ہر حکمران نے ہمارے حقوق پامال کیے ہیں حالانکہ ہم اکثریت میں ہیں اور پاکستان بنانے والے ہیں آپ نے کہا کہ ہم خانقاہی مزاج رکھنے والے مفادات سے بے نیاز درویش لوگ ہیں اس لئے ہمیشہ اقتدار اور اقتدار والوں سے دور رہے جبکہ ہمارے مخالفین ہر دور اور ہر عہد میں صاحبان اقتدار کی قربت کے لئے کوشاں رہے۔ ہمیں اب اپنی اکثریت کا لوہا منوانا ہوگا اور پاک سرزمین میں سر اٹھا کر زندہ رہنے کے لئے جانگسل تگ و تاز کا راستہ اختیار کرتے ہوئے قربانیاں دینے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا اسی مقصد کیلئے شب و روز دیوانہ وار جدوجہد کریں، اجتماعیت کا احساس اجاگر کریں اور اہل سنت کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے والے شرپسند لالچی اور مفاد پرست عناصر کی حوصلہ شکنی کریں، رکنیت سازی کا کام تسلسل سے جاری رکھا جائے اور وطن عزیز کی ہر گلی، ہر محلے، ہر دیہات، ہر قصبے، ہر شہر میں جماعت کے یونٹوں کا جال بچھا دیا جائے۔ دینی اجتماعات کو بامقصد اور جمعہ کے خطبات کو موثر بنایا جائے ہر مسجد میں لائبریری قائم کی جائے۔ مساجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ جماعت کا ہر عہدیدار اپنے گھر پر جماعت کا جھنڈا لہرائے۔" امیر محترم کے الفاظ اندھیری رات میں چمکتے جگنوؤں کی طرح ضوفشاں تھے جن کی روشنی دلوں میں اترتی جارہی تھی۔ آپ نے اہل سنت کے خلاف بدمذہبوں کی سازشوں اور تیاریوں کا ذکر کرتے ہوئے منظم باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے منظم ہونے کی ضروریات پر زور دیا۔ آپ نے کہا کہ "مایوسیوں کے اس دور میں کروڑوں اہل سنت کی امیدوں کا مرکز صرف اور صرف جماعت اہل سنت ہے، ہمیں لوگوں کی توقعات پوری کرنے کے لئے محنت، محنت اور سخت محنت کی راہ اپنانا ہوگی کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"۔ قائد جماعت کی جوش و جذبے سے لبریز تقریر میں جرأت، انفرادیت، اپنائیت اور فکر و عمل کے کئی راز پوشیدہ تھے، آپ کے راہ ساز خطاب کے ساتھ ہی دو روزہ جاری تربیتی کیمپ اختتام کو پہنچا۔

❁ ❁ ❁

خطبہ صدارت

حضرت حامی سنن ماحی فتن تحریر علامہ حبر فہامہ حجۃ الاسلام شیخ الانام
المولوی المفتی الشاہ محمد حامد رضا خان صاحب قادری برکاتی رضوی بریلوی
صدر مجلس استقبالی جمعیۃ عالیہ اسلامیہ دام فیضہم نے اجلاس ہائے

آل انڈیا سنّی کانفرنس

منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق 16 تا 19 مارچ 1925ء
بمقام مرادآباد کے لئے مرتب فرمایا

یہ خطبہ مولانا محمد ابراہیم رضا خان نے ۱۳۴۳ھ/1925ء میں مطبع اہل سنت بریلی سے طبع کروا کر شائع کیا تھا۔ اس کے بعد پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) کی وساطت سے مولانا محمد جلال الدین قادری کی کتاب "پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ" میں شائع ہوا۔ خطبہ دیمک خوردہ ہونے کی وجہ سے بعض مقامات سمجھ نہ آسکے لہٰذا وہ مقامات خالی چھوڑ دیئے گئے تھے۔ ادارہ عالمی دعوت اسلامیہ کے شکریہ کے ساتھ من وعن خطبہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

عہد حاضر

اگرچہ اسلام کی نشو ونما ہی مخالفتوں میں ہوئی اور ہر زمانہ میں مخالفین کی زبردست طاقتیں اس کے درپے استیصال رہیں لیکن عہد حاضر کے مصائب اور دور موجودہ کے فتنے بہت زیادہ مہیب اور بھیانک نظر آرہے ہیں۔ ایک طرف تو مختلف قسم کے دشمنوں کا اسلام اور مسلمانوں کو مٹا ڈالنے کے لئے ٹوٹ پڑنا اور اس خیال میں مجنونانہ کوششیں کرنا اور شب و روز مصروف ایذا و آزار رہنا اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اپنی زندگی کا بہترین مقصد قرار دینا، دوسری طرف مسلمانوں کی ہر طرح کی کمزوری، اپنے مال سے غفلت، اپنی حفاظت سے بے پرواہی، مذہب سے ناواقفیت، باہمی مناقشات، تھوڑی سی طمع پر دشمنان اسلام کی تائید اور غداری پر آمادہ ہو جانا، اپنے اوپر اعتماد نہ کرنا، دشمنوں کو دوست سمجھنا اور اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دے دینا، دوست نما دشمنوں اور مسلم نما بدخواہوں کو نہ پہچاننا، امراء کا غرباء سے نفرت کرنا، اپنے اسلامی بھائیوں کو ان کی غریبی یا ناداری کی وجہ سے بہ نظر حقارت دیکھنا، پیہم پیش آنے والے حوادث سے عبرت پذیر نہ ہونا، بار بار اہل غرض کے فریب میں آجانا اور کمال بد عقلی سے پھر بھی ہوشیار نہ ہونا اور ان کے دام تزویر کے شکار ہوتے رہنا۔ یہ وہ حالات ہیں جن پر نظر کر کے کہا جا سکتا ہے کہ پچھلے ادوار میں مسلمانوں کو جن مصائب سے سامنا پڑتا رہا ہے وہ ان عبرت انگیز حالات کے مقابل، ہیچ ہیں بہت سے ملت فروش مسلمانوں کے نمائشی ہمدرد بن کر ان کی رہنمائی کے دعاوی کے ساتھ دشمنان اسلام سے دولت حاصل کرنے کے لالچ میں مسلمانوں کی بدخواہی اور اغیار کی خدمت گزاری کر رہے ہیں۔ مسلمان ان کے اسلامی نام اور دعویٰ اسلام سے دھوکے کھاتے اور غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سبز رنگے بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

دردمندان اسلام کس سوز و گداز میں ہیں اور ان کی راتیں کس بے چینی سے سحر ہوتی ہیں ان کے دماغ کس پیچ و تاب میں رہتے ہیں۔ لیل و نہار کی ساعات ان پر کیسے مکدر اور کرب و اضطرار میں گذرتی ہیں حسرتوں کی تصویریں اور امیدوں کے بن بن کر بگڑنے والے نقشے ان کے لئے عذاب جان ہو رہے ہیں۔ میں خود بھی مدتوں سے اس سرگردانی میں ہوں بایں خیال کہ کوئی عالی دماغ دردمند مذہب اس مقصد کے لئے کوئی تدبیر اور مسلمانوں کے فلاح و اصلاح کا کوئی مؤثر و کامیاب طریقہ تجویز فرمائے تو ضرور وہ ان کے حق میں نافع ہوگا میری فکر کیا چیز ہے جو پیش کرنے کے قابل ہو لیکن جب کسی طرف سے صدا نہ اٹھی کسی بزرگ نے کوئی کافی رہنمائی نہ کی اور مسلمانوں کے لئے حالات موجودہ کے اعتبار سے کوئی دستور العمل تجویز نہ کیا گیا تو بنا چاری میں نے قصد کیا کہ اپنے خیالات قلمبند کر کے حاضر کروں اہل علم و اہل رائے اس میں جو تدبیر مناسب اختیار فرمائیں براہ کرم خاکسار کو اس سے مطلع فرمائیں۔

مقاصد:

مسلمانوں کی درستی اور کامیابی کے لئے جو اہم مقاصد اس وقت نصب العین اور فوری جد و جہد کے طالب ہیں وہ کم از کم یہ چار ہیں

(۱) تبلیغ (۲) مذہبی تعلیم (۳) حفظ امن (۴) اصلاح معاشرہ

پہلا مقصد:

ہمارا پہلا مقصد تبلیغ ہے جس دن اسلام دنیا میں چمکا اسی روز سے اس کی شعاعوں نے دشت و جبل بر و بحر کو اپنا فیض پہنچانا شروع کیا داعی اسلام ﷺ کی پہلی صدا دین حق کی تبلیغ تھی اور تمام عمر شریف کا لمحہ لمحہ تبلیغ میں صرف ہوا حضور ﷺ سے پہلے جو ربانی ہادی انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) تشریف لاتے رہے وہ بھی ہمیشہ تبلیغ فرماتے رہے اور اسی وجہ سے انہیں بے شمار جانکاہ اور خطرناک مصیبتیں اور ایذائیں برداشت کرنا پڑیں جن کو رضائے الٰہی کے لئے وہ بخوشی برداشت فرماتے رہے حضور ﷺ کے صحابہ ؓ اور تابعین کا ہر فرد اسلام کا مبلغ تھا اور ایسا مبلغ کہ اس کی زندگی کا مقصد تنہا اسلام کی تبلیغ تھی اور بس۔ اس تبلیغ کے لئے انہوں نے کیسی محنتیں اٹھائیں مشقتیں برداشت فرمائیں، جانیں نذر کیں، مال فدا کیئے یہ ان کے کارناموں پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہے ان کے بعد کے مسلمان بھی اس طرح اس میں مصروف رہے کہ ان کے احوال کا مطالعہ انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے اقالیم و ممالک کے فاتحین وسیع اور زرخیز ملکوں پر قابض ہو کر دولت و مال اور حکومت و سلطنت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ دین کا اعلان اور اسلام کی تبلیغ وہ چیز تھی جو ان کا نصب العین رہتی تھی جب تو ان کے غلاموں نے سلطنتیں کیں اور ایسی سلطنتیں کہ تاجداری کا عہد درویشی اور دینداری کی زندگی کا اعلیٰ نمونہ ہے وہ تخت سلطنت پر متمکن ہو کر ایک نادار فقیر کی طرح بسر اوقات کرتے تھے۔

سلطنت کے معمور خزانوں کے باوجود ان کی معاش ان کے اپنے ہاتھ کے کسب پر موقوف تھی ان کا طرز عمل دینداری و پاکبازی کا

بہترین معلم تھا۔ غرض مسلمانوں کے جس طبقہ پر نظر ڈالیئے وہ اسلام کا مبلغ نظر آتا ہے۔ بادشاہ ہے تو مبلغ، وزیر ہے تو مبلغ، امیر ہے تو مبلغ، فقیر ہے تو مبلغ، حضر و سفر میں تبلیغ۔ بر و بحر میں تبلیغ۔ دنیا میں دھوم مچادی، غلغلے ڈال دیئے، زمانہ معمور کر دیا جہاں رنگ ڈالا عالم کو اسلام کا متوالا بنا دیا سر زمین کفر میں توحید کی صدائیں بلند کیں۔ گنگا جمنا کے کنارے برج اور کاشی کے میدان پرستاران توحید اور علمبرداران اسلام سے بھر دیئے جو قومیں صدیوں سے تاریکی میں تھیں جن کی پشت ہا پشت سے بت پرستی آبائی ترکہ چلی آتی تھی ان کے دل منور کئے اللہ واحدہ لاشریک کے حضور ان کی گردنیں جھکائیں جہاں ناقوس بجتے تھے وہاں سے قرآن پاک کی آوازیں آنے لگیں غرض ہر قرن میں مسلمان مصروف تبلیغ رہے اور یہی انہیں حکم تھا۔

قال اللہ تعالیٰ یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و قال تعالیٰ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔

موجودہ زمانہ:

موجودہ زمانہ میں ہمسایہ قوم نے مسلم آزادی کی جو پیہم کوششیں جاری کر رکھی ہیں ان میں شدھی کا فتنہ سب سے اہم ہے شدھی مسلمانوں کو مرتد کرنے اور معاذ اللہ مشرک بنانے کا نام ہے جس کے لئے ہندو دو برس سے سالہا سال کی منظم کوششوں اور تیاریوں کے بعد پوری قوت کے ساتھ ٹوٹ پڑے ہیں۔ ہر طبقہ کے ہندو اس سعی میں سرگرم ہیں۔ ہندو والیان ریاست اور راجگان ان کی سبھاؤں میں شرکت کرتے ہیں۔ مدتوں کی پر اطمینان کوششوں سے وہ ہندوستان بھر میں ایک نظم قائم کر چکے ہیں

ہر گاؤں میں سبھائیں قائم ہیں۔ کثیر التعداد مناظرین ملک بھر میں دورے کرتے پھر رہے ہیں جا بجا مسلمانوں کو چھیڑنا پریشان کرنا جاہلوں دیہاتیوں کو بہکانا شاہان اسلام اور بزرگان دین کی شان میں گالیاں دینا گستاخیاں کرنا اسلام کی توہین کے ٹریکٹ چھاپنا اور ان میں حضرت پروردگار عالم تک کو گالیاں دینا یہ ان کا شیوہ ہے۔ طمع اور دباؤ سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہی ان کے دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے بہت سے نادار اور جاہل ان کے اس دام فریب میں پھنس کر ایمان کھو بیٹھے۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے تبلیغ و حفاظت اسلام کا مسئلہ اور بھی اہم ہو جاتا ہے۔ اب تک تو شدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھیں لیکن اب انہوں نے اپنا میدان عمل وسیع کر دیا ہے اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں قومیں کی قومیں ان کی دستبرد سے تباہ ہو رہی ہیں مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں، جو ہیں ان میں کوئی رابطہ نہیں جس سرزمین کو خالی دیکھا وہاں آریہ دوڑ پڑے جب تک علمائے اسلام کو کسی حصہ ملک سے بلانے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکتے ہیں۔ راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر زور طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلا کی دعوت حق کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں اور حقانیت کی جذب قوی کی تاثیر کو اس قسم کے جادو کم نہیں کر سکتے جو جاہل ناداروں کے سامنے ہزار ہا روپیہ پیش کیا جاتا تھا اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مژدے سنائے جاتے تھے نوجوانوں کے جذبات مشتعل کرنے والے مناظر سے تسخیر کرنے کی کوششیں ہوتی تھیں اور وہ ان دلفریبیوں پر وارفتہ سے ہو جاتے تھے جوانی کا جنون انہیں اندھا کر دیتا تھا اور ان کی عقل سرشار مخمور کی طرح نکمی ہو جاتی تھی۔ وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ نہ تھا جو ایسے مریض پر کارگر ہوتا ہے مگر یہ نسخہ ایسا بے خطا اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آ کر دل لبھانے والی صورت کی چاہت اور مال و منال کے لالچ دونوں کو نفرت کے ساتھ ٹھوکر مار کر اطاعت الٰہی کے لئے کمربستہ ہو جاتا تھا غریب محتاج لوگوں کا ملتی دولت سے متنفر ہونا نوخیز نوجوانوں کا خوبصورتی کے بتوں کو لات مار دینا اور فقر و فاقہ کی مصیبت اور کنج عزلت و زاویہ عبادت کو شوق کے ساتھ اختیار کرنا موسم گرما میں روزے رکھنا نمازیں پڑھنا اور پچھلی رات سے اٹھ کر یاد خدا کرنا اور اس سے لطف اٹھانا، اسلام کی حقانیت کی وہ زبردست تاثیر تھی جس نے دشمنوں کی تمام تدبیریں اور جملہ سامان بے کار کر دیئے۔ اب ان کے پاس روپیہ ہے لیکن وہ اس روپیہ کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتا ہے ان کے ساتھ خوش لباس خوبرو ہیں مگر وہ ان کی طرف نظر کرنے سے نفرت کرتا ہے۔ صیادوں کے حوصلے پست ہو گئے قریب کے زمانہ کا ایک تذکرہ ہے۔ ایک بوڑھا صدر تبلیغ میں آیا کہنے لگا کہ آریہ ہم سے شدھی ہونے کو کہتے ہیں اور روپیہ بھی دیتے ہیں اور ہمارے مقدمات میں پیروی کرنے کا بھی وعدہ کرتے ہیں اگر تم ان سے زیادہ ہمدردی کرو تو ہم آریوں کو نکال دیں تو شدھی ہو جائیں۔ دفتر نے اس کو محبت سے بٹھایا اور کہا کہ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ کوئی قوم کسی شخص کے اخلاق و مصیبت کو دور نہیں کر سکتی۔ دینے سے خدا رسول کے بھلا ہوتا ہے ہم ان کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہیں چاہتے۔ مسلمان اللہ کے بندے ہیں اللہ نے انہیں عزت دی ہے ان کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ چاہے بھوک سے دم نکل جائے چاہے کنبہ مر جائے مگر وہ منگتا نہیں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے نہ پھریں۔ بادشاہ کا غلام چاہے بھوکا مرے مانگنا گوارا نہیں کرتا تو اللہ کا بندہ کیا اللہ کے دشمن کے سامنے

ہاتھ پھیلانا گوارا کرے گا۔ اس قسم کی باتیں سن کر یک لخت اس بوڑھے کے خیالات بدل گئے اور جوش میں کھڑا ہوکر کہنے لگا مولوی صاحب اب ہم کسی کے پاس نہ جائیں گے اور اپنے خدا ہی سے فریاد کریں گے تم نے ہمیں ٹھیک راستہ بتا دیا اور اس نے اپنی زبان سے بہت شکر گذاری کی اور الحمد اللہ کہ اسلامی عقیدے پر مستقل ہوگیا۔ غرض تعلیم اسلام قلوب میں زبردست تاثیر کرتی ہے لیکن ملک میں کہاں کہاں یہ تعلیم اور اس کے دلائل ہیں علاقے کے علاقے وہ ہیں جہاں کے مسلمان اسلام کی تعلیم دینے والے کی صورت سے نا آشنا ہیں مدتیں جہل و نادانی میں گزر چکی ہیں ایسی حالت میں آریوں کی زبردست اور منتظم میں چند افراد کو بھیج کر نہیں ہوسکتا جب تک کہ تمام ملک نہ کیا جائے کہ ایک ایک گاؤں کے مسلمانوں کی مذہبی تربیت کا سہل انتظام ہوسکے اس لئے ضرورت ہے کہ ہم ملک کے دردمند اہل اسلام اور ہر ہر صوبے کے علمائے کرام اور حامیان ملت کو حرکت دیں اور ایک مشترک نظام سے تمام ملک میں دینیات کی تعلیم کا سلسلہ قائم کریں۔

مدرسۃ التبلیغ:

یہ عرض کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ علاقہ راجپوتانہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں معقول تعداد کام کرنے والوں کی دو ڈھائی سال سے مصروف عمل ہے ان میں بہت افراد ناکارہ بلکہ بعض مفسد اور سخت مضر ثابت ہوئے ان سے بجائے فائدہ کے ایسے نقصان پہنچے جن کی تلافی دشوار تھی اس کا باعث اکثر و اغلب ان کی ناتجربہ کاری اور کام کی ناواقفیت تھی اس تجربہ کے بعد یہ طرز عمل اختیار کیا گیا کہ نئے آدمیوں کو کارکردہ لوگوں کے ساتھ رکھ کر کچھ دنوں میں کام سکھا لیا جاتا تب انہیں تنہا کسی مقام پر بھیجا جاتا تھا لیکن ایسا کہاں تک ممکن ہے اور اس طرح کتنے آدمی کام کے قابل ہوسکتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ کم از کم ایک مدرسۃ التبلیغ کھولا جائے جس میں مدرس مبلغ مناظر تیار امتحان ہوں اسی مدرسہ کے سند یافتہ سلسلہ تبلیغ میں رکھے جائیں اس ضرورت پر نظر کر کے انجمن اہل سنت و جماعت مرآد آباد نے مدرسۃ التبلیغ کی تجویز کی جس کے قواعد و ضوابط اور نصاب اور مدت تعلیم آپ کے ملاحظہ کے لئے آخر میں درج کی جائے گی اس مدرسہ کے لئے اور ملک کے عام تبلیغی مدارس کے لئے اور مسلمانوں کی اعانت و حفاظت کے لئے بہت سی جدید تصانیف کی بھی ضرورت ہے جس کو قابل اور واقف کار لوگوں کی ایک جماعت اپنے ذمہ لے پھر اس کی طبع و اشاعت یہ خود ایک مستقل کام ہے جو تبلیغ کے ماتحت انجام دینا ضروری ہے اس کے لئے جو ضروری امور ہیں ان کو میں اس وقت بحث میں نہیں لاتا میں اس طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام کام کوئی شخص یا کوئی جماعت ہندوستان کے کسی ایک مقام پر بیٹھ کر انجام نہیں دے سکتی نہ کوئی وفد تمام ملک کا دورہ کر کے اس مقصد میں کامیابی کا ذمہ لے سکتا ہے۔ میدان عمل کی وسعت عقل کو حیران کرتی ہے دشمن کی سبھائیں اور تعلیم گاہیں ملک کے گوشہ گوشہ میں کام کر رہی ہیں ایسی حالت میں بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ملک کے اطراف و جوانب اور صوبہ صوبہ سے باثر علماء اور حامیان ملت کو حرکت دی جائے اور انہیں ان ضروریات سے باخبر کر کے تمام ملک کی ایک متحد مشترک جماعت اس کام کی سرپرست بنائی جائے اس جماعت کے وفود ملک میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پھیل پڑیں اور جس صوبہ میں وفد جائے وہاں کے مقامی علماء اس کے ساتھ کام کریں اس طرح جا بجا اضلاع و قصبات میں تبلیغی جماعتیں اور دینیات کے مدارس اور دیہات میں اسلامی مکاتب جاری کر دیئے جائیں یہ تمام مدارس و مکاتب ایک سلسلہ میں مربوط ہوں اور ایک نظم محکم کے ماتحت کام کرتے رہیں خیال میں یہ ہے کہ اضلاع و قصبہ جات میں تبلیغی جماعتیں قائم کی جائیں ہوش مند شائستہ لوگ ان کے ممبر بنائے جائیں ہفتہ وار ان مجلسوں کا جلسہ ہوتا رہے جس میں ہفتہ بھر کے کام کی فہرست بنائی جائے۔ جماعتوں کے دو قسم کے ممبر ہوں ایک وہ جو مالی اعانت کریں۔ اراکین وہ جو عملی خدمات کے لئے اپنا وقت پیش کریں ان کا نام عاملین ہر پرگنہ کے متعلقہ دیہات حلقوں میں تقسیم کر دیئے جائیں پانچ پانچ چار چار دیہات کا جیسا جہاں مناسب ہو حلقہ مقرر کر دیا جائے پرگنہ کے تبلیغی انجمن کے عاملین میں سے ان کی تعداد کے لحاظ سے دو دو یا تین تین ممبروں کو ایک ایک حلقہ دیا جائے یہ ممبر اپنے حلقہ کے دورے کرتے رہیں اور اس حلقہ کے مسلمانوں کی تعداد میں وہ تمام مساعی صرف کریں جن کی انہیں انجمن سے ہدایت ملے انجمن کے دفتر میں ان حلقوں کی ایسی فہرستیں مکمل رہنا چاہئیں۔

یہی ممبران دیہات میں مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کریں جہاں قریب قریب چھوٹے چھوٹے کئی گاؤں ہوں وہاں دو یا چار گاؤں کے لئے کسی ایک ایسے گاؤں میں مدرسہ قائم کر دیا جائے جس میں قریب کے دیہات کے لڑکے بآسانی پہنچ سکیں اور بڑے گاؤں میں جداگانہ مدرسہ کھولا جائے ان مدارس میں بچوں کی تعلیم کے لئے وقت معین ہو اور ایک وقت جوانوں اور بوڑھوں کو دینیات کی تعلیم دینے کے لئے رکھا جائے اور یہ تعلیم تقریر کے ذریعہ سے ہو تاکہ ناخواندہ لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں مدرسہ قائم کرتے وقت سب سے پہلے گاؤں کا ایسا شخص تلاش کرنا چاہیئے جو تعلیم دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر وہ بوجہ اللہ اس خدمت کو قبول کرے بہت بہتر ورنہ کوئی قلیل معاوضہ اس کے لئے مقرر کر دیا جائے اور جہاں دیہات میں پڑھے ہوئے لوگ نہ ملیں وہاں لامحالہ باہر سے انتظام کرنا پڑے گا۔

بچوں کی تعلیم:

ابتدا میں بچوں کو اسلامی قاعدہ (مصنفہ مولوی امجد علی صاحب اعظمی) یا اور کوئی قاعدہ جو انجمن اہل سنت یا مدرسۃ التبلیغ نے منظور کیا ہو شروع کرایا جائے۔ قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہے اس کے ساتھ ساتھ دینیات کے لئے بہار شریعت پڑھائی جائے جب اردو کی کچھ استعداد ہو جائے تو تاریخ حبیب الٰہ پڑھائی جائے اس کے ساتھ ہی قدر ضرورت حساب بھی سکھایا جائے لکھنے پر خاص توجہ مبذول رہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور معمولی خانہ داری کی تعلیم تا بحد امکان لازمی ہے۔ پردہ کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ بوڑھے جوان کاشتکار مزدور محنتی جو پڑھنے کا وقت نہیں پاتے انہیں روزانہ ایک وقت مقرر کر کے بہار شریعت کے مسئلے سمجھا کر سنائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اس پر عمل بھی کریں۔

اس طرح قصبات میں محلہ وار مدرسے کھولے جائیں اور نصاب بنایا جائے ایک مدرسہ ان چھوٹے مدرسوں سے زیادہ نصاب کا بھی کھول دیا جائے جن میں چھوٹے مدرسوں کے طلباء اپنی تعلیم پوری کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہوں۔ علاوہ بریں انگریزی مدارس کے طلبہ کے لئے مدرسۃ اللیل کھولا جائے جس میں ایک گھنٹہ انہیں دینیات کی تعلیم دی جائے۔ قصبات کے مدرسوں میں ممکن ہو سکے تو فارسی و عربی کا محدود نصاب ہو اور اگر دیہات کا کوئی طالب علم اپنے مدرسہ سے سند حاصل کرنے کے بعد قصبہ کے مدرسہ میں داخلہ لینا چاہے تو اسے تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخلہ کی اجازت دی جائے۔

ضلع کا مدرسہ اس سے اور زیادہ بڑا ہونا چاہیے اور وہاں ایک عالم کم از کم رہنا ضروری ہے۔ اگر بالفعل ممکن نہ ہو سکے تو معمولی مدرسہ کھول کر بتدریج ترقی کی جائے۔ اگر کسی ضلع میں مسلمانوں کی تعداد کم ہو اور وہاں کے تمام مصارف برداشت نہ کر سکیں تو صدر دفتر صوبہ سے استدعا کی جائے کہ وہاں کی تعلیم کی اعانت کرے۔ ملک میں دو یا چار ایسے کامل النصاب مدرسے ہونے ضروری ہیں جو جملہ علوم وفنون کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ ہوں بلکہ ہر صوبہ میں کم از کم ایک ایسا مدرسہ ہونا ضروری ہے۔ ان مدارس کو مدارس عالیہ کہنا چاہیے۔ باقی تمام مدرسے ان کے ماتحت ہوں، اور مدارس عالیہ مدارس ماتحت کے نگرانی کے ذمہ دار قرار دیئے جائیں اور حسب ضرورت ان مدارس کو ان سے مدد بھی ملے یہ جملہ مدارس ایک جمیعۃ عالیہ کے ماتحت ہوں اور اس کو ان پر عام اختیارات حاصل ہوں۔ نصاب جمیعۃ عالیہ کا منظور کیا ہوا پڑھایا جائے۔ جمیعت عالیہ کے ماتحت ایک محکمہ تصنیف ہونا چاہیے جس میں ملک کے منتخب افاضل شامل ہوں اور وقتی ضروریات کے علاوہ جو وفتہ پیش آئیں، باقی ہر تصنیف جمیعۃ عالیہ کی پسندیدگی اور منظوری کے بعد قابل رواج سمجھی جائے یہ بہت فتنوں اور اختلافوں کا سد باب ہے۔

ہر کامل النصاب مدرسہ میں ایک دار الافتاء بھی ہو مگر اہم فتاوے جمیعۃ عالیہ کے ملاحظہ کے لئے بھی بھیجے جائیں اور تا مقدور ہر طبع ہونے والی چیز جمیعۃ عالیہ کی جائے۔ واعظ، مدرس، مناظر، مفتی سب کے لئے تکمیل کے بعد انہیں جمیعۃ عالیہ یا اس کا کسی کامل النصاب مجاز مدرسہ سے سند دی جائے، موجودہ اصحاب جو ان عہدوں پر کام کر رہے ہیں سند سے مستثنیٰ کئے جائیں مگر فتویٰ اور تصنیف بہر حال محکمہ تصنیف کی تصدیق، منظوری کے بعد قابل قبول سمجھا جائے۔

تبلیغ کا کام:

ہر مدرسہ کا مقصد تبلیغ ہے اور اس کو اس میں سعی بلیغ لازم، تمام مدارس بالخصوص قصبوں اور ضلعوں کے طلبہ کو تبلیغ کے اصول سکھائے جائیں اور ہر مدرسہ میں منتخب طلبہ ہفتہ میں دو روز تبلیغ کا کام کریں، مدرسوں کے مدرس بھی دورے کریں۔ تبلیغی کارروائیوں کی اطلاع صدر دفتر میں اور اہم امور کی اس کے علاوہ دفتر جمیعۃ عالیہ میں ضروری جائے۔ ان دوروں میں دیہات کے مدرسین کو ان کے حلقہ میں ساتھ رکھیں۔ ہر ضلع میں کم از کم ایک مدرس مدرسۃ التبلیغ کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے جو مناظر کی سند رکھتا ہو۔

علاوہ بریں واعظین کی ایک معقول تعداد ہر صوبہ میں رہنا چاہیے جو برابر دورے کر کے اشاعت اور تبلیغ کی خدمت انجام دے اور مسلمانوں کی علمی اصلاح کرے۔ ہر صوبہ کی جماعت واعظین وہاں کے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس کی زیر نگرانی کام کرے اور اپنی مفصل کارگزاری کا ہفتہ وار نقشہ مدرسہ عالیہ کے محکمہ تبلیغ میں بھیجا کرے۔ ہر مدرسہ عالیہ کا صدر مدرس محکمہ تبلیغ کا صدر ہوگا۔ محکمہ تبلیغ کے صدر کا فرض ہے کہ صوبہ کے واعظین کے کام کی نگرانی اور جانچ میں ہر امکانی سعی کام میں لائے۔

مناظرہ:

مناظرہ وہی لوگ کریں جنہیں جمیعت عالیہ نے مناظرہ کے لئے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس   حالت میں اس کا موقع نہ مل سکے تو مجبوری کی کافی وجہ کے ساتھ فوراً صدر محکمہ تبلیغ کو اطلاع دی جائے۔

پھر مناظرہ سے قبل اس کا کافی اطمینان کر لینا ضروری ہے۔ مناظرہ میں گفتگو نتیجہ خیز اور مفید کرنے کی کوشش کی جائے۔

تمدن:

اگرچہ تمدن کا مسئلہ عرصہ دراز سے مسلمانوں کے زیر بحث ہے مگر ابھی تک بہت زیادہ غور طلب ہے یہ امر عقلاً کا تسلیم شدہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور اس کے کام باہمی اعانت کے بغیر پورے نہیں ہوسکتے۔ دنیا کی قوموں پر مسلمانوں کو قیاس کرنا اور ان کے لئے ان کی تقلید لازم کر دینا بالکل غیر صحیح ہے یہی وہ غلطی ہے جس کا عرصہ دراز سے ارتکاب کیا جاتا ہے۔ دنیا کی قومیں مذہبی حیثیت میں مسلمانوں سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں اور مسلمان مذہب کی رو سے بالکل ان سے مبائن ہیں پھر انہیں ان پر قیاس کرنا اور ان کے لئے وہ راہ تجویز کرنا جس پر کفار عامل ہیں اندھی تقلید اور بالکل غیر مفید ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو کسی لیڈر کی رائے یا کسی دوسری قوم کی تقلید کا محتاج نہیں چھوڑا۔ مسلمانوں کے تمام ضروریات کا خود سرانجام فرما دیا۔ دنیا کی دوسری قومیں کمیٹیاں کرنے اور انجمنیں بنانے پر مجبور ہیں تاکہ وہ باہمی مشورہ سے اپنے لئے کوئی مفید راہ پیدا کرسکیں۔ بسا اوقات ان کی تجاویز کے تمام دفاتر نکمے اور مضر ثابت ہوجاتے ہیں اور پھر انہیں اپنی تمام دماغ سوزیاں رد کرکے اس کے خلاف تدبیر سوچنا پڑتی ہے۔

مسلمان اگر اسلام کی دستگیری سے فائدہ اٹھائیں تو وہ ان تمام زحمتوں سے بری ہیں ان کا ہر قانون مکمل اور خطا سے پاک ہے۔ ان کی ہر دینی و دنیوی ضرورت کو ان کے دین نے پورا کردیا ہے۔ تمدن کے مسئلہ کا حل شریعت محمدیہ نے ایسا فرمایا جس پر عامل ہوکر ہمارے اسلام نے عالم کی رہنمائی کی اور جہان کو حیرت میں ڈال دیا۔ مگر ہمارے ملک کے بعض وہ اصحاب جنہیں دینی علوم سے بہرہ نہ تھا اور دل میں مسلمانوں کی رہنمائی کا شوق رکھتے تھے۔ نصاریٰ سے ان کے تعلقات گہرے تھے۔ جن انہوں نے مسلمانوں کے تمدن کی طرف نظر کی تو اپنے پاس وہ اسلامی تعلیم کا کوئی سروسامان نہ رکھتے تھے نہ علماء سے صحبت و استفادہ کا موقع انہیں حاصل ہوا تھا۔ نصرانیوں کی صحبت میں زندگی گزاری تھی ان کی خو بو طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی مسلمانوں کو اسی سانچے میں ڈھالنے اور نصاریٰ کی تمدن کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہوگئے حتیٰ کہ جو نوجوان ان کے ہاتھ میں آئے ان کی زندگی کا طرز انہوں نے نصاریٰ کے مطابق کردیا۔ مسلمانوں کو نصرانی تمدن کیا فائدہ دیتا تباہی و بربادی کی رفتار روز افزوں ترقی کرنے لگی اور ان نئے پیشواؤں نے اس کو محسوس بھی کرلیا مگر دین سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس طریق زندگی میں تبدیل کرنے سے تو وہ مجبور تھے بناچاری اپنے سکھائے ہوئے تمدن کو مفید بنانے کے لئے انہوں نے اسلام سے مخالفت شروع کردی اور مسلمانوں سے اسلامی عادات چھوڑانے اور نصاریٰ کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہوگئے اور ایک حد تک مسلمانوں پر یہ زہریلا اثر ہوا بھی۔

ہمیں اس غلطی کی تقلید کرکے اپنی ہستی مٹانا منظور نہیں اس لئے ہم اسی نہج اور انہیں اصول پر کاربند ہوں گے جن پر ہمارے اسلاف عامل تھے۔ وہ اصول وہی ہیں جو ہمیں شریعت مطہرہ نے تعلیم فرمائی۔ تو ہمارا تمدن وہی ہونا چاہیئے جو ہمیں شریعت نے تعلیم فرمایا۔ ہم کسی لیڈر کی رائے پر اپنی زندگی فدا کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارا دستور عمل ہمارے شریعت کا قانون ہے۔ اب میں سب سے پہلے باہمی تعلقات کے مسئلہ پر تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہوں جو اہم ترین مسائل میں سے ہے۔

باہمی تعلقات:

اول باہمی تعلقات کا مسئلہ زیادہ غور طلب ہے۔ اس مسئلہ پر مدت ہائے دراز سے ارباب خرد اور رہنمایان قوم نے دماغ سوزیاں کی ہیں مگر اب تک کوئی کارآمد نتیجہ نہیں نکلا اور ایسی راہ ہاتھ نہیں آئی جس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے۔ اتفاق و اتحاد کی صدائیں ہمیشہ ہی بلند کی جاتی ہیں ممبروں اور اسٹیجوں پر علماء اور لیڈر سب اتحاد کی ترانہ سنجیاں کیا کرتے ہیں مگر وہ ایک دل خوش کن تقریر ہوتی ہے اس پر تھوڑی دیر کے لئے مجمع واہ واہ تو کہہ دیتا ہے مگر اس کا نتیجہ اگر نکلتا ہے تو جنگ جوئی اور مناقشت یعنی اتحاد کی تحریکوں کا تخم اختلاف بلکہ عناد کا پھل لایا کرتا ہے۔ اگر آپ مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالئے اور پچھلے زمانہ کو سامنے لائیے تو یہ حقیقت بے حجاب روشن ہوجائے گی۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے جب سے لیکچرار بلند آہنگیوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے لیکچر دے رہے ہیں مگر جس اسٹیج پر اتفاق کی مدح سرائی کی جاتی ہے اسی پلیٹ فارم پر دلدوز اور جگر شگاف الفاظ کے تیر و سنان سے ملک و قوم کے مقتدر اور باثر پیشواؤں کو ہدف و نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ لوگ اتفاق کا وعظ کہہ کر جلسے سے باہر آئے تو عام مسلمانوں کے سلام کو جواب دینا ان کو اپنی کسر شان معلوم ہوتا ہے۔ پھر وہ اتفاق کا وعظ کیا اثر کرتا۔ اس کا ثمرہ یہی ہوا کہ علماء کے عقیدت مند، ان کی بدگوئی اور بیجا جملوں سے آزردہ خاطر ہوکر ان سے متنفر ہوگئے اور قوم میں اس اتفاق کی صدا نے بجائے اتحاد کے ایک نئے فرقہ کا اور اضافہ کیا۔

خلافت کمیٹی کے عروج و اقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لئے مذہب کی شہر

پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لئے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے۔ سورت کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر گئو رکھشا کی تھی۔ نام آور لیڈروں نے قشقے لگائے، گلال اوڑائے، ہولیاں کھیلیں، جے پکاری، ارتھی اٹھائی، ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں ممبروں پر بٹھایا۔ گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں، رسالے تصنیف کئے، ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا۔ مولویوں پر اظہار نفرت کیا گیا۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی کلمہ اسلام پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا۔ نومسلمانوں کو ان کی مرضی کے خلاف دوبارہ کافر ہو جانے پر زور دیا۔ یہ اور اس سے زیادہ بہت کچھ ہوا۔ ہندوؤں کی یہاں تک خاطر کی گئی لیکن مسلمانوں کے پیشواؤں اور اسلام کے مقتدر اور باثر علماء و افاضل کو بالخصوص ایسی ہستیوں کو جن کی زندگی زہد و ریاضت میں بسر ہوئی لحہ لحہ خدمت دین میں بسر ہوئی، گورنمنٹ کا آدمی اور ترکوں کا بدخواہ کہا گیا۔ تقریروں میں تحریروں میں ان پر پھبتیاں پھینکی گئیں، آوازے کسے گئے۔ پبلک کو ان کی مخالفت پر ابھارا گیا۔ ان کی عافیت تنگ کر دی گئی ان کی زندگی تلخ کر ڈالی گئی ان پر طرح طرح کے بہتان باندھ کر ان کی آبروریزی کی کوششیں کی گئیں مسلمانوں کی جماعتیں جو ان کے ساتھ تھیں ان کو انگشت نما بنایا۔ ان کی اہانتیں کی گئیں، اخباروں میں ان کے خلاف ہتک آمیز مضامین لکھے گئے غرضیکہ ان کے لئے پناہ کی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ ہر عالم اور شیخ جو اپنے دین پر مستقل تھا یہ سمجھتا تھا کہ اس کو دین پر قائم رہ کر آبرو بچالینا اور اپنی جان و مال کی حفاظت کر با سخت دشوار ہے ان علماء کے ساتھ جو جماعتیں تھیں ان کے قلوب کو کتنے صدمے پہنچے کیسی تکلیفیں ہوئیں پھر بتائیے کہ جہاں ہندوؤں کو ملانے کے لئے مذہبی شعار و امتیازات کو قربان کر دیا جائے اور مسلمانوں اور ان کے پیشواؤں کے ساتھ یہ معاندانہ طرز عمل ہو وہاں اتفاق کا پودا کبھی نشو و نما پا سکتا ہے۔ ایک فریق سے جنگ ٹھان لینا اور اس پر تبرا و لعنت اپنا مذہب قرار دے لینا جس قوم کے اصول میں داخل ہو وہ اتفاق میں کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے۔ انگریزوں کے مقابلہ کا تو نام مگر مخالفت علماء سے تھی۔ مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تھی۔ خان بہادروں پر لعنتیں تھیں۔ آنریری مجسٹریٹوں پر تبرے تھے تو کیا یہی طرز عمل ان لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف مائل کر سکتے تھے۔ اس پر نظر کرنا تو ان صاحبوں کے مقاصد ہی میں نہ تھا کہ کون سا کام جائز ہے اور کون سا ناجائز۔ مگر روش بدوش کام کرنے والی بھی وہ اس نتیجہ تک نہ پہنچ سکے کہ آپس کا اتفاق ضروری چیز ہے اور وہی ممکن بھی ہے اور اسی پر کوئی ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی فرقے ہیں ان میں کو آپریٹر بھی ہیں حکام رس گورنمنٹ کے خطاب یافتہ اور کونسل کے ممبر بھی ہیں ہندوؤں نے ان سے جنگ نہ کی نہ ان کو سب و شتم کیا نہ ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کیا جو ہمارے لیڈروں اور کمیٹی کے مولویوں اور جمعیۃ العلماء کے اراکین نے شیعوں کے یہاں خاص مجلس میں بند مکان میں تبرا کہا جاتا ہے لیکن ان صاحبوں کی مجالس اعلان کے ساتھ عام مجلسوں میں پبلک تقریروں میں اخباری تحریروں میں علماء اسلام اور پیشوایان دین اور امراء و روسا پر تبرے کئے جاتے تھے اب اس قدر اور غور کر لینا ہے کہ مسلمانوں کے اس طبقہ کو چھوڑ کر جس پر جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹی نے لعن طعن کرنا اپنا شیوہ بنا لیا تھا باقی وہ طبقے جن کو ان جماعتوں نے اپنے ساتھ شریک عمل کیا تھا ان میں بھی باہم اتفاق و اتحاد ہو سکا یا نہیں۔ جو لوگ ان جماعتوں کے حالات سے باخبر ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ ان جماعتوں میں بھی بہت سی فرقہ بندیاں ہیں اور ایک گروہ دوسرے کے شکست دینے کی فکر میں رہتا ہے ہر ایک کو اپنا تفوق اور اپنا ہی اثر مقصود ہے اور در حقیقت بہت سے فرقوں کا اس میں رسوخ پانا ہی اس فساد کا موجب ہوا۔ ہر ایک فرقے میں اپنے مخالف کو نقصان پہنچانے کے لئے بہت اچھا موقع سمجھا اور وقت کو غنیمت جان کر خوب دل کے بخار نکالے الحاصل اتفاق کہ علم کے نیچے بہت سے نئے اختلافات پیدا ہوئے۔ خلافت کمیٹی کے اور جمعیۃ العلماء کا اعتبار جاتا رہا اب ہمیں یہ غور کرنا ہے وہ کون سی غلطی ہے جس نے گذشتہ زمانہ میں مدعیان اتحاد کو منزل مقصود تک نہ پہنچنے دیا تا کہ ہم اس سے اجتناب کریں۔ اور حقیقی اتحاد سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اتفاق کا اصل الاصول:

سب سے بڑی اصل جن کو پیش نظر رکھنا تمام مسائل پر مقدم ہے اور یہ غور کر لینا ہے اتفاق ممکن ہے اور ان کے جمع ہونے سے حسب مراد نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے اگر ہم نے یہی غور نہ کیا اور اتفاق کی صدا اٹھاتے رہے تو وہ بے سود ہوگی اور ہماری تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی جن دو فردوں میں منافات یا مضاوت تامہ ہو ان کے جمع ہونے کی ہوس فحش اغلاط اور ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے بے شک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوڑ کر زیادہ وزن کھینچا جا سکتا ہے لیکن بکری اور بھیڑیے کو ایک جگہ جمع کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ چاول اور دال ملا کر ایک تیسری چیز بنائی جا سکتی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہر دو چیزیں مل کر تیسری چیز کے وجود کی مفید ہوتی ہے اور ان دونوں کی ہستی تنہا جو فائدہ پہنچا سکتی تھی یہ مرکب اس سے زیادہ منافع ہو سکتا ہے بے شک جہاں مضادہ و منافات ہوں وہاں پر فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور جہاں یہ ہو وہاں ایک ایک چیز تنہا جیسا کام دے سکتی ہے جمع کرنے سے وہ بھی باطل ہو جاتا ہے، ایک خرمن کو آگ کے ساتھ جمع کیجئے

توان دونوں کے ملنے سے کوئی کارآمد ہستی نہیں پیدا ہوگی بلکہ غلہ کی کارآمد ہستی بکھر جائے گی اور وہ خاکستر ہو جائے گا۔ اس لئے ہمیں سب سے پہلے یہ تحقیق کر لینا ہے کہ جن دو فردوں کو ہم ملا رہے ہیں ان کا ملنا کوئی اچھا نتیجہ رکھتا ہے یا یہ ملاپ ان دونوں کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی ہستی کو فنا کر ڈالنے والا ہے ہندوؤں کے ساتھ اتحاد میں بلند آہنگیاں کی گئیں اور جمعیۃ العلماء کے جری فاضلوں نے ہندوؤں سے دوددو اتحاد کے جواز پر آیات پڑھنا شروع کر دیں اور آیات قرآنیہ کو اپنے مدعا کے لئے بے محل پیش کیا باوجود کہ قرآن پاک میں صراحت تھی کہ یہ اتحاد ممکن نہیں اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں تباہ کن ہے" یاایها الذین امنو لا تتخذو ا بطانة من دونکم" اے ایمان والو اپنے غیروں کو رازدار نہ بناؤ (کیا پاکیزہ اور کارآمد نصیحت تھی کاش ہم عمل کرتے)" لا یالونکم خبالا" وہ تمہاری نقصان رسانی میں درگزر نہ کریں گے (ملاحظہ فرما لیجئے ایسا ہی ہوا)" ودو ما عنتم" تمہاری ایذا رسانی ان کی آرزو ہے (اب تو تجربہ ہوا)" قد بدت البغضاء من افواهھم" ان کی دشمنی ان کی باتوں سے ظاہر ہو چکی (یاد کرو گاندھی کا قول کہ ہندو بزدل نہ بنیں اور یہ قول کے ہندو کا غصہ انگریزوں کی تلوار کے نیچے دبا ہوا ہے ورنہ گائے بزور شمشیر چھڑالی جا سکتی ہے)" وما تخفی صدورهم اکبر" اور جو ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ اور بڑا ہے (اب دیکھئے جو اس وقت سینوں میں چھپی ہوئی تھی وہ کیسی بڑی نکلی اب ہزارہا مسلمانوں کا خون کرا کر بھی سمجھ جاؤ تو غنیمت)" قد بینا لکم الأیات ان کنتم تعقلون" ہم نے تمہارے لئے نشانیاں واضح کر دیں اگر تم عقل رکھو (مگر اس وقت آپ کچھ نہ سمجھے ہندوؤں کی محبت ہی کے گیت گاتے رہے کہئے آپ عاقلوں میں تھے یا دانوں میں اب تو عاقل ہو)" ھا انتم اولاء تحبونھم" یہ تو تم ہو کہ ان سے محبت کرتے ہو (اور ان کی محبت میں اپنے حقیقی بھائی مسلمانوں کو چھوڑتے ہو اور دین اسلام کے شعائر ترک کرتے ہو اور اپنے کو لالہ اور پنڈت تک کہلواتے ہو) لا یحبونکم اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے (اب دیکھ لیا کہ قرآن پاک کا ارشاد کہ وہ خون کے پیاسے اور جان کے دشمن نکلے) وتومنون بالکتاب کلہ حالانکہ تم پوری کتاب پر ایمان رکھتے ہو واذا لقوکم قالو ا امنا واذا خلوا عضو ا علیکم الانامل من الغیظ جب تم سے ملیں کہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب تنہائیوں میں جائیں تو تم پر غصہ سے پورے چبا دیں۔ (یہ حال اور باقی رہ گئی ہے کہ اپنے آپ کو مومن بتا کر پھر تمہیں دھوکا دیں اور سنتے ہیں کہ بعض کفار نے اسی زمانہ میں ایسا کیا بھی) قل موتو بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور کہہ دیجئے کہ تم اپنے غصہ میں مرو اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے (کاش مسلمان اس تعلیم الٰہی پر یقین کرتے تو بے شک ہندوؤں کی مراد پوری نہ ہوتی اور آج انہیں اپنے غصہ میں جل مرنا ہی نصیب ہوا) ان تمسسکو حسنة تسوھم اگر تمہیں بہتری چھو بھی جائے تو انہیں ناگوار ہو (دیکھ نہ لیا مصطفےٰ کمال پاشا کی کامیابی پر کسی ہندو نے دو کوڑی کا چراغ نہ جلایا اور ظاہری ملمع کاری کے طور پر بھی اظہار سرور گوارانہ کیا) وان تصبکم سیئة یفرحوا بھا اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے اس سے خوش ہوں (آج دیکھئے آپ کے پٹنے، مارے جانے، سزا پانے پر کس قدر خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ جو فرمایا گیا تھا ہو بہو کر رہا) ایک آیت میں یہ ارشاد فرمایا" ودوا لو تکفرون کما کفروا" تمنا ہے کہ ان کی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ (دیکھئے شدھی کی سرگرمیاں کہیں بھی کسی خبر کو واقعات سے کچھ بھی تفاوت ہوا اور کیوں کر ہو سکتا ہے اللہ علیم و خبیر ہے مگر افسوس مشرکین کو لوگ پیشوا بناتے رہے اور ان کی ہر بات کے سامنے سر نیاز جھکایا اور قرآن پاک کی آواز پر کان نہ رکھنا ورنہ کیوں یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوتا قرآن پاک نے بتا دیا تھا کہ کفار سے اتحاد و وداد نا ممکن ہے اور ان پر اعتبار و اعتماد تباہی و بربادی کا سبب ہے تو اتحاد کی راہ میں یہ سخت غلطی تھی جس کی پاداش میں ان نتائج کا مرتب ہونا ناگزیر تھا جو آج سامنے ہے۔ اب ثابت ہو گیا کہ اتحاد و اتفاق کی کوششوں میں کفار کے ملانے کا خیال ایسا ہی ہے جیسا روئی کے ساتھ آگ جمع کرنے کا ارادہ اس غلطی سے تو ہوشیار ہونا چاہئے اور عقل درست ہو تو تجربہ کے بعد اب کبھی ایسی خطا میں مبتلا نہ ہوں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا لا المومن من حجر واحد مرتین مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ یعنی مومن کو ایک مرتبہ دھوکا کھانے کے بعد ایسی بیداری ہو جانی چاہئے کہ پھر وہ اس قسم کی غلطی میں مبتلا نہ ہو۔

مختلف مذاہب اور مدعی اسلام فرقوں کے ساتھ اتحاد:

اب یہ مسئلہ اور غور طلب ہے کہ جو فرقے باطل اور اہل ہوا ہیں بعض ان میں سے گمرزہ ہیں بعض مرتد جو کفر کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں ان فرقوں کے ساتھ اتحاد کیا جائے یا نہ کیا جائے لوگ کہتے ہیں کہ ضرورت کا وقت ہے کفار کا مقابلہ ہے آپس کی مخالفتوں پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ سب مل کر کوشش کریں" درحقیقت یہ بہت بڑی غلطی ہے اور حامیان اتفاق ہمیشہ اس کے مرتکب رہے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکی" شیعہ باہم متفق ہو جاتے ہیں اور ان کی آل انڈیا کانفرنسیں کام کرتی ہیں وہ اپنا شیرازہ درست کر لیتے ہیں اور اس وقت سنی یا کسی اور فرقہ کی طرف نظر بھی نہیں کرتے غیر مقلد متحد ہو جاتے ہیں ان کی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسیں قائم ہوتی ہیں وہ آپس میں نظم و ارتباط کے رشتے مضبوط کرتے ہیں اور دوسرے کسی گروہ کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ دیوبندی وہابی اپنی جمعیتیں بنا کر اپنا کام

کرتے ہیں۔ قادیانی باہم متحد ہو کر ایک مرکز پر مجتمع رہتے ہیں یہ سب اپنے اپنے کام میں چست اور اپنے نظام کو استوار کرنے میں مصروف ہیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں کسی کا سہارا نہیں تکتے لیکن ہمارے سنی حضرات جو بلفظہ تعداد میں تمام فرقوں کے مجموعہ سے قریب قریب آٹھ گنے زیادہ ہیں نہ ان میں نظم ہے اور نہ ارتباط نہ کبھی ان کی کوئی آل انڈیا کانفرنس قائم ہوئی نہ اپنی شیرازہ بندی کا خیال آیا انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہمت ہی نہیں اگر کبھی اپنی درستی کا خیال آیا تو اس سے پہلے اغیار پر نظر گئی اور یہ سمجھا کہ وہ شامل نہ ہوئے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے باوجودیکہ اگر صرف یہی باہم متحد ہو جائیں اور چھ کروڑ کی جماعت میں نظم قائم ہو تو انہیں ان کی کچھ حاجت ہی نہیں بلکہ اس وقت ان کی شوکت دوسرے فرقوں کو ان کی طرف مائل ہونے پر مجبور کرے گی اور یہ اختلافات کی مصیبت سے بچ کر اپنے اتحاد و انتظام میں کامیاب ہو سکیں گے لیکن افسوس تمام چھوٹے چھوٹے قلیل التعداد فرقوں نے اپنے اپنے حدود محفوظ کر لئے اور اپنی شیرازہ بندی و اجتماع سے دنیا میں اپنی ہستی اور زندگی کا ثبوت دے دیا۔ غیر ممالک میں ان کی آوازیں پہنچنے لگیں مگر ہمارے سنی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی امنگیں پیدا ہوئیں تو انہیں اپنوں سے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لئے بے چین ہیں اور سنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کر کے اپنی تعداد بڑھانے کے لئے مضطر اور مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل سکیں تو علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر کر کے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے اور مسلمانوں کے مخالف ایک جماعت کیوں بناتے وہ تو حقیقتاً مل ہی نہیں سکتے۔ اور صورۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب کے لئے ہوتا ہے جس کے حصول کے لئے ہر دم نیش زنی جاری رہتی ہے اور اس کا انجام جدال و فساد ہی نکلتا ہے۔ یہ تو تازہ تجربہ ہے کہ خلاف کمیٹی کے ساتھ ایک جماعت جمعیۃ العلماء کے نام سے شامل ہوئی جس میں تقریباً سب کے سب یا بہت سے زیادہ وہابی اور غیر مقلد ہیں نادر ہی کوئی دوسرا شخص ہو تو ہو۔ اس جماعت نے خلافت کی تائید کو تو عنوان بنایا۔ عوام کے سامنے نمائش کے لئے تو یہ مقصد پیش کیا۔ مگر کام اہل سنت کی بیخ کنی کا انجام دیا اپنے مذہب کی ترویج اس پردہ میں میرے پاس جناب مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا جو انہوں نے مدارس کا دورہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا اب تک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اب بتائیے کہ ان جماعتوں کا ملانا زرداؤں و دردسر خریدنا ہوا یا نہیں اپنے ہی روپیہ سے اپنے ہی مذہب کا نقصان ہوا۔ الغرض دوسرے فرقے ہم سے کسی طرح نہیں مل سکتے ملیں تو دھوکا ہے جس سے ہمیں اور ہمارے مذہب کو سخت مضرت و نقصان پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتنا بڑا نقصان ہے کہ ان کی بدولت کروڑوں سنی چھوٹ جاتے ہیں جو ان کے شامل ہونے کی وجہ سے علیحدہ رہتے ہیں مگر اب تک یہی رہا کہ سنیوں کی کثیر تعداد کو چھوڑ دیا گیا اور ان مختلف فرقوں کے ملانے کی کوشش کی گئی جس میں مختلف قسم کے درندے ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے بجز فتنہ اور فساد کے کچھ حاصل نہیں۔ اتفاق کی کوششوں میں ناکامی کا اصل راز یہی ہے اور اسی وجہ سے حامیان اتحاد سات کروڑ مسلمانوں کے اجتماع سے اب تک محروم رہے۔ شریعت طاہرہ نے ان گمراہ فرقوں کے ساتھ اتحاد کی اجازت نہیں دی بلکہ ان سے جدا رہنے اور اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعانک علی ھدم الاسلام جو مبتدع کی توقیر کرے وہ اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے دوسری حدیث شریف میں ہے لا تجالسوا ھم ولا تشار بو ھم ولا تو اکلو ھم ان کے ساتھ مجالست و ہم نشینی نہ کرو نہ ان کے ساتھ مواکلت و مشاربت کھانا پینا کرو ایک اور حدیث میں ہے من جاھدھم بیدہ فھو مومن و من جاھدھم بلسانہ فھو مومن و من جاھدھم بقلبہ فھم مومن ولیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردل جس نے ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے ان پر اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے ان پر اپنے دل سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور اس کے ماسوا رائی کے دانہ برابر ایمان نہیں قرآن پاک میں ارشاد فرمایا لا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھو۔ تفسیر احمدی میں ہے ان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والفاجر والعقود مع کلھم ممتنع کہ قوم ظالم بدعتی فاسق فاجر سب کو عام ہے اور سب کے ساتھ ہم نشینی ممنوع ہے علاوہ بریں صد ہا نصوص سے بصراحت ثابت ہے کہ فرق ضالہ اور مبتدعہ کے ساتھ اتفاق و اختلاط ممنوع و ناجائز ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کا وقت اسلام پر ایسا نازک وقت تھا کہ پھر ایسا نازک وقت قیامت تک کبھی نہیں آئے گا خود حضور اقدس ﷺ کی مفارقت اتنا بڑا صدمہ تھا جس نے صحابہ میں تاب و تواں باقی نہ چھوڑی تھی شب و روز رونا اور بے قرار رہنا ان کا معمول تھا استیلائے غم کی یہ کیفیت کہ رفقاء سامنے آئیں سلام کریں اور انہیں مطلق خبر نہ ہو۔ ادھر دشمنان اسلام کے ساتھ عداوت کی موجیں مارنے والا دل سینوں میں رکھتے تھے غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہو گئے اس وقت ایک جماعت نے زکوٰۃ دینے سے

انکار کر دیا۔ اسلام نو عمر ہے اس کے مربی پیشوا نے ابھی پردہ فرمایا ہے۔ رفقا غم سے بے تاب ہیں دشمن شمشیر بکف ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا نازک وقت ہوگا اس وقت صدیق اکبرؓ پالیسی پر عمل نہیں کرتے کہ سب کو ملالیں یا غلط کاریوں پر صبر کر کے خاموش ہو جائیں اور دشمنوں کی قوت کے اندیشہ سے کسی سے کوئی باز پرس اور دارو گیر نہ کریں۔ بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کا یہ پہلا جانشیں اس حالت سے ذرا مرعوب نہیں ہوتا اور نہایت ہمت و استقلال اور جرأت و شجاعت کے ساتھ اس قوم کے خلاف جہاد وقتال کا اعلان فرما دیتا ہے جس نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو اس قوم پر غلبہ حاصل ہونے کے ساتھ کفار پر بھی اقتدار حاصل ہوتا ہے اور خلیفہ رسولؓ کا یہ استقلال ان کی ہمتیں توڑ دیتا ہے آخر کار صحابہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اور واقعات ثابت کرتے ہیں کہ خلیفہ رسولؓ اس فیصلہ میں حق پر ہیں تو آج مسلمان طاہرہ اور پیشوایان کا اعتبار چھوڑ کر ان کے خلاف راہیں چل کر کس طرح منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں جس چیز کو شریعت نے ناجائز کیا اس سے کوئی فائدہ کیونکر مقصود ہو سکتا ہے اور کوئی موافق مدعا نتیجہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے لہذا اتفاق کی کوشش کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس اصل اعظم کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ہمیں اہل سنت کے ساتھ اتفاق کرنا اور انہیں ایک رشتہ میں مربوط کر کے ان کے منتشر قوت کو یکجا کر لینا ہے یہی ہمیں مفید ہے اور خدا میسر کرے اور ہم اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو آج سات کروڑ مسلمانوں کی کثیر تعداد ایک متحدہ قوت نظر آئے اور دوسرے چھوٹے چھوٹے فرقے اس کی شوکت وقوت دیکھ کر خود اس میں ملنے کی کوشش کریں اور ہماری اکثریت انہیں مفسدانہ خیالات سے باز آنے پر مجبور کر دیں اور حقیقی اتحاد اور اس کے نفیس برکات دنیا کی قوموں کو نظر آ جائیں اس لئے سب سے پہلے یہ اصل اعظم مدنظر ہونا چاہئے اب میں ان اختلافات پر بھی تھوڑی بحث کرنا چاہتا ہوں جن سے چشم پوشی کرنا اتفاق کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

تفرقہ اقوام:

مختلف مذاہب ملا کر ہرگز ایک نہیں کئے جا سکتے مذہبی جذبات کو بالکل نہیں۔ کسی قوم کا اپنے مذہبی خصوصیات و امتیازات کو آپ کے اتفاق پر فدا کر دینا بالکل نا متصور ایسی ناممکن بات ہے کے لئے تو بار ہا کوشش کی گئی وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتا ہے اور جس کی بنیاد تکبر و غرور اور نفسانیت و خود نمائی کی زمین میں رکھی گئی ہے اس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد و اعمال سے تو امتیاز قائم کیا ہے لیکن پیشہ اور حرفت ونسب کو ذریعہ جدال نہیں بنایا آج ایک مسلمان جو بد مذہب بے دین کافر تک کے لئے آغوش محبت روا رکھتا ہے اپنے حقیقی بھائی سے ملنے کے لئے تیار نہیں اگر وہ سبزی بیچتا ہے یا کپڑا بنتا ہے تو مسلمانوں کو مختلف قوموں میں تقسیم کرنا اور انہیں حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھنا وہ سلام کریں تو تیوری میں بل ڈالنا اتفاق کے لئے سم قاتل ہے اور جب تک یہ خصلت موجود ہے اس وقت تک اتفاق کی طمع سعی لا حاصل ہے اسلام کی قدر کرنے والا کب پیشہ اور حرف اور شان و صورت اور نسب و نام پر نظر ڈالتا ہے صدیق اکبرؓ رومی حسین کو بلال حبشی کے قدموں پر نثار کر دیتے ہیں اور سید عالم ﷺ کے دربار میں متکبر رسائی سے محروم رہتے ہیں جو غریبوں کے ساتھ بیٹھنے میں عار کرتے تھے مگر مسلمانوں نے ہندوستان میں آ کر ہندوؤں کی خصلت اختیار کی جیسے ان میں قومی تفرقے تھے اور وہ چھوٹی قوموں کو کتوں سے زیادہ ذلیل جانتے ہیں کتا ان کے چوکے میں آ جائے تو چوکا ناپاک نہ ہوگا مگر چھوٹی قوم کا آدمی چوکے میں آنا در کنار اس قابل بھی نہیں کہ صبح انہیں منہ دکھا سکے سفر کے وقت دھوبی کا سامنے آنا ان کے اعتقاد میں سفر کی ناکامی کی دلیل اور فال بد ہے اسی کی نقل مسلمان کر رہے ہیں کہ پابند شریعت راسخ العقیدہ مسلمان غربت و افلاس کی وجہ سے ذلیل وخوار سمجھے جاتے ہیں ان کا نام کمین رکھا جاتا ہے ان کو مجلس بلکہ بعض انسانی حقوق تک سے محروم کیا جا رہا ہے ان نخوت شعار کا عمل ان اسلامی بھائیوں کے دلوں پر نوک نشتر سے زیادہ الم ناک گھاؤ کرتا ہے ان کا دل اس برتاؤ سے پھٹ جاتا۔ یہ انہیں حقیر و ذلیل دیکھتے ہیں وہ ان سے ٹوٹ جاتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے دلوں میں ان کی ہمدردی نہیں رہتی قرآن پاک میں ارشاد ہوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم میں زیادہ کرامت والا اللہ کے نزدیک تمہارا بڑا پرہیزگار ہے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ان اولیاء الی المتقون میرے اولیاء میرے دوست صرف پرہیزگار ہی ہیں قرآن پاک تو پرہیزگاروں کو اشرف، اکرم، خدا کا دوست، اس کا ولی بتاتا ہے مگر آج مسلمانوں کی یہ حالت کہ وہ خدا کے پرہیزگار متقی نیک بندوں کو ان کے حرفہ اور پیشہ کی وجہ سے کمین اور ذلیل کہتے ہیں اور فاسقوں فاجروں کو بدکاروں رشوت لینے اور سود کھانے والے ظالموں کو شریف مان لیتے ہیں اقوام کے یہ تفرقے اور اہل حرفت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد کے لئے زہر ہلاہل ہے اگر آج اجتماعی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جماعتی طاقت سے زبردست ہو کر دنیا کی قوموں میں عزت و وقار کی زندگی آپ کا مقصود ہے تو اپنے چھوٹے کو بڑھایئے، چھوٹوں کو ملایئے، گروں کو اٹھایئے، ہمارا ہر بھائی خواہ وہ کوئی پیشہ کرتا ہوں ہماری نگاہ میں دنیا کے تاجروں سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے اس کو دیکھتے ہی ہمارا چہرہ شگفتہ ہو جاتا ہے یہ کس قدر افسوس ناک ہے کہ ایک مسلمان کے پاس دوسری قوم کا کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کا

اکرام اور اکرام میں یہ مبالغہ کرتا ہے کہ اپنی جگہ اس کے لئے چھوڑ دیتا ہے لیکن اگر ایک غریب مسلمان اس کے پاس پہنچتا ہے تو اس کو ان کی مجلس میں باریابی حاصل نہیں ہو سکتی اپنوں کو جو قوم اغیار سمجھتی ہو اور اغیار کے ساتھ یگانوں سے زیادہ سلوک کرتی ہو وہ کس طرح دنیا میں کامیاب زندگی بسر کر سکتی ہے ہمیں توبہ کرنا چاہئے اور اس منافرت کو جلد سے جلد دور کرنا چاہئے جو ہمارے بربادی کا باعث ہے اگر آپ اپنے چھوٹوں کو سینہ سے لگائے گے تو آپ کو سر اور آنکھوں پر بٹھائے گے اگر آپ ان سے محبت کا برتاؤ کریں گے تو وہ آپ پر دل و جان قربان کر دیں گے حرفے اور پیشہ کو ذلیل نہ سمجھو یہ تمہاری کامیابی کا راز ہیں اگر آج ہم میں یہ بات نہ ہوتی تو ہم میں صدہا گداگر اور چور اچکے بھی نہ ہوتے پیشہ کرنا عیب قرار دیا جاتا ہے اس سے شرم آتی ہے تو نوکری اور غلامی کی زندگی اختیار کرتے ہیں نوکری اور خدمت کاری میسر نہیں آتی تو چوری اور گداگری کے سوا چارہ ہی کیا ہے؟ خدارا ہوش میں آؤ اور تباہ کر ڈالنے والے غرور ترک کرو۔

باہمی سلوک:

اس کے علاوہ مسلمانوں کے باہمی سلوک اس قدر خراب ہیں جو ان کا شیرازہ درست نہیں ہونے دیتے جو عنایتیں اور محبتیں اپنے بھائیوں کے ساتھ لازم تھیں وہ سب اغیار کے لئے بے منت حاضر ہیں دوسرے کی دعوت اور اپنے درگزر ایک ایسی چیز ہے جو کریم النفس آدمی کی بہترین خصلت شمار کی جاتی ہے چھوٹی سی خطا دینے دوسرے کی غلطی یا زیادتی سے چشم پوشی کر کے اخوت و محبت کو محفوظ رکھیں اور غیظ و غضب کی آگ میں انس و محبت کا سرمایہ نہ پھونکے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں میں یہ صفت نہیں ہے عفو و درگزر و فروگذاشت کی خصلت ان سے کنارہ کر گئی ہے ایسا نہیں یہ خصلتیں سب ہیں اور ضرور ہیں اور دنیا کی قوموں سے زیادہ ہیں لیکن بے محل صرف ہوتی ہیں عفو و درگزر ہندوؤں کے ساتھ صرف کی جاتی ہے یہاں تک کے خون معاف کر دیئے جائیں لوٹ مار تاخت و تاراج سے چشم پوشی کر لی جاتی ہے اور حد سے گزر کر یہاں تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے کہ جوش محبت میں مذہبی حقوق سے دستبرداری کر لی جاتی ہے وہ ظلم کرتے ہیں اور یہ عاشق نازبردار کی طرح اس کو خوش دلی سے برداشت کرتے ہیں اور اعلان کر دیتے ہیں کہ تم جتنے ظلم کرو ہم کبھی تم سے پھرنے والے نہیں ان کے لئے ان کی آغوش محبت وا ہی رہتی ہے لیکن حقیقی بھائی سے تن جاتے ہیں تو ایک پرنالے پر چار انگشت زمین پر مقدمہ چل پڑتا ہے اور ہائی کورٹ سے ادھر ختم نہیں ہوتا کوئی پنچایت اس کو طے نہیں کر سکتی صدہا نظریں ہیں کہ دو بھائی ایک درخت پر لڑے اور ریاست ہندوؤں کے پاس پہنچ گئی دونوں نادار ہو گئے مگر اب ریاست کی جگہ باہمی عداوت ہے دولت کھو چکے تو ہر ایک دوسرے کی آبرو کے درپے ہے خود کچھ نہیں کر سکتے تو چاہتے ہیں کہ دوسروں ہی سے بھائی کو ذلیل کرا دیں اب ان اغیار کو جرأت ہوتی ہے اور خود یہ بھائی صاحب بھی اغیار کی نظر میں وہی حیثیت رکھتے ہیں مال بھی گیا دونوں کی آبرو بھی گئی اس طرح مسلمان اپنے سرمایہ اور اپنی آبرو کھو چکے ہیں مگر افسوس کوئی تباہی موجب عبرت نہیں ہوتی کوئی مصیبت بیدار نہیں کر سکتی اگر اتفاق کی خواہش ہے تو طبیعتوں کے طیش کم کیجئے غصہ پر اختیار پیدا کر کے آپس میں درگزر اور فروگذاشت کی عادت ڈالئے اور اگر آپ کو اپنی طبیعت پر قابو نہ ہو تو اپنے معاملات دیندار مسلمانوں یا دین کے عالموں کو تفویض کیجئے اور ان کے فیصلہ پر کہ در حقیقت وہ شرع مطہر کا فیصلہ ہوگا، رضامند ہو جایئے اور نزاع ختم کر ڈالئے مسلمانوں کی منازعت میں دوسرے مسلمانوں کو مصالحت کی انتہائی کوشش لازم ہے اگر دو مسلمان آپس میں لڑیں تو چاہئے کہ اس درد سے محلّہ کا محلّہ بے چین ہو جائے اور جب تک ان میں صلح نہ کرا لیں چین سے نہ بیٹھیں۔

باہمی اصلاح کی تدبیر:

نماز کی پابندی کرو جماعتوں میں حاضر ہو اس سے تمہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ ملنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کا موقع ملے گا اور باہمی محبت زیادہ ہوگی اس پنج وقتہ اجتماع میں یہ لحاظ رکھو کہ اگر محلّہ کے کسی مسلمان کو دوسرے سے ادنیٰ شکایت ہو تو دوسرے مسلمان درمیان میں پڑ کر اس کو فوراً رفع کر دیں اور اس کے لئے اپنے تمام اثر کام میں لائیں ہر مسلمان دوسرے کا خیر خواہ مداح ثنا بھی ہو اور محتسب بھی اپنے بھائی کی ہر طرح حفاظت کریں دوسروں کی نظر میں ذلیل نہ ہونے دیں۔ کسی بدی میں مبتلا پائے تو پوری قوت سے بچائیں، اخلاقی دباؤ اور محبت کی تاثیر وہ کام کرتی ہے جو سخت ترین سزاؤں سے نہیں نکل سکتا سمجھانے کے لئے محبت کے لہجے اور خوشگوار طرز گفتگو کو اختیار کرو وہ انداز کلام بالکل ترک کر دو جو دوسرے کو ناگوار ہو تمہاری زبانیں شیریں ہوں، تمہاری باتیں پیاری ہوں، تمہارا طرز عمل محبت پیدا کرنے والا ہو یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام دیتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا قلت ما الاسلام قال طيب الكلام والطعام حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا اسلام کی شان کیا ہے فرمایا خوش کلامی اور میزبانی ایک اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ان

تحب الناس ما تحب لنفسک وتکرہ لھم ما تکرہ لنفسک یعنی فضائل ایمان میں سے ہیں کہ تو اور لوگوں کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور دوسروں کے لئے گوارا نہ کرے جو اپنے لئے گوارا نہ ہو ایک اور حدیث شریف میں وارد ہوا ان تلق اخاک بوجہ طلیق اپنے بھائی سے ملے تو کشادہ روئی کے ساتھ۔ اسلامی اخلاق پیدا کیجئے اس خوشبو میں بس جائیں تو آپ پھول کی طرح سرچڑھائے جائیں گے اور یوں اتفاق کے خالی لیکچر تھوڑی دیر کی واہ واہ اور زینت بزم کے سوا کچھ نفع نہیں رکھتے۔

مساجد کی انجمنیں:

اب ضرورت ہے کہ ہم مساجد کی جماعت کو اپنی بہترین انجمن سمجھیں اور اس میں شریک ہو کر آپس کی محبت بڑھائیں بس تو وہ اخلاق پسندیدہ خصائل پیدا کر کے عملاً اتحاد و اتفاق کو نشو نما دیں امام ہمارا صدر مجلس ہو تمام نمازی اراکین انجمن ہم تن واحد کے اعضاء کی طرح باہم مربوط اور ایک دوسرے کے ہمدرد و غمخوار اور معین و مددگار رہوں۔ اپنی دوستی اور اپنے بھائیوں کی اعانت ہماری انجمن کا مقصد ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ اسلامی شوکت کا لطف آجائے مسجدوں میں جماعتوں کے بعد اس پر غور کیا جائے کہ محلّہ کا کون کون سا شخص نماز کے لئے حاضر نہیں ہوتا اس کو حاضر کرنے کی کوشش کی جائے اور محلّہ کا ہر شخص اس سے ملے اخلاق و محبت کے ساتھ مسجد میں حاضر نہ ہونے کا سبب دریافت کرے اور عدم حاضری اظہار افسوس کے ساتھ محبت آمیز لہجے میں پابندی جماعت کی درخواست کرے اور یہ عمل جاری رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو پابندی کی توفیق دے مگر یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ اس ترغیب میں اپنی تعلّی و تفوق اور اس کی حقارت کا پہلو نہ نکلتا ہو اماموں کی عظمت کی جائے محلّہ کے رہنے والے اپنی شادی و غمی کے کام باہمی مشورہ سے کریں اور محلّہ کا ہر شخص اخلاص کے ساتھ دوسرے کی شرکت و امداد کرے۔ غیبت اور بدگوئی ترک کر دی جائے کہ یہ نفاق و عداوت کی بنیاد ہے ہر مسلمان اپنے مذہبی فرائض ضروریات زندگی میں سب سے اہم و افضل سمجھے۔

اغیار کے ساتھ ہمارا برتاؤ:

اس موقع پر میں یہ بھی صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ دیگر مذاہب مختلف فرقوں اور دوسرے دین والوں کے ساتھ ہمیں کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے اس وقت ہمیں اپنی دوستی اور اپنے تحفظ کی فکر دامن گیر ہے ہماری تمام کوششیں اسی امر پر مبذول ہیں کہ ہم اپنی بگڑی حالت کو بنالیں اور اپنی روز افزوں ہلاکت کے سیلاب کو کسی طرح روکیں ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو امن کی زندگی بسر کرنا چاہئے جھگڑے اور نزاع کا جس راہ میں خطرہ اور اندیشہ ہو اس سے اجتناب کرنا چاہئے مسلمان اس کے حامی ہیں خدا کا شکر، جہاں تک مجھے علم ہے کہ اب تک مسلمان ہند کے ہر مقام پر امن کے حامی رہے ہیں اور کہیں ان کی طرف سے فساد نہیں ہوا واقعات پر بے رعایت رائے قائم کرنے والے ہندو بھی اس سے متفق ہیں گو بعض ہندو پرست لیڈر جن کی زبانی ہندو کا خریدا ہوا پریس ہے مسلمانوں کو بے وجہ مورد الزام قرار دے اور ان پر وہ غلط و بے بنیاد الزام لگائے جو ہندوؤں نے حربی حملوں کے ساتھ قلمی اور زبانی حملوں کے طور پر مسلمانوں پر کئے ہیں اور جو بالکل واقع کے خلاف اور محض بے اصل ہیں میں نے اپنے مقدور تک تحقیقات بھی کی اور فساد کے مقامات پر خود بھی اس غرض کے لئے گیا اور اپنے عزیز قائم مقاموں کو بھی بھیجا جہاں تک تفتیش و تحقیق کے ذرائع میسر آسکے جستجو کی گئی۔ یہی ثابت ہوا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیار نہیں تھے اور انہوں نے لڑائی نہیں لڑی۔ ہندوؤں نے پوری تیاری اور آمادگی کے ساتھ رائے اور مشورے کر کے ایک منظم مقابلہ کی تیاری کے بعد مسلمانوں پر حملہ کیا اور چونکہ وہ کام ایک مشاورت کے ساتھ ہوتا تھا ان کی مجلسیں اس کام کے لئے ایک وقت معین کر لیتی تھیں اسی وقت تمام شہر میں مختلف مقامات پر ہندوؤں کے حملے شروع ہو جاتے تھے اور ہر مسلمان دباح الدم اور واجب القتل سمجھا جاتا تھا۔ مسافر بچے، عورتیں، بوڑھے، کمزور، بہادری کی مشق کے لئے سورماؤں کے تیر ستم کا نشانہ ہیں۔ مسلمان ایسے اچانک حملوں کی مدافعت بھی نہیں کر سکتے تھے لامحالہ مسلمانوں کو جانی مالی ہر طرح کے نقصان اٹھانا پڑتے ہیں۔ ہندو چونکہ پہلے سے تیار ہیں حملے کرنے سے پہلے ہی قانونی کاروائی کے لئے ان کی ایک مستقل جماعت تیار رہتی ہے۔ وہ مارتے بھی ہیں اور مسلمانوں کو مقدمہ میں ماخوذ بھی کرا لیتے ہیں طبقہ لیڈران تو ان کا حق نمک ادا کرنا فرض ہی جانتا ہے اس کے علاوہ سودی قرض دہاذ جن پر ہے وہ مسلمانوں کے خلاف جھوٹی شہادتیں دے کر مسلمانوں کو پھنسوایا کرتے ہیں ہندوؤں کے اخبار ستم ایجاد خونخواروں کو مظلوم اور بے گناہ مظلوم مسلمانوں کو جفاکار ثابت کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور یہ ان کا قلمی حملہ ہوتا ہے ہندوؤں کی ہر ایک جماعت مسلمانوں کو ختم کر ڈالنے کے خیال میں وقف ہوگئی ہے جسے لٹھ چلانا آتا ہے وہ لٹھ سے، جو آتشیں اسلحہ رکھتا ہے وہ ان سے، جو جھوٹی شہادت دے سکتا ہے وہ اپنی زبان سے، جو حکام رس ہے وہ غلط بیانیوں اور جھوٹی شکایتوں سے، قانون پیشہ مفت وکالت سے، اہل قلم اور ایڈیٹر خلاف واقع خبروں اور شورش انگیز مضمونوں سے ہندوؤں کی چیرہ دستی اور ستمگاری انتہا تک پہنچا دینا چاہتے ہیں اور اس کو اپنے مذہب کی و اہل مذہب کی بہترین خدمت سمجھتے ہیں اس مذہب کی جس کی دوکان کا نمائشی سائن بورڈ اہنسا (بے آزاری) ہے۔ مسلمانوں

کے حکام رس طبقے کچھ ہندوؤں کے میل جول رعایت مروت سے، کچھ ان کی اکثریت وقوت کے رعب سے، کچھ اپنی مالی کمزوری سے ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کی تائید میں حکام تک سچے واقعات پہنچانے سے بالکل مجبور ہیں وہ عام مسلمانوں کے ساتھ اپنی بے تعلقی کا اظہار اور مصیبت زدہ ستم رسیدہ غریبوں کے درددکھ کا بیان اپنے لئے خطرہ آبرو سمجھتا ہے مسلمان وکیل مفت تو کیا مقدمات کی پیروی کریں کافی محنتانہ لے کر بھی بے پروائی کر جاتے ہیں اور اپنی بد اخلاقیوں سے ستم کش تباہ شدہ مسلمانوں کو اور زیادہ پریشان کرتے ہیں۔ غرض کوئی صورت نہیں ہوتی کہ مسلمان قانون سے بھی فائدہ اٹھا سکیں اور حکومت کی حمایت بھی کچھ ان کے کام آسکے ایسی مجبور قوم کیا۔ لڑائی کا ارادہ کرے گی اور کیا اس میں جنگ کی امنگیں پیدا ہوں گی۔ اس کو ہندوستان کی رہنے والی تمام قومیں جانتی ہیں کہ فساد انگریزی میں مسلمانوں کا ذرا بھی حصہ نہیں گو کہ ملک کے لیڈر (جو ہندو یا ہندو پرست ہیں) مظلوم اور پامال ستم مسلمانوں کو مجرم قرار دیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہر جگہ لڑائی کے موقعوں سے طرح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے تمام تیوہار نہایت اطمینان کے ساتھ ادا ہو جاتے ہیں کوئی مسلمان کہیں مزاحم نہیں ہوتا۔ لیکن جب مسلمانوں کی کوئی تقریب آتی ہے تو ہندو جھگڑے پیدا کرنے کے لئے خلاف معمول نئی نئی رسمیں نکالتے اور شورشیں پھیلاتے ہیں ہندوؤں کے معابد کے سامنے مسلمان کہیں کوئی شور غوغا نہیں کرتے ان کے کسی کام میں مخل نہیں ہوتے لیکن مسجد کے سامنے سنکھ اور باجے بجا کر فساد کی بنیادیں پیدا کی جاتی ہیں ان تمام مواقعات سے یہ حقیقت نا قابل انکار ہو جاتی ہے کہ ان خونریزیوں میں مسلمانوں کا قصد وارادہ بالکل شامل نہیں ہے یہ تنہا ہندو کے جوش غضب کا نتیجہ ہے مگر اس کے باوجود میں پھر برادران اسلام سے یہی عرض کرتا ہوں کہ وہ امن پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور اپنے آپ کو جنگ سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔ اس وقت جنگ میں مصروف ہو جانا ہماری قومی اور مذہبی زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے ہمیں جہاں تک ممکن ہو اور جس طرح ممکن ہو لڑائی کے موقعوں سے طرح دینا چاہئے لیکن ساتھ ہی ہمیں اپنے جان ومال، دین وملت کے تحفظ کے لئے ان کی چالوں سے ہوشیار وآگاہ بھی رہنا چاہئے اور یہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ دشمن موقع کی طاق میں ہے اور موقع مل جائے تو وہ ہمارے ساتھ کمی کرنے والا نہیں ہم اپنے آپ کو اس موقع سے بچاتے رہیں ایسا نہ ہو کہ پچھلے زمانے کی طرح دشمنوں پر اعتماد کیا جائے اپنی باگ ان کے ہاتھ میں دے دی جائے اپنی کشتی کا ناخدا ان کو بنا کر اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں ڈالا جائے آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کرنے لگیں جس راہ وہ ہمیں لے چلیں ہم وہ راہ چل کھڑے ہوں ماضی قریب کی سیاسی جماعتوں اور کمیٹیوں کے اغواء سے مسلمان ان غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں جن کے نتائج آج یہ رونما ہو رہے ہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے استیصال پر کمر باندھ لی ہے کہیں مرتد کرنے کی کوششیں ہیں کہیں تیغ وتفنگ سے حملے ہیں کہیں قانونی شکنجوں میں کسا جاتا ہے یہ سب اسی ہندو پرستی کا صدقہ جو پچھلے چار پانچ سال مسلمان کر چکے ہیں اب بہت احتیاط کرنا چاہئے کہ کبھی غلطی سے اس غلطی میں مبتلا نہ ہوں کبھی اپنے امور ان کے اختیار میں نہ دیں جس طرح وہ مقابل ہو کر ہماری جان ومال، عزت وآبرو، دین ومذہب کو برباد کرتے ہیں اس سے زیادہ اعتماد حاصل کر کے دوستی کے پیرایہ میں ہمارے ہاتھوں سے ہم کو نقصان پہنچوا دیتے ہیں۔ پچھلے دور میں جب مسلمان ہندوؤں پر اعتماد رکھتے تھے انہوں نے طرح طرح کے نقصان پہنچا کر ہماری قوتوں کو پامال کر دیا۔ اب ہمیں پھر اس داؤ میں نہ آنا چاہئے اس سے زیادہ نقصان ہمیں ان مسلم نما ملت فروشوں سے پہنچا جو بندہ طمع ہندوؤں کے کارندے اور رکارکن اور ان کی آواز ان کے آرگن تھے اور کٹھ پتلی کی طرح ان کے اشاروں پر ناچا کرتے تھے۔ ان کے جوش غضب ومسلم آزاری کے لئے مسلمانوں پر چل جانے والے ہتھیار تھے جنہوں نے ہندوؤں کی ٹکلیاں کاندھوں پر اٹھائیں، پیشانیوں پر قشقے لگائے، سیوا سمتی کے پرتلے گلوں میں ڈالے، اپنے ناموں کے ساتھ پنڈت لال لکھوایا، جے پکاریں، ہندوؤں میں مٹ گئے یا یوں کہئے کہ ہندوان میں حلول کر گئے۔ مجمعوں میں اپنے مسلمان ہونے کا انکار کیا۔ طرح طرح کی خرافات کیں لیکن ہندو سے ناجائز منفعت کی توقع میں اور ناپاک مال کے لالچ میں مسلم کشی پر کمر باندھی۔ اسلامی خصوصیات وامتیازات کو مٹایا۔ اسلامی شعار بند کرنے کی کوششیں کیں۔ شردھانند جیسے دشمن اسلام کو دلی کی جامع مسجد میں منبر پر بٹھایا، وہاں اس کی تصویریں کھنچوائیں۔ گنگا جمنا کی سرزمین کو مقدس بتلایا اور مسلمانوں کو طرح طرح کے نقصان پہنچانے مسلمان انہیں مسلمان سمجھتے تھے یقیناً اگر ہندوان کا واسطہ اختیار نہ کرتے تو مسلمان ان کے جال میں نہ پھنستے ان پر اعتماد تھا بھروسہ تھا ترقی کی حمایت اور حرمین طیبین کی اعانت کے نمائشی مرثیے پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو اپنی طرف سے خیر خواہی اسلام اور دردملت کا یقین دلاتے اور ان کی نواحیں اعتبار حاصل کر کے ہندوؤں کی خواہشیں پوری کرتے رہے، ایسے لوگ انگریزی دان طبقے کے بھی تھے علماء کی وضع بھی تعداد میں کثیر نظر آتی تھی کہاں تک مسلمان نہ بہکتے۔ اور فریب میں نہ آتے مگر بارے الحمد للہ وہ طلسم ٹوٹا اور اس مکروہ خدع کے راز فاش ہوئے۔ مسلمانوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ خیر خواہی کے مدعی دشمن دوست نما تھے اب مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو ایسے خود غرض ملت فروش مسلم کش دشمنوں سے بچانا نہایت اہم اور بہت ضروری ہے۔ برادران ملت بہت حزم

واحتیاط، نہایت دانائی اور بیدار دماغی کا وقت ہے اگر آپ نے غفلت کی سہل انگاری سے کام لیا ان دوست نما دشمنوں کو پھر ایک مرتبہ موقع دیا اور ان کے ذریعے ہندو سورماؤں کو پھر تم پر مسلط پانے کا موقع مل گیا تو آئندہ پھر آپ کی حالت ہرگز اس قابل نہ رہے گی کہ اپنے آپ کو سنبھال سکو اور کسی قسم کی تعمیر و تنظیم تمہیں فائدہ پہنچا سکے اس لئے اس مصیبت عظمیٰ سے پہلے ہوشیار ہو دوست دشمن میں امتیاز کرو اب موقع ہے کہ میں اشارہ اور کنایہ پر اکتفانہ کروں اور صاف کہہ دوں کہ تمہاری دشمن اور ہندوؤں کی کارکن جماعتیں خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء ہیں مجھے ان کے کارناموں کی تفاصیل پر ایک حد تک عبور ہے لیکن میں وہ تمام لکھوں تو طوالت ہو اور اخبار میں اصحاب اس سے خوب واقف بھی ہیں اس لئے اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں کہ تم ہرگز کبھی ایسی جماعت پر اعتبار و اعتماد نہ کرو جو تم سے اسلام کی کوئی خصوصیت کوئی امتیاز کوئی ادنیٰ رسم یا تمہاری کوئی جائز شرعی عرفی یا قانونی حق چھوڑنے کے لئے اشارہ بھی کرے الحذر الحذر

در بہائے بوسہ جانے طلب
میکنند ایں دلستانان الغیاث

الحاصل مسلمان ہندو اور ہندو پرستوں سے پرہیز کریں اپنے امور ان کے ہاتھ میں نہ دیں اپنے آپ کو ان کی رائے کے سپرد نہ کریں، راہزنوں کو رہنما نہ بنائیں ان کی مجالس میں شرکت نہ کریں ان کی چکنی چپڑی باتوں اور درد اسلام کے دعاوی سے دھوکا نہ کھائیں حریفان چابک فن سے بچیں

بھاگ اب پر وہ فردشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

ہندوؤں کے میلوں میں مذہبی رسموں میں کھیلوں تماشوں سانگوں میں جانے سے احتراز اور پرہیز لازم سمجھیں۔ اسی طرح ان کے جلسوں میں شرکت سے اجتناب کریں ہندوؤں کے ٹریکٹ اور اخبار جو مسلمانوں، ان کے مذہبی پیشواؤں اور اسلامی بادشاہوں کی ہجو سے پر ہوتے ہیں، ہرگز نہ دیکھیں کہ ان کے دیکھنے سے رنج اور صدمہ اور طبیعت میں اشتعال پیدا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا باقی معاملات میں جہاں تک وہ اختلاف سے برتاؤ کریں ان کے ساتھ اخلاق برتا جائے مگر جہاں سے مذہب کی سرحد شروع ہو اس میں ہر غیر مذہب والے سے کنارہ کیا جائے۔

ہندو حملہ آور ہوں تو کیا کرنا چاہئے:

اسی سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں ہندوؤں میں حملے کی تیاریاں پائی جائیں وہاں فوراً احکام کو مطلع کر کے فساد روکنے اور امن قائم رکھنے اور اپنی جان و مال کی حفاظت کی استدعا کی جائے۔

نیز یہ کوشش کی جائے کہ بازاروں اور سڑکوں میں گانے اور باجے کے ساتھ ہر جلوس ممنوع قرار دیا جائے خواہ وہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا اگرچہ مسلمانوں کا کوئی جلوس دل آزار نظموں اور توہین آمیز گیتوں پر مشتمل نہیں ہوتا لیکن چونکہ ہندوؤں کے جلوس جو آئے دن نکلتے رہتے ہیں ان میں ایسی اشتعال انگیزیاں ہوتی ہیں اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ فتنہ کی بنیاد ہی قطع کی جائے۔ گو اس میں ہم پر بھی ایک پابندی عائد ہے۔

ہندو سنگھٹن:

ہندو سنگھٹن اور مہا سبھا اور سیوا سمتی کی جماعتیں جنہوں نے ملک کی فضا میں شورافشاں کر کے جنگ و جدل کی آگ بھڑکا دی ہے اور ان کی وجہ سے ہم جانی اور مالی بہت سے نقصان اٹھا چکے ہیں اور ہماری امن خطرہ میں پڑ گئی ہے ان کی کارگزاریوں کو غور کی نظر سے دیکھ کر حسب موقع گورنمنٹ کو ان کے طرز عمل سے آگاہ کرتے رہنا چاہئے۔ اور کافی ثبوت بہم پہنچا کر گورنمنٹ سے چارہ جوئی کرنا۔ ہندو کثیر التعداد۔ کثیر المال حکومت کے ایوان و دفاتر میں دخیل و باریاب ہر جگہ انہیں کی کثرت وہی صاحب اسلحہ باوجود اس کے وہ رات دن جن سرگرمیوں اور تیاریوں میں مصروف ہیں وہ ہمارے لئے سخت خطرہ ہیں اور جب سے یہ تیاریاں شروع ہوئی ہیں ملک کی امن کس خدشہ کی حالت میں ہے گورنمنٹ کو اس پر توجہ دلائی جائے غرض واقعات پیش آنے سے پہلے مسلمان حکومت کو حالات سے باخبر کریں اور اپنی حفاظت کی تدابیر دریافت کریں۔ اگر کہیں حفظ ماتقدم کی تدابیر کام نہ دیں اور دشمن حملہ آور ہو جائے تو تمام کوشش اور کامل جدوجہد اور اتفاق کیے ساتھ قانونی چارہ جوئی کر کے ظالم کو سزا دلانا چاہئے ایسی حالت میں ہندو اور ہندوؤں کے زیر اثر وکلاء سے کام نہ لیا جائے اور حکام کو واقعات کی اطلاع دینے میں پوری کوشش کی جائے۔ پٹے ہوئے مسلمان گھروں میں چھپ کر نہ بیٹھیں دادخواہی کے لئے حکومت کے دروازہ پر پہنچیں۔

حکومت کا محکمہ تفتیش:

حکومت کا محکمہ تفتیش بیشتر ہندو اور مسلمان افراد ہی پر مشتمل ہے اور ہندوؤں کی تعداد ہر صیغہ میں زیادہ ہے اور وہ خواہ کسی صیغہ میں ہوں مذہبی اور قومی جذبات میں دوسرے ہندوؤں سے کچھ کم نہیں ایسی حالت میں جب تفتیش ان کے ہاتھ میں ہو تو انہیں ہماری نقصان رسانی کے بہت سے مواقع مل سکتے ہیں اس کے لئے مسلمانوں کو ہر مقام پر خواہ وہاں ہندوؤں سے جنگ کا خطرہ ہو یا نہ ہو ایسے افراد کی ایک جماعت بنا لینا چاہئے جس کا چال چلن قابل اعتراض نہ ہو ذی وجاہت ہوں ہمدرد اسلام ہوں ہندوؤں کے قرض وغیرہ کا دباؤ ان پر نہ ہو جماعت تفتیش کنندہ کے نام سے موسوم ہو اس جماعت کا یہ فرض ہو کہ ہندو مسلمانوں کے ہر معاملہ میں فوراً پہنچے اور تفتیش کے وقت پولیس کے ساتھ رہ کر نگرانی کرے اور اپنے مقدور تک واقعات کی اصل حقیقت دریافت کرنے میں پولیس کو مدد دیں اور بہت دانائی کے ساتھ تفتیش کنندوں کے کام پر غور کرے اور انہیں غلطی میں مبتلا ہونے سے بچائیں اور مظلوم مسلمانوں کو جو عادتاً گھروں میں چھپ بیٹھا کرتے ہیں اور اس خوف سے کہ بدنی اور مالی نقصان اٹھانے کے بعد ہندوؤں کی چالاکیوں سے ہمیں قانون کا شکار بھی بنیں گے وہ چھپتے اور بچتے پھرا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو تسلی دے کر سامنے لائیں اور ان سے ان کی حالتوں کا اظہار کرائیں اور مقدمات میں نہایت خوبی کے ساتھ پیروی کریں یہ انتظام ناگزیر ہے اگر یہ انتظام کر لیا گیا تو ممکن ہے کہ مسلمان ایک حد تک حریفوں کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں مسلمانو! بیدار ہو، اپنے کام خود سنبھالو، اپنے آپ کو ہمسایہ قوم کی بے رحمی کے حوالہ نہ کرو، خود اپنی حفاظت کی تیاری کرو۔ آخر خواب غفلت تا کجے۔

سوراج:

آج کل سوراج کی تجویز درپیش ہے اور جس سبز باغ کی طمع میں مسلمانوں نے بہت نقصان اٹھائے ہیں وہ درحقیقت ہندو راج ہے خدانخواستہ اگر اس تمنا میں ہندو کامیاب ہو گئے تو یہ اسباب ظاہر یہ مسلمانوں کے استیصال کی بنیاد ہیں ابھی سوراج نہیں ملا ہے تو ہندوؤں کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے کہ ہمیں جان و مال اور سب سے زیادہ عزیز پیارے مذہب کے لالے پڑ رہے ہیں خدا نہ کرے سوراج مل گیا تو پھر ہندو مسلمانوں کو لقمہ ہی کر جائیں گے واقعات نے پردہ کھول دیا ہے اس لئے میں اس ضمنی بحث کو صرف یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ ہم سوراج کو مسلمانوں کے حق میں ایک تباہ کن مصیبت سمجھتے ہیں اب میں مسلمانوں کی معاشرت کے متعلق اجمالی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

معاشرت:

ہماری معاشرت اس وقت جیسی خراب ہے اور ہم جس نازک حالت کو پہنچ گئے ہیں وہ ظاہر ہے ہمارے پاس زمینیں نہیں رہی ہیں بود و باش کے لئے جھونپڑے تک بھی نہیں ہیں مسلمان قصبوں اور ضلعوں میں اکثر کرایہ کے مکانوں میں رہتے ہیں اور جو کسی مکان کو اپنا مکان بتاتے ہیں وہ مجازاً بتاتے ہیں حقیقتاً وہ مکان کسی ہندو کا ہوتا ہے جو ابھی تک ان کے نام سے تو موسوم ہے لیکن قرضہ میں مکفول ہے اور ان کے استطاعت سے باہر ہے کہ اسے واگذاشت کرا سکیں۔ بہت نادر لوگ ہوں گے جو اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوں ملک میں ہماری ایک مسافر کرایہ دار کی سی حیثیت رہ گئی ہے یہاں کی زمینوں سے ہماری ملک اٹھ چکی ہے اسی وجہ سے اب ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ان خانہ بدوشوں کو ملک سے بدر کر دینا چاہئے جو نہ کسی حصہ زمین کے مالک ہیں نہ معاش کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں اور بظاہر جو حصہ ہائے آبادی ان کے قبضے میں ہے قریب قریب ان کے برابر ہندوؤں کے سودی قرضے بھی ہیں تو اب ملک خالص ہندوؤں کا ہے کیا وجہ ہے کہ ان خانہ بدوشوں کو اس ملک میں رہنے دیا جائے ہمارا ذریعہ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو تو اب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے رہیں گورنمنٹی ملازمتیں ان کا حصول طول امل ہے اگر رات دن کی تگ و دو اور ان تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش بھی پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت تک قرض کا اتنا بار ہو جاتا ہے جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے پھر ہندوؤں کی اکثریت سے بعض آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں اور ان کے ساتھ گذارا کرنے کے لئے مجبوری ان کی خوشامد اور مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا پڑتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان اہل معاملہ مسلمان اہلکاروں کے عموماً شاکی ملتے ہیں ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہئے اور حرفتوں کے عیب ہونے کا خیال جو درحقیقت ہندوؤں کی صحبت کا اثر ہے اپنے دماغوں سے نکال ڈالنا چاہیے اعلیٰ اہل کار ادنیٰ فروگذاشت پر برخواست ہو کر نان شبینہ کا محتاج ہو جاتا ہے اور اس کی متوسط حیثیت افسر کی ایک گردش چشم سے خاک میں مل جاتی ہے پھر وہ عمر بھر شکستہ حال دربدر پھرا کرتا ہے جو لوگ کل تک اس کی عزت بلکہ خوشامد کرتے تھے وہی اسے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں اب اس کی تمام قابلیتیں ہیچ ہیں سندیں بے کار ہیں زندگی کا وبال ہے اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیونکر ہو سکے خود تباہ اور نسل برباد لیکن اگر وہ پیشہ ور ہوتا ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا نوکری گئی بلا

سے اس کا ذریعہ معاش اس کے ساتھ ہوتا ہمیں نوکری کا تو خیال ہی چھوڑ دینا چاہئے نوکری کسی قوم کو معراج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی دستکاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہئے یہ وہ دولت ہے جو نہ دشمن چھین سکتا ہے نہ کہیں رہن یا مکفول ہو سکتی ہے۔ بے منت روزی کا ذریعہ ہے جن قوموں کے ہاتھ میں کوئی حرفت یا پیشہ ہے وہ ان نوکری کرنے والوں سے بدرجہا بہتر زندگی بسر کرتے ہیں۔

دوسرا کام تجارت ہے جس کو ایک نامعلوم مدت سے مسلمانوں نے عیب قرار دے رکھا ہے حریف قوم تجارت ہی کی بدولت صاحب ثروت ہوئی۔ آج ہماری زندگی کی ضروریات انہیں قوموں کے ہاتھ میں ہیں جنہوں نے ہمیں اعلان جنگ دے دیا ہے۔ ہر قسم کی تجارت میں وہ دخیل ہیں اور مسلمانوں کی دولتیں روز بروز ان کے قبضے میں آتی چلی جاتی ہیں۔ ہر بڑی سے بڑی چیز ابتداء میں بہت چھوٹی ہوتی ہے اور وہ بتدریج بڑھتی ہے مسلمان یہ خیال چھوڑ دیں کہ جب تک ہزار ہا روپیہ کا سرمایہ نہ ہو تجارت نہ کریں گے تھوڑے سرمایہ سے کام شروع کریں اور مستعدی و نیک نیتی سے کرتے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ میں یہ چھوٹا کام ہی بڑھ کر بڑا ہو جائے گا۔ میں اکثر اپنی تحریروں میں تجارت پر زور دیتا ہوں کئی صاحبوں نے میری تحریک سے تجارت شروع کی ان کا سرمایہ نہایت قلیل تھا مگر اب تھوڑے ہی دنوں میں انہوں نے اپنا کام بہت بڑھا لیا۔ روزانہ کے خرچ اسی دوکان سے نکالتے ہیں اور دوکان میں بھی زیادہ کرتے جاتے ہیں۔ کچھ پس انداز بھی کر لیتے ہیں۔ جس قدر روپیہ لگایا تھا اس سے زیادہ مال اس وقت دوکان میں موجود ہے اتنا ہی دوسروں پر قرض ہے اور جو کھایا خرچ کیا وہ اور نقد اس کے علاوہ ہے درحقیقت یہ خیال کہ اگر بڑا سرمایہ نہ ہوگا تو ہمارا کام چل ہی نہ سکے گا تجارت کے اصول سے ناواقفی ہے۔ ہمسایہ قوم کو دیکھئے جو تجارت میں بہت ماہر ہے اور جس کا تجارت پیشہ ہو گیا ہے۔ ان میں اگر لاکھوں اور کروڑوں کے سرمایہ دار بھی ہیں تو ان میں وہ بھی ہیں جو زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے کے چنے یا سگریٹ اور پان لے کر بیچتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی کم حیثیت وہ ہیں جو آلو کی چاٹ کے خوانچے لگاتے ہیں ان کے سرمایہ پر نظر کیجئے اور پھر یہ دیکھئے کہ چاٹ بیچ کر یا اپنے تمام کنبے کی پرورش کرتے ہیں مکان بناتے ہیں شادی بیاہ کرتے ہیں، بیماری اور موت کے خرچ اٹھاتے ہیں۔ قومی اور مذہبی کاموں میں دیتے ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد معقول رقم پیدا کر کے دوکان لے بیٹھتے ہیں ہم کیوں خواب غفلت میں ہیں ہم پر کیا ادبار ہے نوکری کی تلاش میں پریشان حال مارے پھریں۔ عمر گزر جائے مگر تجارت نہ کریں اگر سبزی یا میوے بھی بیچتے تو بسر اوقات کی شکل نکل آتی۔ پان، چھالیہ، سگریٹ، دیا سلائی لے کر بھی بیٹھ جاتے تو کچھ نہ کچھ ہاتھ آتا اور ذلت کے ساتھ دھکے کھانے سے بچتے۔

برادران اسلام! تمہارے بزرگ تجارت کرتے تھے تجارت عیب نہ سمجھی جاتی تھی۔ تجارت کرو اور ضروریات زندگی کی تجارت کرو۔ کھانے پینے، پہننے اور اور ضرورت کی چیزیں کبھی نہیں رکتیں سرمایہ کم ہو تو خوف نہ کرو۔ اللہ پر بھروسہ کر کے کام شروع کرو دوار دوسرے مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی تجارت کو ترقی دینے میں مدد کریں۔ اس کی ہمت افزائی کا خیال رکھیں اس کی تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کریں۔ سرمایہ دار اصحاب کسی اطمینان کے بعد معمولی نفع تجارتی پر اس کو روپیہ دیں اگر وہ ضرورت سمجھتا ہو اور تجارت کو روپے کی ضرورت ہو بہتر ہو کہ ہر مسلمان چند مسلمانوں کے مشورہ کے بعد اپنا کام شروع کرے اور مشیر اپنی بہتر رائے سے اس کی مدد کریں۔ بیکار لوگوں کو چھوٹی چھوٹی تجارتیں شروع کرائی جائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے مسلمان ان سے خریداری کریں۔ سائل جو مختلف صورتوں میں شب و روز آتے رہتے ہیں انہیں کو رفق و محبت کے ساتھ تجارت یا حرفت پر آمادہ کیا جائے اور وہ تیار ہو جائیں تو ان کو سوال سے روکا جائے اور مسلمان خود ان کے لئے ایک معمولی چندہ کریں جو ایسی ادنیٰ رقموں سے جمع کیا جائے جو معمولاً سائلوں اور دریوزہ گروں کو دی جاتی ہیں پھر انہیں اپنی نگرانی میں کوئی کام کرا دیا جائے اور نگرانی رکھی جائے اس میں ہر طرح کی صورتیں پیش آئیں گی اور ہر قسم کے آدمیوں سے واسطہ پڑے گا مگر تحمل و برداشت سے کام کئے جائیں انشاء اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

نکمے اور بے کار لوگوں کے لئے بھی شغل سوچے جائیں اور ان کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا کام تلاش کرنا چاہئے جو ان کی معاش کا ذریعہ ہو سکے۔ خواہ وہ مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ یا قبرستان کی خدمت یا نگرانی ہی ہو۔ ہر شخص کو یہ لازم کر لینا چاہئے کہ وہ اپنے کسب سے کچھ نہ کچھ زمین خریدے اور اپنے مسکن حاصل کرنے کے لئے شاقہ محنت اٹھائے۔ بلکہ اگر نامناسب نہ ہو تو بجائے دولت و مال، تعلیم سند کے شادی کے وقت یہ دریافت کیا جائے کہ لڑکے نے اپنے کسب و محنت سے کتنی زمین خریدی ہے خواہ باپ نے کیسی کثیر جائیداد چھوڑی ہو مگر لڑکے کو اس وقت تک لائق نہ سمجھنا چاہئے جب تک وہ اپنے زور بازو سے کچھ پیدا نہ کرے ماں باپ خواہ کیسے ہی غنی، دولت مند، جاگیردار یا تاجر ہوں مگر یہ ضروری سمجھیں کہ پندرہ سال کے بعد لڑکے کو کوئی نہ کوئی معاش کا کام شروع کرا دیں۔ اگر وہ تعلیم پاتا ہے تب بھی اس کے لئے ایسا کام ٹھیک یا تجارت تجویز کریں جس میں وقت کم صرف ہو مگر آمدنی پیدا ہو سکے تاکہ بچے اس عمر سے تجارت یا حرفت اور کسب مال کے خوگر، عادی ہو

جائیں۔ ہر بچے کے لئے روز پیدائش سے ایک پیسہ یومیہ جمع کیا جائے تو سالانہ کے حساب سے پندرہ سال میں چوراسی روپے جمع ہو سکتے ہیں ابتدائی کام شروع کرنے کے لئے یہ رقم کچھ بڑی نہیں ہے بہت سی تجارتیں ایسی ہیں جنہیں آدمی تعلیم کے ساتھ جاری رکھ سکتا ہے ان میں وقت بہت کم صرف ہوتا ہے بچوں کی تجارتوں کی نگرانی والدین رکھیں اور انہیں والدین مدد دیں۔ مسلمانوں کی تجارت مسنون و موجب برکت ہے مگر خدا جانے کیا مصیبت ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان تجارت سے بالکل بیگانہ ہیں اس کے علاوہ ترقی کا دارومدار تجارت پر ہے یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ تجارت ہماری بقا کے لئے بھی ضروری ہے ہماری زندگی کی ضروریات اغیار کے ہاتھ میں ہیں ہمیں اس وجہ سے ہر وقت ان سے دنیا اور ان کی ناجائز خوشامد کرنی پڑتی ہے اور اندیشہ رہتا ہے کہ اگر وہ ہم سے خفا ہو گئے تو ہمارا کھانا پینا بند کر دیں گے چنانچہ کئی جگہ ایسا بھی ہو چکا ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے لین دین ترک کر دیا۔ غلہ ان کے ہاتھ میں تھا اب بجز بھوکے مرنے کے اور کیا صورت تھی۔ اگر ہمارا بھی اس تجارت میں دخل ہوتا تو وہ ہمیں اس طرح مجبور نہ کر سکتے۔

حیرت ہے کہ زمانہ کے انقلاب مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت نہیں ثابت ہوتے اور کسی مصیبت سے ان کی آنکھ نہیں کھلتی۔

برادران ملت نوکری اور ملازمت کے خیال چھوڑ کر تجارت پر ٹوٹ پڑو تو دیکھو تھوڑے عرصے میں تم کیا ہوئے جاتے ہو۔

مصارف:

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے مصارف کم کرنے کی شب و روز فکر کرنی چاہئے اس سے یہ مدعا تو نہیں ہے کہ امور خیر بند کئے جائیں اس کا تو وہی مشورہ دے گا جسے خیر سے ضد ہو مگر مقصد یہ ہے کہ فضول خرچ سے جو مسلمانوں کی امتیازی خصلت بن گیا ہے بچو اور جہاں تک ممکن ہو کم سے کم خرچ میں کام چلاؤ بے اندازہ خرچ کے سامنے سلطنت بھی کوئی چیز نہیں ہے خرچ کم کرنے کے لئے جماعتی اثر سے بھی کام لو اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنے اولاد کی شادی کے لئے سودی قرض لے کر دعوت کی ہے اس کے یہاں شرکت کرو۔ دعوت نہ کھاؤ تاکہ آئندہ پھر دوسرے کو اس کی جرأت نہ ہو بلکہ بہتر یہ ہے کہ شادی اور بیاہ کے موقع پر برادری کے منتخب اشخاص یا اعزہ و اہل محلہ سے مشورہ کیا جائے کہ شادی کرنا ہے اس میں کتنا خرچ کیا جائے وہ اس شخص کی حیثیت اور اولاد اور خرچ کا حال معلوم کر کے اس کو اتنے خرچ کی اجازت دے جس کا برداشت کرنا اس کی موجودہ حالت سے دشوار نہ ہو اگر اس سے زیادہ خرچ کرے تو شرکت نہ کرے روزمرہ کے خرچ فکر کر کے گھٹائے جائیں اس میں زیادہ نفع ہے گو بالفعل بچت تھوڑی نظر آئے کھیل تماشے دیکھنا بالکل موقوف کرو ناٹک اور تھیٹر وغیرہ میں جہاں تک معلوم ہو سکا ہے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے زیادہ ہوتی ہے باوجودیکہ ملک میں ہندو مسلمانوں سے سہ چند زیادہ ہیں۔ یہ خصلتیں ہمیں برباد کر رہی ہیں۔ انہیں چھوڑو اور غور کر کے ہر فضول اور بے فائدہ کام میں مال ضائع کرنے سے بچو۔ اسراف کی حالت میں آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی تو قرض لینا پڑتا ہے یوں قرض نہیں ملتا تو سود کی مصیبت اختیار کی جاتی ہے۔

سودی قرض:

سودی قرض وہ بلا ہے جو لیتے وقت تو مال مفت معلوم ہوتا ہے اور اس روپیہ کو آدمی بڑی بے دردی سے خرچ کرتا ہے لیکن وہ بہت جلد گھر بار نیلام کر کے محتاج بنا دیتا ہے اس کی صد ہا نہیں بلکہ کروڑوں نظیریں موجود ہیں۔

مسلمانوں میں فیصد پانچ آدمی مشکل سے ایسے نکلیں گے جنہیں قرض لینے سے احتیاط ہو امیر سے لے کر غریب تک ہر ایک اسی مصیبت میں گرفتار ہے روزانہ کچہریوں میں سود کی ڈگریاں اور قرقیاں نکلتی رہتی ہیں اور مسلمانوں کے مال دشمنوں کے قبضے میں پہنچ کر اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں صرف ہوتے ہیں۔ ہندو ہمارے خون چوس گئے اور ہم سوتے ہی رہے۔ ہر شخص قرض لیتے وقت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ یہ قرض بہت جلد باسانی اپنی موجودہ آمدنی سے ادا کر دے گا یا یہ وہم بندھ جاتا ہے کہ کوئی غیر معمولی آمدنی عنقریب ہو جائے گی بس فوراً یہ روپیہ ادا کر دیا جائے گا۔ بہت سے لوگ دست غیب کے عمل اور کیمیا کے بھروسے جائیداد کھو بیٹھتے ہیں اور روزانہ کے بے شمار تجربوں سے یہ سبق حاصل نہیں کرتے کہ سودی قرض میں یہ نحوست ہے کہ ادا ہی نہیں ہوتا آمدنی کم ہو جاتی ہے اور پھر آدمی اپنا خرچ پورا کرنے کے لئے سودی قرض لینے پر مجبور ہو جاتا ہے جو آمدنی پہلے ہی کافی نہ تھی قرض کے بعد کس طرح کافی ہو سکتی ہے۔ آپ ہماری عقل کیا ہوئی جو ہمیں یہ بتاتی کہ جو مصارف آج پورے نہیں ہوتے جن کی وجہ سے قرض لیا جاتا ہے جائیداد نیلام ہونے کے بعد کہاں سے پورا ہوا کریں گے اس وقت جو تدبیر کی جانے گی وہ آج کر لی جائے تو جائیداد بچ رہے اور ہم کل بھیک مانگنے سے تو محفوظ رہیں۔ افسوس ہماری حمیت کہاں جاتی رہی جو قرض خواہوں کے رسوا کن تقاضوں اور ڈگریوں اور گرفتاریوں اور نیلاموں کی ذلتوں سے ہمیں بچاتی۔

سود خوار ہم خونی سفاک قاتل سے زیادہ ظالم و بے رحم ہوتا ہے ہندوؤں نے بھی یہ عجیب مزاج پایا جانوروں پر تو بڑا رحم ہے ان کے

پیچھے معزز انسانوں کے خون گوارا ہیں چیونٹیوں کے بلوں میں شکر ڈالتے پھرتے ہیں مگر انسانوں کو سود کی کند چھری سے نہایت سخت دلی کے ساتھ ذبح کرتے ہیں کہتے تو یہ ہیں کہ یہ سب آ بنساہے ہمیں کسی کا ستانا گوارا نہیں مگر ان کی بے رحمی کے مقابل قتل کا ظلم کچھ وزن نہیں رکھتا ایک قاتل ایک وار میں اپنے دشمن کو ماردیتا ہے وہ چند منٹ تکلیف اٹھا کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے چندروز اس کے اعزہ غم اور سوگ کر کے خاموش ہو جاتے ہیں قاتل کا غصہ بھی قتل کر کے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور پھر اپنے دل میں انصاف کر کے نادم ہوتا ہے اپنے ظلم کے تصور سے خود بے قرار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور ڈھونڈتا ہے کہ کسی طرح اپنے ظلم کی تلافی کرتا مگر کوئی صورت ایسی اس کے اختیار میں نہیں ہوتی تو اپنی زندگی کے دن اسی رنج وتعب میں نہایت بدمزہ گزارتا ہے اور بعض تو اس تلخ زندگی کو نہ برداشت کر کے خودکشی کر لیتے ہیں، بعض خود حاضر ہو کر حکومت کے سامنے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہیں لیکن بے رحم سود خوار کسی کے آرام اور راحت کو نہیں دیکھ سکتا ہر دولت مند کی دولت کو تاکتا رہتا ہے اور جب تک اس کا خاتمہ نہیں کر دیتا اسے چین نہیں آتا ہے۔ اس کی تباہی و بربادی اس کے خاندان اور کنبے کی بدحالی ان کی نسلوں کی ذلت وخواری اس کے عین تمنا ہوتی ہے کل تک جو عزت وثروت کی زندگی بسر کرتے تھے صاحب خدم وحشم تھے انہیں آج بدن چھپانے کو کپڑا میسر نہیں ان کے مرادوں مانگے ناز پروردہ نور نظر بھوک سے بیدم ہیں جن کے غلام بھی پیادہ نہ چلتے تھے ان کو آج جھونپڑا بھی میسر نہیں مگر سود خوار حریص اس طرح کنبے کے کنبے تباہ کر کے گھرانے کے گھرانے برباد کرتا ہے اور کبھی اس کو ان کی مصیبت پر رحم نہیں آتا اسلام نے یہ بے رحمانہ خصلت گوارا نہ فرمائی اور سود خواری حرام کر دی جس کی بدولت آدمی حرص میں اندھا ہو کر اپنے معزز وموقر بنی نوع کی ذلت ورسوائی اور دائمی تکلیف ومصیبت کا آرزومند ہو جاتا ہے۔

غرض سود ایک عام مصیبت ہے جس نے ہمیں برباد کر دیا اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ اس طوفان سے نجات حاصل کرنے کی کیا تدبیر ہے۔ بہت سے لیڈروں نے لیکچر دیئے چندے کئے مگر کبھی یہ فکر نہ کی کہ مسلمانوں کو سود کی بلا سے بچانے کی کوئی سبیل نکالی جائے اب جلد سے جلد ہمیں اس طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے۔

سود سے کس طرح نجات حاصل کی جائے:

(۱) شریعت طاہرہ کے دامنوں میں پناہ لو۔ اس کے احکام کی تعمیل کرو جس میں سود کھانا ظلم بے رحمی اور خون ناحق سے زیادہ سنگدلی ہے۔ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے اسی طرح سود دینا بھی اپنے نفس اور اپنے خاندان پر ظلم اور خودکشی کا مترادف ہے اسکو بھی ایسا ہی حرام فرمایا ہے۔ اب تک اگر مسلمان اس حکم کی تعمیل نہ کر کے برباد ہوئے تو اب تو ہوش میں آئیں اور پہلی بربادیوں کا علاج یہ ہے کہ سود دینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور سچی توبہ کریں کہ آئندہ خواہ کچھ بھی حال ہو مگر سودی قرض نہ لیں گے ہر مصیبت برداشت کریں گے مگر سود کی مصیبت سے بچیں گے تمام مسلمان چھوٹے بڑے امیر غریب سب اس کا عہد کریں اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے اور سودی قرض لے اس سے لین دین میل جول ترک کر دیں۔ اس پر عمل کیا جائے تو تباہی کا سلسلہ تو ابھی منقطع ہو جائے اور آئندہ کے لئے تو اس مصیبت سے تو اطمینان ہو اور یہ کچھ دشوار نہیں ہے کیونکہ سودی قرض اسی کو ملتا ہے جو اس سے زیادہ کی جائیداد مکفول کرتا ہے۔ یا زیور برتن وغیرہ رہن رکھتا ہے تو جو اتنا اثاثہ رکھتا ہو وہ سودی قرض نہ لے کچھ چیز فروخت کر ڈالے اگر ضرورت کے وقت ارزاں بھی فروخت کی تو وہ نقصان جب بھی نہ ہو گا جو سودی طوفان سے ہوتا ہے۔ اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ نام ونمود اور شان وشوکت عیش وعشرت کے لئے جو قرض لیتے ہیں انہیں تو اس سے باز رہنا آسان ہے۔ لیکن جو آسمانی بلاؤں اور ناگہانی آفتوں سے مجبور ہو کر لیتے ہیں گو وہ بہت کم ہی دیگر، کیا کریں جائداد فوراً فروخت نہیں ہو سکتی اور مصیبت فرصت نہیں دیتی مجبوری قرض لینا پڑتا ہے اس کا ایک جواب تو میں عرض کر چکا ہوں کہ زیور جائداد نکل جانے کے بعد جو کچھ وہ جب کرتے ہیں آج کریں۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے قرض حسن لیں اور اپنا کام چلائیں۔ حاجت پوری ہونے کے بعد بتدریج یا جس طرح سہل ہو اس قرض کو ادا کر دیں ان کے احباب اور محلہ داران کی مصیبت رفع کرنے میں کافی امداد دیں اور ایک دوسرے کی دستگیری اپنے ذاتی نفع کے لئے اپنا مقصود سمجھیں۔ خود غرضی سے بچیں یہ نہایت بری خصلت ہے۔

ذخیرہ قرض حسن (یا) اسلامی بیت المال:

اب ہم اپنی اصلاح کے لئے مجبور ہیں کہ وقتی اور فوری ضرورت کے لئے کوئی ایسا ذخیرہ تیار رکھیں جو مصیبت کے وقت ہمارے کام آئے اور ہمیں قدر ضرورت قرض حسن دے سکے تا کہ ہمیں پھر کسی کافر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اٹھانی نہ پڑے اس کی چند تدبیریں ہیں ایک یہ کہ ہم ذخیرہ قرض حسن جمع کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے:

۱۔ ہر باکار اور خوش حال شخص جو کسی طرح اپنی بسر اوقات کر لیتا ہے اگر وہ صاحب اولاد ہے تو اپنی اولاد سے ایک لڑکا زیادہ فرض کرے اور اگر صاحب اولاد نہیں ہے تو فرض کرے کہ اس کے ایک فرزند ہے اور روزانہ وہ اپنے اسی فرضی فرزند کے نام سے حسب حیثیت دو آنے چار آنے پیسہ دو پیسہ جیسی گنجائش ہو ایک مقفل صندوقچہ میں ڈال دیا کرے۔ چاہے مقدار کم ہو مگر ترک نہ ہو ناغہ نہ ہو۔ یہ عمل روزمرہ جاری رہے مگر صاحب اولاد جس قدر اپنی اولاد کو دیتا ہے اس سے کم اس صندوقچہ میں نہ ڈالے۔ اس طرح اگر ایک قصبہ میں بیس ہزار مسلمان ہیں اور ان میں بوڑھے بچے بیکار نادار چھوڑ کر کم سے کم چھ ہزار مان لئے جائیں اور فرض کیا جائے کہ ادنیٰ درجہ ایک پیسہ یومیہ اس ذخیرہ کے لئے جمع کرتے ہیں تو قریب چورانوے روپے یومیہ جمع ہونے لگیں اور ایک ماہ میں دو ہزار آٹھ سو بیس اور چھ مہینے سولہ ہزار نو سو بیس روپے ایک معمولی قصبہ میں جمع ہو جائیں اور نہ کچھ دشواری ہو، نہ بار، یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ صرف ایک پیسہ یومیہ فرض کیا جائے اور حسب حیثیت جمع کیا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ہوگا اور یہ مقدار بھی اس قابل ہے کہ فوری اور وقتی مجبوریوں کے لئے مسلمان سودی قرض سے بچ سکیں۔ اگر اس تدبیر پر عمل کیجئے تو آپ چھ مہینے میں اس قابل ہو سکتے ہیں کہ آپ کا کوئی بھائی مہاجن کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لئے مجبور نہ ہو۔

۲۔ شادی بیاہ، تقریبات، مہمانوں کے ورود، عیدیں، شب برات، محرم، اعراس وغیرہ کے موقعوں پر جہاں آپ کو اپنی اولاد یا اعزہ اور مہمانوں کے لئے وسیع خرچ کرنے پڑتے ہیں حسب حیثیت اس ذخیرہ کو بھی ایک لڑکے یا مہمان کے برابر حصہ دیجئے اور اسی صندوق میں جمع رکھیئے۔

۳۔ سوداگر اپنی تجارتوں میں، مزدور اپنی مزدوریوں میں، اجیر اپنے کرایہ میں، ایک پیسہ روپیہ کے اوسط سے قومی ذخیرہ کے لئے وصول کرے اور امانت داری سے اس کو ذخیرہ میں جمع کر دے اور لیتے وقت ہی اس کو اپنے مال کی قیمت یا مزدوری اور کرایہ کے داموں سے علیحدہ رکھے اور اس کو اپنے تصرف میں لانا سخت خیانت سمجھے اس طریقہ سے بھی بہت کافی رقم جمع ہوگی۔ جن لوگوں کو یہ روپیہ قرض دیا جائے پہلے تحقیق کر لیا جائے کہ انہیں مجبور کرنے والی ضرورت درپیش ہے اور اس کی اور کوئی سبیل ان کے پاس نہیں، پھر یہ روپیہ ایک پرامیسری رقعہ یا کوئی اور ایسی قانونی تحریر لکھا کر دے دیا جائے جس کی رجسٹری بھی ضروری نہ ہو اور وہ بے سود جائز بھی ٹھہرے۔ اس روپے کی ادا کے لئے وہ طریقہ تجویز کیا جائے جس سے مستقرض بآسانی وہ رقم ادا کر سکے خواہ زیادہ مدت میں، وعدہ کے مطابق رقم کی وصولی کی کوشش کی جائے لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ شخص فی الحال اس رقم کی ادا کے قابل نہیں ہے یا ادا سے سخت دشواری میں پڑ جائے گا تو اس کو مزید مہلت دی جائے کیونکہ درحقیقت یہ رقم اپنے بھائیوں کی اعانت ہی کے لئے ہے۔ ہر گاؤں اور ہر محلّہ میں وہاں کے باشندوں کی ایک مجلس بنائی جائے جس کا نام انجمن قرض حسنہ ہو اس مجلس کے اراکین ایک معتمد شخص کو انتخاب کر کے امین قرار دیں وہ اس روپے کو اپنے پاس جمع رکھے اور اس کا مکمل حساب اس کے پاس ہو اور ہر ہفتہ آمد و خرچ سنایا کرے۔ اس کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا جائے تو بہت بہتر، جب رقم دو سو روپے تک پہنچ جائے تو اس کو کسی اطمینان کی جائے جمع کر دیا جائے اور اگر اہل محلّہ کی یہی رائے ہو تو ابتدا ہی سے رقم کسی اطمینان کی جگہ خواہ بینک میں امانت رکھ دی جائے مگر اس طریق پر کہ اس کا وصول کرنا ہر وقت ممکن ہو۔

انجمن قرض حسن کے ممبران کا فرض ہے کہ وہ اس رقم کے جمع کرنے کی کوشش کرے اور ہر شخص سے روزانہ لے لیا کریں خواہ وصول کا کام مسجد کے مؤذن یا امام صاحب کے سپرد کیا جائے یہ قرض کا سیلاب روکنے کی تدبیریں تھیں کہ جو شخص قرض سے توبہ کرے اور مصارف کم اور ضروریات محدود کر کے بھی وہ کسی وجہ سے قرض لینے کے لئے مضطر ہوں ان کا کام نکال دیا جائے تا کہ آئندہ کے لئے سودی قرض کا سلسلہ بند ہو۔ لیکن جو لوگ مقروض ہیں اور رات دن سود کا بار ان پر بڑھتا چلا جا رہا ہے وہ کیا کریں۔

ادائے قرض کی تدبیر:

۱۔ قرض معمولاً دیا ہی جب جاتا ہے جب اس سے کئی گنا زیادہ قیمت کی جائیداد مکفول کر لی جاتی ہے یا زیور گروی کیا جاتا ہے۔ یا اور کسی چیز سے اطمینان کر لیا جاتا ہے اب ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہم فوراً اس چیز کو فروخت کر کے قرض کی یہ نحوست ہوتی ہے کہ وہ جب تک کل جائیداد فنا نہ ہو جائے ادا کرنا نہیں چاہتا اور باطل امیدوں کے بھروسہ پر قرض کا بار پڑتا رہتا ہے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم یہ باہمی تعلقات کے دباؤ سے اپنے بھائیوں پر اثر ڈالیں اور انہیں فوراً قرض ادا کر دینے پر مجبور کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہم انہیں چھوڑ دیں اور ان کے کسی حال میں ان کے ساتھ شرکت نہ کریں۔ یہاں تک کہ وہ سودی قرض سے سبکدوشی حاصل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس طرح بہت سے قرضوں سے نجات ہو جائے گی۔

۲۔ گورنمنٹ سے استدعا کرنا چاہیئے اور جو ہمارے نمائندے گورنمنٹ کے ایوان میں رہیں وہ سوال اٹھائیں کہ کیا سبب ہے جو سود کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی جس کے بعد وہ کبھی نہ بڑھے اور دائرہ کو اس حد سے آگے ڈگری نہ دی جائے ایک رقم کا سود اس سے کئی ہزار گنا

ہو سکتا ہے اور اس کو قانون نہیں روکتا۔ اسی وجہ سے ہزار ہا رئیس دیسی ریاستیں کھو کرنا داری کی ذلت میں گرفتار ہو رہے ہیں اور ان کی دردناک حالتیں دیکھی نہیں جاتیں۔ شریعت اور معزز انسانوں کی یہ تباہی قابل رحم ہے اس لئے گورنمنٹ کو یہ طے کر دینا چاہئے کہ کسی حال میں سود کی ڈگری پچیس فیصد سے زیادہ نہ دی جائے گی اور جس جائیداد پر قرض کی مقدار اس حد تک پہنچ جائے گی اس کے بعد وہ جائیداد اس قرض میں ادا کر دی جائے گی۔ یا صاحب جائیداد کہیں سے روپیہ ادا کرے خواہ اس کو یہ یا دوسری کوئی اور چیز فروخت کرنا پڑے مگر اس کو پھر دوبارہ سال کے اندر اس جائیداد کو دوبارہ مکفول کرنے کی اجازت نہ ہوگی غضب ہے بڑی بڑی شرح سے سود لیا جا رہا ہے اور دلالی رشوتیں اور مقدمات رجسٹری کے مصارف اس کے علاوہ یہ تو ابتدائی منزل ہوتی ہے اور جب چھ ماہ کے بعد سود اصل میں شامل کر کے اس پر از سر نو سود چلایا جاتا ہے اس کی رفتار کا کیا ٹھکانا ہے۔ سو روپے تین روپیہ سینکڑہ کے شرح سے دس سال میں ہزار ہا ہو جاتے ہیں اگر ایک شخص ہزاروں روپے کی جائیداد رکھتا ہو اور کسی ضرورت سے فقط سو روپے تین روپے کی شرح سے لے کر دس سال خاموش ہو جائے تو یہ سو روپے اس کی کل جائیداد کو ختم کر دیں گے۔ کیا ستم ہے کیوں اس کے لئے قانون بنانے کی استدعا نہ کی جائے۔

۳۔ ایک بیت المال بنایا جائے جس سے مقروض مسلمانوں کا قرض ادا کر کے ان کی جائیداد مکفول کر لی جائے اور اس جائیداد سے ایک ایسی قسط مقرر کر کے وہ قرض وصول کر لیا جائے جس کی ادانا قابل برداشت نہ ہو، جو مقروض بیت المال سے روپیہ لے بیت المال کی جماعت ان کے مصارف معین کرے اور جو تخفیف خرچ میں بآسانی نکل سکتی ہو نکال لی جائے۔

بیت المال:

بیت المال نہایت ضروری ہے اس بیت المال کے سرمایہ بہم پہنچانے کی چند صورتیں یہ ہیں!

۱۔ ہر مسلمان اپنی سالانہ آمدنی کا اوسط لگا کر سال بھر میں ایک دن کی آمدنی بیت المال کو دیا کرے۔

۲۔ ہر صاحب زکوٰۃ کو کم از کم اپنی زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ ضرور بیت المال کو دے اس میں روپیہ علیحدہ رکھا جائے اور علماء سے اس کے مسائل دریافت کر کے شرعی طور پر صرف کیا جائے۔

۳۔ باہمت مسلمانوں سے بیت المال کے لئے چندہ کیا جائے۔

۴۔ جن اوقاف کی آمدنی مصارف سے زیادہ ہے یا جہاں ہزار ہا روپیہ پس انداز ہو کر جمع رہتا یا بے محل خرچ کیا جاتا ہے ان سے وہ روپیہ قرض لیا جائے لیکن اوقاف کی حالتیں اور ان کے احکام مختلف ہیں اس لئے مسئلہ ایک تفصیل چاہتا ہے جو یہ تجاویز منظور ہونے اور ان کے عمل میں آنے کی امید ہو جانے پر انشاء اللہ تعالیٰ شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا جا سکتا ہے، جو اوقاف گورنمنٹ کے انتظام میں ہے ان کی آمدنی گورنمنٹ سے اس مقصد کے لئے حاصل کی جائے۔

۵۔ والیان ریاست سے اس بیت المال کے لئے گرانقدر رقمیں مانگی جائیں اللہ تعالیٰ میسر کرے اور ایک ایسا بیت المال بن جائے تو اس سے مقروض مسلمانوں کے قرض ادا کرنے کے علاوہ نادار، غریب مسلمانوں کو زراعتی یا تجارتی ضرورت کے لئے روپیہ قرض بھی دیا جا سکتا ہے تا کہ وہ ساہو کاروں کے دام حرص سے محفوظ رہیں۔

✿ ✿ ✿

جماعت اہل سنت کے 55 سالہ سفر کی تاریخ ساز کہانی

عمران حسین چوہدری۔ محمد نواز کھرل۔ ڈاکٹر منظور حسین اختر

1956ء میں اپنے عہد کے شعلہ نوا خطیب حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نے جماعت اہل سنت کی بنیاد رکھی۔ وہ جماعت اہل سنت کے پہلے امیر اور شیخ محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ اس دور میں جماعت اہل سنت کے پلیٹ فارم پر زیادہ تر تبلیغی کام ہوا اور سُنی حلقوں میں علم وعمل کی ٹھوس تحریک ابھارنے کے لئے لٹریچر شائع کر کے تقسیم کیا گیا۔ 20 جون 1964ء کو جماعت اہل سنت کی تشکیل نو ہوئی، اس مرحلے پر حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نے جماعت کی امارت وقیادت جامعہ امجدیہ کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المصطفیٰ الازہری کے سپرد کر دی اور ان کے ساتھ علامہ سید سعادت علی قادری کو ناظم اعلیٰ، مولانا محمد حسن حقانی کو نائب ناظم اور مولانا جمیل احمد نعیمی کو ناظم نشر واشاعت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس متحرک، فعال اور اعلیٰ صلاحیتوں سے مالا مال ٹیم نے دن رات محنت کر کے جماعت اہل سنت کو کراچی شہر میں بالخصوص اور ملک بھر میں بالعموم ایک منظم تنظیم بنا دیا۔ اس دور میں صرف کراچی شہر میں جماعت کے دوسو دفاتر اور حفظ و ناظرہ کے پچاس مدارس قائم ہوئے۔ ہفتہ وار تبلیغی اجتماعات کا سلسلہ شروع ہوا اور جولائی 1968ء میں صوفیا کے مسلک محبت کی ترجمانی کے لئے کراچی سے مفتی سید شجاعت علی قادری کی زیر ادارت ماہنامہ ''ترجمان اہل سنت'' جاری کیا گیا۔ اپنی بے مثال تعلیمی، تبلیغی، تنظیمی اور رفاہی خدمات کے نتیجے میں کراچی کی عوام میں بے پناہ اثر ورسوخ پیدا کر لینے والی ''جماعت اہل سنت'' کی شبانہ روز محنتوں کے ثمرات 1970ء کے الیکشن میں ظاہر ہوئے اور سنی امیدواروں کو جماعت کے تیار کئے ہوئے ووٹر بھاری تعداد میں میسر آئے، اس طرح علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، پروفیسر شاہ فرید الحق، ظہور الحسن بھوپالی، مولانا محمد حسن حقانی انتخاب جیت کر منتخب ایوانوں میں پہنچے۔ یوں جمعیت علماء پاکستان کی سیاسی عظمت قائم کرنے میں جماعت اہل سنت کا خون جگر شامل ہے۔

1971ء سے 1974ء تک علامہ عبد المصطفیٰ الازہری جماعت کے صدر، علامہ شاہ احمد نورانی نائب صدر اول، مولانا علامہ محمد شفیع اوکاڑوی نائب صدر دوم (اسی دوران کچھ عرصہ صدر بھی رہے) اور مولانا علامہ جمیل احمد نعیمی ناظم اعلیٰ رہے۔

1972ء کے سیلاب میں سندھ کے اندرونی علاقوں میں بہت جانی و مالی نقصان ہوا، آزمائش کے اس موقع پر جماعت اہل سنت نے چار لاکھ روپے کا سامان کپڑوں، برتنوں، بستروں اور خوراک کی صورت میں تقسیم کیا۔

1975ء میں جماعت کے صدر مولانا محمد رمضان، ناظم اعلیٰ مولانا منظور الحق اور ماہنامہ ''ترجمان اہل سنت'' کے ایڈیٹر مولانا غلام دستگیر افغانی نامزد کئے گئے۔

1970ء کے انتخابات کے بعد ملک کے سیاسی حالات یکسر بدل گئے، وطن عزیز کا ایک حصہ ہم سے جدا ہو گیا اور بقیہ پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت قائم ہو گئی جس سے دینی حلقوں کو شدید اختلافات تھے۔ اس دور میں سیاسی سرگرمیوں میں تیزی آ جانے کے باعث جماعت اہل سنت کا نام سیاسی گرد وغبار میں پوشیدہ ہو گیا اور پوری سُنی قوم جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم پر شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی عظیم قیادت میں سرگرم ہو گئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ ذیڈاے بھٹو کی مقبولیت کے سیلاب نے سب جماعتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا لیکن جے یو پی نے اس عہد ستم میں بھی اپنا وجود اور تشخص برقرار رکھا 1973ء میں جمعیت کی قیادت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کے سپرد کر دی گئی۔ انہوں نے بھٹو اور 1977ء کے بعد قائم ہونے والی مارشل لاء حکومت پر سخت تنقید کی۔ چنانچہ خبریں آنے لگیں کہ جنرل ضیاء الحق تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی لگانے والے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر اہل سنت کے قائدین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، مولانا تقدس علی خان بریلوی، مولانا حامد علی خان، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، پیر محمد کرم شاہ الازہری، علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا عبد الستار خان نیازی، علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ عطا محمد بندیالوی اور دیگر اکابر نے طویل غور وفکر کے بعد جمعیت پر پابندی کی صورت میں اہل سنت کے لئے متبادل پلیٹ فارم کی تیاری کے لئے جماعت اہل سنت کے احیاء کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے 16-17 اکتوبر 1978ء کو قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں کل پاکستان سُنی کانفرنس منعقد کی گئی جس میں اخبارات کی اطلاع کے مطابق بیس سے پچیس لاکھ تک عوام اہل سنت اور دس ہزار سے زیادہ علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ مارشل لاء کے سناٹوں میں منعقد ہونے والے اس تاریخی اجتماع میں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کو جماعت اہل سنت پاکستان کا مرکزی صدر اور جگر گوشہ محدث اعظم صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ یوں کاروان اہل سنت حضرت علامہ کاظمی جیسی مدبر اور صاحبزادہ فضل کریم جیسی جواں سال قیادت کے زیر سایہ نئے جوش وجذبہ کے ساتھ سوئے منزل رواں دواں ہوا۔ اس دور میں جماعت اہل سنت نے حقوق اہل سنت کے لئے زوردار آواز بلند کی اور دینی مسائل پر قوم کی راہنمائی کا حق ادا کیا۔ جماعت نے محکمہ اوقاف کی ناانصافیوں اور پی ٹی وی کے سُنی کش رویے کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔ فقہ حنفی کو پبلک لاء قرار دینے کا مطالبہ کیا اور جماعتی سرگرمیوں کی تشہیر کے لئے علامہ شبیر احمد ہاشمی کی ادارت میں پندرہ روزہ ''المصطفیٰ'' جاری کیا۔

1983ء تک جماعت کی گاڑی اتحاد سے چلتی رہی مگر اگست 1983ء میں جماعت کے چمن کو اختلافات کی خزاں نے چاٹ لیا اور جماعت اہل سنت اختلافات کا شکار ہو کر دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئی، ایک دھڑے نے ملک المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی کو صدر اور صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کو ناظم اعلیٰ قرار دیا جبکہ دوسرے دھڑے نے 13 ستمبر 1983ء کو علماء و مشائخ کے ملک گیر اجلاس میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کو عبوری مدت کے لئے مرکزی صدر اور مولانا محمد حسن حقانی کو ناظم اعلیٰ بنالیا۔ اسی گروپ نے اگلے سال 28 نومبر 1984ء کو نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقدہ باقاعدہ انتخابی کنونشن میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کو مرکزی صدر، حضرت دیوان آل سیدی معینی اجمیری (پشاور)، مولانا محمد حسن حقانی (کراچی) صاحبزادہ قاری محمد میاں (ملتان) مفتی محمد عبداللہ قصوری (قصور) صاحبزادہ محب اللہ نوری (بصیر پور) مولانا وزیر القادری (سبی) کو نائب صدور مفتی مختار احمد نعیمی کو مرکزی ناظم اعلیٰ، مولانا عبدالقادر، کیپٹن حاجی محمد اصغر (ایبٹ آباد) مولانا عبدالرحیم سعیدی (گھوٹکی) کو نائب ناظم اعلیٰ اور قاری غلام رسول کو ناظم نشر و اشاعت منتخب کیا۔

گروپنگ کا یہ افسوسناک سلسلہ مارچ 1986ء تک چلتا رہا۔ 6 مارچ 1986ء کو جگر گوشہ محدث اعظم صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کی نظامت میں کام کرنے والی جماعت اہل سنت نے حقوق اہل سنت کے حوالے سے سنیوں کے دیرینہ مطالبات تسلیم کروانے کے لئے لاہور کی قدیم دینی درسگاہ جامعہ حزب الاحناف سے عظیم الشان جلوس نکالا۔ یہ جلوس گورنر ہاؤس کی طرف جاتے ہوئے جب پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس کے سامنے پہنچا تو یونیورسٹی کی چھت سے اسلامی جمعیت طلبہ کے غنڈوں نے اندھا دھند فائرنگ کر کے درجنوں افراد کو زخمی اور جامعہ نعمانیہ لاہور کے طالب علم حافظ محمد صدیق کو شہید کر دیا۔ اس سانحہ کے ٹھیک دس دن بعد 16 مارچ 1986ء کو قوم نے خوشخبری سنی کہ جماعت اہل سنت 1983ء کی طرح پھر غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کی صدارت میں متحد ہو گئی ہے۔ اتحاد کے بعد صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کو مرکزی ناظم اعلیٰ، علامہ عطا محمد بندیالوی کو اعزازی امیر اور مفتی مختار احمد نعیمی کو مرکزی نائب صدر اول بنایا گیا۔ جبکہ ایک ماہ بعد حضرت غزالی زماں نے پیرانہ سالی اور طبعی نقاہت کے باعث 10 اپریل 1986ء کو جماعت اہل سنت کی قیادت کے جملہ اختیارات حضرت علامہ مفتی محمد مختار احمد نعیمی کے سپرد کر دیئے۔

اسی دوران سعودی عرب نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت علامہ الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن کنزالایمان پر پابندی عائد کر دی۔ اس اقدام کے خلاف پاکستان میں جماعت اہل سنت نے پُر جوش آواز اٹھائی، اس سلسلہ میں 14 نومبر 1986ء کو حضور داتا گنج بخش کے دربار گوہر بار میں تاریخ ساز حجاز کانفرنس منعقد کی گئی۔

1986ء میں ہی جماعت اہل سنت کے مرکزی راہنما صاحبزادہ جمال الدین کاظمی اور صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے دیگر علماء کے ہمراہ نفاذ نظام مصطفیٰ کے لئے حکمرانوں پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے کراچی سے اسلام آباد تک پیدل لانگ مارچ کیا۔

17 جون 1987ء کو مفتی مختار احمد نعیمی جو حضرت غزالی زماں کی حیات مبارکہ میں ہی قائم مقام صدر بنا دیئے گئے تھے نے اپنے صدارتی اختیارات استعمال کرتے ہوئے تمام مرکزی و صوبائی عہدیداران کو برطرف کر دیا۔ ان کے اس اقدام پر جماعت اہل سنت ایک بار پھر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، اس مرحلے پر صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے اپنے گروپ کو سیاسی قرار دے کر عملی سیاست میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا اور جماعت اہل سنت کی سیاسی پارٹی کے طور پر رجسٹریشن بھی کروالی۔ صاحبزادہ جمال الدین کاظمی (خواجہ آباد شریف) سیاسی گروپ کے صدر قرار پائے۔

دوسرے دھڑے نے حضرت مفتی مختار احمد نعیمی کی وفات کے بعد اجمیر شریف کے سجادہ نشین حضرت دیوان آل سیدی معینی کی صدارت اور صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی کی نظامت میں کام شروع کر دیا۔ اسی عہد میں ایک بار پھر ملک میں سیاسی غلغلہ بلند ہو گیا اور 1988ء کے عام انتخابات کا معرکہ بپا ہوا جس میں جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی بھی ملتان سے امیدوار تھے مگر اس انتخاب میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ البتہ 1990ء کے انتخاب میں صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے اور ان کی پارلیمانی مصروفیات جماعت اہل سنت کے کام میں کمی کا باعث بن گئیں۔ دوسری طرف صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم بھی جے یو پی (نیازی گروپ) میں مرکزی نائب صدر کی حیثیت سے سیاست میں سرگرم ہو گئے۔ اس طرح جماعت اہل سنت کے دونوں گروپوں کا نام اور کام پس پردہ چلا گیا۔ البتہ اس دور میں شہر قائد کراچی میں حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری نے جماعت اہل سنت کا نام اور کام نہ صرف زندہ رکھا بلکہ انتہائی منظم انداز میں کام کو آگے بڑھایا۔ مایوسی کے ان لمحات میں انجمن طلباء اسلام کے سابق عہدیداران صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ، عبدالرزاق ساجد، صاحبزادہ فضل الرحمان اوکاڑوی اور محمد نواز کھرل اتحاد اہل سنت کا عزم لے کر نکلے، جماعت

اہل سنت کے تمام گروپوں کے قائدین سے ملاقاتیں کیں۔ ملک گیر دورہ کیا۔ ایک ایک عالم دین اور ایک ایک پیر طریقت کے آستانے پر حاضری دی۔ اس طرح ان مخلص نوجوانوں کی بے لوث کوششوں کے نتیجے میں 17 جنوری 1994ء کو اہل سنت کی قدیم دینی درسگاہ جامعہ حزب الاحناف لاہور میں علماء ومشائخ اور اکابرین اہل سنت کا ملک گیر نمائندہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس تاریخ ساز اجلاس میں صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی اور علامہ شاہ تراب الحق قادری نے اپنے اپنے گروپ ختم کر کے ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی سربراہی میں گیارہ رکنی "سُنی سپریم کونسل" کے قیام کا اعلان کیا۔ سُنی سپریم کونسل میں صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی، علامہ سعید احمد اسعد، صاحبزادہ سید مظہر قیوم مشہدی، مولانا غلام محمد سیالوی، صاحبزادہ محمد اقبال اظہری، صاحبزادہ عتیق الرحمٰن فیض پوری، محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ، پیر محمد افضل قادری اور پیر مختار جان سرہندی کو نامزد کیا گیا۔ بعد میں سُنی سپریم کونسل کے متعدد اجلاس لاہور، بھیرہ اور ملتان میں منعقد ہوئے اور طویل غور وفکر کے بعد متحدہ جماعت اہل سنت پاکستان کا مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی اور مرکزی ناظم اعلیٰ پیر محمد افضل قادری کو نامزد کیا گیا۔ اس طرح جماعت اہل سنت کی نشاۃ ثانیہ کے بعد جماعت اہل سنت نے مارچ 1994ء میں اپنے نئے سفر کا آغاز کیا۔

پیر محمد افضل قادری کی گرفتاری:

جولائی 1994ء میں حکومت پاکستان کے وفاقی وزیر قانون سید اقبال حیدر نے قانون ناموس رسالت کو تبدیل کرنے کا عندیہ دیا جس کا جماعت اہل سنت نے فوراً نوٹس لیا، مرکزی ناظم اعلیٰ نے وزیر قانون کے خلاف جرأت مندانہ اور ایمان افروز اقدام کا اعلان کیا جس پر ایوان اقتدار میں زلزلہ برپا ہو گیا اور 12 جولائی 1994ء کی دوپہر دریائے چناب کے پُل پر پیر محمد افضل قادری کو اس وقت گرفتار کرلیا گیا جب وہ لاہور میں ہونے والے علماء کے ایک اجلاس میں شرکت کے لئے گجرات سے لاہور آ رہے تھے۔ جماعت اہل سنت نے وزیر قانون اقبال حیدر کے بیان اور پیر محمد افضل قادری کی بلاجواز نظر بندی کے خلاف مسلسل تحریک جاری رکھی۔ لاہور، گجرات، فیصل آباد، اوکاڑہ، ملتان اور دوسرے کئی شہروں میں زبردست مظاہرے کئے گئے۔ دوسری طرف جماعت اہل سنت نے پیر محمد افضل قادری کی گرفتاری کو لاہور ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا جس کے نتیجے میں 3 اگست 1994ء کو عدالت عالیہ کے حکم پر پیر محمد افضل قادری کو میانوالی جیل سے رہا کر دیا گیا۔

مولانا محمد اکرم رضوی کی شہادت:

جماعت اہل سنت کی تشکیل نو کے کچھ ہی عرصہ بعد 12 اگست 1994ء کو اہل سنت کے ممتاز خطیب حضرت مولانا محمد اکرم رضوی کو قصور کے نزدیک شہید کر دیا گیا۔ اس عظیم سانحہ کے خلاف جماعت اہل سنت نے ملک بھر میں زوردار احتجاجی تحریک چلائی، تمام چھوٹے بڑے شہروں میں احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔ 20 اگست 1994ء کو ملک بھر میں جماعت اہل سنت کی اپیل پر "یوم احتجاج" منایا گیا۔ کھڈیاں ضلع قصور میں تاریخی شہید اہل سنت کانفرنس منعقد کی گئی جس میں بلاشبہ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ 30 اگست 1994ء کو مال روڈ لاہور پر زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ جماعت اہل سنت کی اس بھرپور احتجاجی تحریک کے نتیجے میں مولانا محمد اکرم رضوی کے تینوں قاتل گرفتار کر لئے گئے۔

جماعت اہل سنت پنجاب کا کنونشن:

جماعت اہل سنت پنجاب کا صوبائی تربیتی کنونشن 22 ستمبر 1994ء کو مولانا اکرم رضوی کے چہلم کے موقع پر جامعہ نقشبندیہ گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ جس میں پنجاب کے مختلف شہروں سے جماعت اہل سنت کے عہدیداروں اور کارکنوں نے شرکت کی۔ کنونشن میں پیر محمد افضل قادری، صوبائی امیر علامہ سید حسین الدین شاہ، مولانا علامہ خدا بخش اظہر، مولانا غلام فرید ہزاروی، مفتی محمد عبداللہ قصوری، مولانا عبدالعزیز چشتی، علامہ سعید احمد مجددی، عبدالرزاق ساجد اور الحاج شیخ امجد علی چشتی نے تربیتی موضوعات پر لیکچر دیئے۔

عشرہ جہاد کشمیر:

جماعت اہل سنت پاکستان نے کشمیری حریت پسندوں کے ساتھ اظہار یکجہتی اور مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر احتجاج کے لئے 21 تا 30 نومبر 1994ء کو ملک بھر میں "عشرہ جہاد کشمیر" منایا۔ اس عشرہ کے دوران مختلف شہروں میں کشمیر ریلیاں اور کشمیر کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ جماعت اہل سنت کی طرف سے انسانی حقوق کے علمبردار اداروں اور مسلم حکمرانوں کو خطوط لکھ کر مسئلہ کشمیر کی طرف متوجہ کیا گیا۔ جمعہ کے اجتماعات میں مسئلہ کشمیر کے موضوع پر علماء کرام نے تقریریں کیں اور کشمیر میں مسلمانوں کے قتل عام کے خلاف قراردادیں منظور کی گئیں۔ عشرہ جہاد کشمیر کے دوران جناح ہال لاہور میں جہاد سیمینار منعقد کیا گیا جس سے جنرل کے ایم اظہر، صاحبزادہ

حاجی محمد فضل کریم، پیر محمد افضل قادری، علامہ سعید احمد مجددی اور صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی نے خطاب کیا۔

کاروان جہاد کشمیر:

عشرہ جہاد کشمیر کے آخر میں 28 نومبر 1994ء کی صبح داتا دربار لاہور سے عظیم الشان "کاروان جہاد کشمیر" کا آغاز کیا گیا۔ داتا دربار کے احاطہ میں منعقدہ افتتاحی تقریب سے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے خطاب کیا۔ کاروان جہاد کشمیر مرید کے، گوجرانوالہ، راہوالی، گکھڑ، گجرات، لالہ موسیٰ، کھاریاں، سرائے عالمگیر، جہلم، دینہ اور سوہاوہ سے ہوتا ہوا بعد نماز مغرب راولپنڈی پہنچا۔ لاہور سے راولپنڈی تک کے طویل راستے میں ہر شہر کے لوگوں نے کاروان کشمیر کا شاندار استقبال کیا۔ کاروان کے راولپنڈی پہنچنے پر بعد نماز عشاء جامعہ رضویہ ضیاء العلوم میں منعقدہ کشمیر کانفرنس کے بہت بڑے اجتماع سے علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ سید ریاض حسین شاہ اور دوسرے مقررین نے خطاب کیا۔ اگلے روز 29 نومبر کو سحری کے وقت راولپنڈی سے کاروان کشمیر روانہ ہو کر حسن ابدال، ہری پور، ایبٹ آباد سے گذرتا ہوا 3 بجے سہ پہر مظفر آباد پہنچا۔ جہاں پر حضرت سائیں سہیلی سرکار کے دربار کے وسیع احاطے میں کشمیر کانفرنس منعقد کی گئی، جس سے دوسروں کے علاوہ صدر آزاد کشمیر سردار سکندر حیات، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، پیر محمد افضل قادری، علامہ سعید احمد مجددی اور محمد نواز کھرل نے خطاب کیا۔ کاروان کشمیر سینکڑوں بسوں، کاروں اور موٹر سائیکلوں پر مشتمل تھا۔

ہفتۂ امن:

جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام فرقہ وارانہ فسادات، مذہبی دہشت گردی اور کراچی میں بدامنی کے خلاف 16 تا 22 جنوری 1995ء کو چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر میں "ہفتۂ امن" منایا گیا۔ اس ہفتۂ امن کے دوران ملک کے گوشے گوشے میں "امن مارچ" کیے گئے۔ کلاشنکوف کے پتلے نذر آتش کیے گئے، امن سیمینار، مذاکرے اور کانفرنسیں منعقد کی گئیں اور بعض فرقہ پرست دہشت گرد تنظیموں کو بیرون ممالک سے ملنے والی امداد پر پابندی عائد کرنے اور غیر ملکی مذہبی مداخلت ختم کرنے کا مطالبہ شدت کے ساتھ ابھارا گیا۔

کاروان امن:

ہفتۂ امن کے آخر میں 20 اور 21 جنوری 1995ء کو لاہور سے کراچی تک کاروان امن بذریعہ ٹرین چلایا گیا۔ جس کا ہر ریلوے سٹیشن پر والہانہ استقبال کیا گیا۔ کاروان امن 20 جنوری کی صبح خیبر میل کے ذریعے لاہور سے روانہ ہو کر اسی روز رات 9 بجے رحیم یار خان پہنچا اور رات رحیم یار خان میں قیام کے بعد اگلے روز عوام ایکسپریس کے ذریعے کراچی روانہ ہوا۔ کاروان امن میں صاحبزادہ پیر محمد افضل قادری، صاحبزادہ غلام احمد نقشبندی، صاحبزادہ سید مصطفےٰ اشرف رضوی، علامہ شبیر احمد ہاشمی، پیر سید محفوظ مشہدی، سردار محمد خان لغاری، صاحبزادہ فضل الرحمان اوکاڑوی، محمد نواز کھرل، چوہدری حمایت علی، حاجی رضائے احمد انصاری اور دوسرے کئی راہنما شریک تھے۔ کاروان امن کا کراچی پہنچنے پر شاندار استقبال کیا گیا اور ایک بڑے جلوس کی شکل میں کارواں کے شرکاء کو جناح مسجد برنس روڈ لے جایا گیا جہاں پر منعقدہ امن کانفرنس سے قائدین جماعت اہل سنت نے خطاب کیا۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت:

فروری 1995ء میں جب دو عیسائی شاتمان رسول کی سزائے موت کے خلاف اپیل کی سماعت لاہور ہائی کورٹ میں شروع ہوئی تو جماعت اہل سنت نے محسوس کیا کہ حکومت گستاخان رسول کی سزا ختم کرانے پر تلی ہوئی ہے۔ اس موقع پر جماعت اہل سنت نے پانچ دن متواتر ہائی کورٹ کے باہر مظاہرہ کیا۔ داتا دربار سے لاہور ہائی کورٹ تک روزانہ جلوس نکالا جاتا رہا اور جب ہائی کورٹ لاہور میں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو بری کرنے کا فیصلہ سنایا گیا تو عدالت کے احاطے میں موجود جماعت اہل سنت کے سینکڑوں کارکنوں نے شدید نعرے بازی کے ذریعے اپنے ردعمل کا اظہار کیا اور رات 12 بجے تک مال روڈ پر احتجاجی مظاہرہ جاری رکھا اور اگلے روز جمعۃ الوداع کے موقع پر جماعت اہل سنت نے ملک بھر میں عدالتی فیصلے کے خلاف یوم احتجاج منایا۔ اس روز لاہور میں بعد نماز جمعہ جامعہ حزب الاحناف سے بہت بڑا احتجاجی جلوس نکالا گیا جلوس کے ہزاروں شرکاء مارچ کرتے ہوئے جی پی او چوک پہنچے تو پولیس نے جلوس پر لاٹھی چارج شروع کر دیا اور آنسو گیس کے شیل پھینکے جس سے متعدد مظاہرین زخمی ہو گئے۔ اسی روز ملتان میں مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کی قیادت میں شاہی عیدگاہ سے احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ حکومت کی طرف سے پرتشدد کارروائیوں کے باوجود جماعت اہل سنت نے دو عیسائی گستاخان رسول کو عدالت عالیہ سے بری کرنے کے حکومتی فیصلے کے خلاف احتجاجی تحریک پوری شدت کے ساتھ جاری رکھی اور تحریک کا دائرہ کار پورے ملک میں پھیلا دیا۔ 28 فروری 1995ء کو ملک بھر کے علماء و مشائخ کا انتہائی اہم اجلاس جماعت کے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کی زیر

صدارت جامعہ حزب الاحناف لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں عیدالفطر کے موقع پر احتجاج کرنے اور 10 مارچ 1995ء کو یوم سیاہ منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی فیصلے کے تحت جماعت اہل سنت کے کارکنوں نے اپنے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر نماز عیدادا کی اور نماز کے بعد خاموش علامتی مظاہرے کئے۔ 10 مارچ 1995ء کو یوم سیاہ انتہائی کامیابی سے منایا گیا۔ اس روز لاہور میں چوک یتیم خانہ اور شالامار چوک باغبانپورہ میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ تحریک ناموس رسالت کے دوران لاہور میں 20 مارچ 1995ء کو تیزاب فیکٹری کے سامنے بندروڈ پر عظیم الشان ناموس رسالت کانفرنس منعقد کی گئی جس کے ہزاروں شرکاء سے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، پیر محمد افضل قادری، پروفیسر شاہ فریدالحق، پیر سید محمد عرفان مشہدی، صاحبزادہ محمد اقبال اظہری اور مفتی محمد اقبال چشتی نے خطاب کیا۔ 23 مارچ 1995ء کو جامعہ حزب الاحناف لاہور کی گراؤنڈ میں بھی ناموس رسالت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس سے علامہ سید محمود احمد رضوی، صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی، سید ریاض حسین شاہ، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، صاحبزادہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی، صاحبزادہ فضل الرحمٰن اوکاڑوی، پیر سید شمس الدین بخاری، مفتی محمد خان قادری، صاحبزادہ حمید الدین برکتی، مفتی اقبال چشتی اور دوسرے علماء نے خطاب کیا۔

اجلاس علماء و مشائخ

14 اپریل 1995ء کو جامعہ حزب الاحناف لاہور کے رضا ہال میں علماء و مشائخ کا اجتماع ہوا۔ جس میں جماعت اہل سنت کی دعوت پر آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین امیر شریعت حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں حکومت کو وارننگ دی گئی کہ وہ قانون ناموس رسالت کو تبدیل نہ کرنے کا اعلان کرے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو جماعت اہل سنت راست اقدام کرے گی۔

صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی کا دورہ:

جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم مالیات صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی نے 8 اپریل سے 13 اپریل تک اٹک، راولپنڈی، اسلام آباد، چکوال، جہلم، گجرات، لاہور، قصور، شیخوپورہ، حافظ آباد، فیصل آباد، سرگودھا، خوشاب، میانوالی اور منڈی بہاؤالدین کا تنظیمی دورہ کیا۔

یوم انسداد فحاشی:

جماعت اہل سنت نے وطن عزیز میں بڑھتی ہوئی عریانی و فحاشی کے خلاف 5 مئی 1995ء کو پورے پاکستان میں "یوم انسداد فحاشی" منایا۔

پارلیمنٹ ہاؤس (اسلام آباد) کے سامنے مظاہرہ:

جب حکومتی ایوانوں کی طرف سے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے ایک دفعہ پھر ناموس رسالت کے موجودہ قانون کو تبدیل کر کے اسے غیر موثر بنانے کی خواہش کا اظہار ہوا تو جماعت اہل سنت نے فیصلہ کن قدم اٹھاتے ہوئے 24 مئی 1995ء کو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے اسلام آباد کی تاریخ کا سب سے بڑا اور موثر مظاہرہ کیا۔ چلچلاتی دھوپ میں انتہائی گرم سڑک پر مظاہرین کئی گھنٹے دھرنا مار کر بیٹھے رہے۔ جس کے نتیجے میں وفاقی وزیر قانون کو خود پارلیمنٹ سے باہر آ کر قائدین کو مذاکرات کی دعوت دینا پڑی۔ جماعت اہل سنت نے وفاقی وزیر قانون این ڈی خان اور وفاقی زیر تعلیم سید خورشید شاہ سے مذاکرات کے دوران واضح کر دیا کہ وہ موجودہ قانون ناموس رسالت میں کسی قسم کی ترمیم کی اجازت نہیں دے گی اور اگر ایسا کیا گیا تو اس کے انتہائی خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ جماعت اہل سنت کے اس مظاہرہ کے بعد حکومت کو قانون ناموس رسالت میں ترمیم کرنے کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔

بہبود مہاجرین کشمیر:

جماعت اہل سنت نے انتہائی مخلص اور جذبہ خدمت خلق سے سرشار حاجی محمد دین انصاری کی سربراہی میں بہبود مہاجرین کشمیر کمیٹی قائم کی۔ کمیٹی کے سربراہ نے 34 مرتبہ آزاد کشمیر کا دورہ کر کے مہاجرین کشمیر کے کیمپوں میں لاکھوں روپے کے عطیات بصورت کپڑا، گھی، چاول، چینی وغیرہ تقسیم کئے۔ مہاجرین کشمیر کی تمام خیمہ بستیوں میں دینی مدارس اور لائبریریاں قائم کر کے مہاجر بچوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا گیا۔ درجنوں مہاجر بچیوں کو بہبود مہاجرین کمیٹی کی طرف سے جہیز بھی فراہم کیا گیا۔

صوبائی کنونشن صوبہ سرحد:

جماعت اہل سنت صوبہ سرحد کے زیر اہتمام 14 ستمبر 1995ء کو مردان میں صوبائی سنی کنونشن منعقد ہوا۔ جس کی صدارت امیر صوبہ سرحد حضرت علامہ مولانا فضل سبحان نے کی۔ کنونشن میں پورے صوبہ سے علماء، مشائخ اور جماعت اہل سنت کے عہدیداران وکارکنان نے بھرپور شرکت کی۔

صوبائی کنونشن (سندھ):

جماعت اہل سنت صوبہ سندھ کے زیر اہتمام 17 اکتوبر 1995ء کو نواب شاہ میں سندھ علماء و مشائخ کنونشن منعقد ہوا جس میں سندھ کے تمام اضلاع سے علماء و مشائخ اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ کنونشن سے جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی، پیر محمد افضل قادری، مفتی محمد حسین قادری، عبدالرزاق ساجد، محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ اور دوسرے راہنماؤں نے خطاب کیا۔

مرکزی سنّی کنونشن:

جماعت اہل سنت نے لاہور کی تاریخی جلسہ گاہ موچی دروازہ گراؤنڈ میں 30 اکتوبر 1995ء کو عظیم الشان مرکزی سنی کنونشن منعقد کر کے طویل عرصے کے بعد اہل سنت کی افرادی قوت کا بھرپور مظاہرہ کر کے سنی حلقوں میں جمود کی کیفیت کو ختم کر ڈالا۔ اس کامیاب اور شاندار سنی کنونشن میں کئی سالوں کی جدائی کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی نے اختلافات ختم کر کے اتحاد کا اعلان کیا لیکن افسوس کہ اتحاد کا یہ اعلان آج تک اپنی عملی تکمیل کو ترس رہا ہے۔ سنی کنونشن سے مولانا نورانی، مولانا نیازی، صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی، پیر محمد افضل قادری، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی، حاجی محمد حنیف طیب، علامہ غلام علی اوکاڑوی، علامہ سید محمود احمد رضوی، علامہ شاہ تراب الحق قادری، علامہ سعید احمد اسعد، ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، صاحبزادہ سید محفوظ مشہدی، حافظ طارق محمود رضا، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی، علامہ شبیر احمد ہاشمی، مفتی محمد حسین قادری، علامہ فضل سبحان قادری، مولانا خدا بخش اظہر، مولانا اللہ بخش نیر، علامہ عبدالتواب صدیقی، صاحبزادہ امین الحسنات شاہ، صاحبزادہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی اور دوسرے مقررین نے خطاب کیا۔

مرکزی انتخابات:

4 مارچ 1996ء کو جامعہ حزب الاحناف لاہور میں منعقدہ مرکزی مجلس شوریٰ کے انتخابی اجلاس میں صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کو دوبارہ مرکزی امیر اور پیر محمد افضل قادری کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔

صوبائی سنی کانفرنس کوئٹہ:

جماعت اہل سنت صوبہ بلوچستان کے زیر اہتمام 30 ستمبر 1996ء کو کوئٹہ ریلوے سٹیشن کے سامنے کھلی جگہ پر شامیانے لگا کر عظیم الشان صوبائی سنی کانفرنس منعقد کی گئی، اس تاریخی کانفرنس کے انعقاد میں امیر بلوچستان صاحبزادہ خالد سلطان قادری نے اہم کردار ادا کیا۔ کانفرنس کے بڑے اجتماع سے پیر محمد افضل قادری، علامہ سعید احمد اسعد، صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی، صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری، محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ، مولانا محمد شریف سرکی، عبدالرزاق ساجد، محمد نواز کھرل، صاحبزادہ فضل الرحمن اوکاڑوی، اور مولانا ابرار احمد رحمانی نے خطاب کیا۔

سید ریاض حسین شاہ کا دورہ:

جماعت اہل سنت کے مرکزی سینئر نائب امیر علامہ سید ریاض حسین شاہ نے اگست تا اکتوبر 1996ء کامونکی، ہری پور، راولپنڈی، حافظ آباد، سوہاوہ، گوجرانوالہ، جھنگ، فیصل آباد، قصور، کراچی، میاں چنوں، ملتان، گجرات، لالہ موسیٰ اور نوشہرہ ورکاں کا طوفانی دورہ کر کے بیداری کی لہر پیدا کر دی۔ سید ریاض حسین شاہ نے دورہ کے دوران سینکڑوں اجتماعات سے خطاب کر کے سنی کانفرنس 1996ء کے لئے فضا تیار کی۔

ضلعی کنونشن:

جماعت اہل سنت پنجاب کے امیر صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی نے عبدالرزاق ساجد، صاحبزادہ فضل الرحمن اوکاڑوی اور محمد نواز کھرل کے ہمراہ جون، اگست اور ستمبر 1996ء میں رحیم یار خان، لودھراں، بہاولپور، خانیوال، وہاڑی، بہاولنگر، ساہیوال، اوکاڑہ، جھنگ، لیہ، بھکر، میانوالی، چکوال، اٹک، اسلام آباد، راولپنڈی، جہلم اور سیالکوٹ کا تنظیمی دورہ کیا اور ضلعی کنونشنوں سے خطاب کیا۔

کل پاکستان سنّی کانفرنس لاہور:

جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام 30 اکتوبر 1996ء بروز بدھ مینار پاکستان کے وسیع سبزہ زار میں آل پاکستان سنّی کانفرنس منعقد کی گئی۔ کانفرنس میں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر سے ہزاروں علماء و مشائخ، عمائدین اور سنی عوام نے شرکت کی۔ کانفرنس کی افتتاحی نشست کی صدارت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اور آخری نشست کی صدارت صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے کی۔ کانفرنس سے مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، ناظم کانفرنس علامہ سید ریاض حسین شاہ، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی، پیر محمد افضل قادری، علامہ سید محمود احمد رضوی، علامہ غلام علی اوکاڑوی، حاجی محمد حنیف طیب، صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی، صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری، پیر سید شمس الدین بخاری، علامہ عبدالتواب صدیقی، مولانا حافظ فاروق خان سعیدی، علامہ سید شبیر حسین حافظ

آبادی، علامہ شاہ تراب الحق قادری، صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی، مولانا عبدالعزیز چشتی، مفتی محمد عبداللہ قصوری، ملک نعیم شہباز اعوان، اور دوسرے مقررین نے خطاب کیا۔ اس عظیم الشان کانفرنس کی کامیابی میں ناظم کانفرنس علامہ سید ریاض حسین شاہ کی محنت نے اہم کردار ادا کیا۔

دوروزہ تربیتی کیمپ:

جماعت اہل سنت پاکستان کے عہدیداران وکارکنان کی فکری، تنظیمی اور تحریکی تربیت کے لئے 6-7-اپریل 1997 کو ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں دوروزہ تربیتی کیمپ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں ملک بھر سے جماعتی عہدیداران نے شرکت کی کیمپ کی مختلف نشستوں سے سید ریاض حسین شاہ، پیر محمد افضل قادری، صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری، ڈاکٹر میاں اظہر نعیم، صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی نے لیکچر دیئے کیمپ کے دوران گروپ ڈسکشن، اجتماعی مطالعہ، سنی پارلیمنٹ، سوال وجواب اور محفل ذکرودعا کی نشستیں بھی ہوئیں۔

مرکزی امیر محترم کا دورہ:

جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے فروری اور مارچ 1998ء کے دوران اسلام آباد، راولپنڈی، گجرات، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، پسرور اور لاہور کا تنظیمی دورہ کیا اور ضلعی اجتماعات سے خطاب کیا۔ دورہ کے دوران الحاج شیخ امجد علی چشتی اور دوسرے قائدین بھی امیر محترم کے ہمراہ تھے۔

صوبائی علماء ومشائخ کنونشن:

جماعت اہل سنت پنجاب کے زیر اہتمام 30 مارچ 1998ء کو جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں صوبائی علماء ومشائخ کنونشن منعقد کیا گیا۔ کنونشن میں پنجاب کے تمام اضلاع سے علماء ومشائخ اور جماعت اہل سنت کے عہدیداروں نے شرکت کی۔ کنونشن کی صدارت امیر جماعت صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے کی۔ جبکہ مقررین میں علامہ سید ریاض حسین شاہ، پیر محمد افضل قادری، صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی، الحاج امجد علی چشتی، مولانا محمد شریف رضوی، پیر سید شمس الدین بخاری، مفتی محمد عبداللہ قصوری، محمد یعقوب قادری، مفتی اقبال چشتی، نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ، علامہ عبدالوحید ربانی، قاری خالد محمود، مولانا اللہ بخش رضا اور محمد نواز کھرل شامل تھے۔

پیر محمد افضل قادری کا استعفیٰ:

30 مئی 1998ء کو ملتان میں جماعت اہل سنت کی مرکزی مجلس عاملہ اور سنی سپریم کونسل کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ اجلاس میں مرکزی ناظم اعلیٰ پیر محمد افضل قادری کے استعفیٰ کو منظور کر کے مرکزی امیر محترم نے عبوری مدت کے لئے علامہ سید ریاض حسین شاہ کو مرکزی ناظم اعلیٰ نامزد کیا جس کی پورے ہاؤس نے منظوری دے دی۔ جبکہ سنی سپریم کونسل کی سربراہی کے لئے مفتی عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ کو نامزد کر دیا گیا اور علامہ سید حسین الدین شاہ کو مرکزی سینئر نائب امیر کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔

سنی سیکرٹریٹ کی منظوری:

15 جون 1998ء کو لاہور میں جماعت کی مشاورت کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں اتفاق رائے سے ناظم اعلیٰ کی طرف سے پیش کردہ آئندہ لائحہ عمل کی توثیق کی گئی اور امیر جماعت کی طرف سے سنی سیکرٹریٹ کے قیام کی منظوری دی گئی۔

صداقت اسلام کانفرنس:

6 جون 1998ء، بروز ہفتہ جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام راولپنڈی میں عظیم الشان صداقت اسلام کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں عاشق رسول محمد پناہ ٹوانی کو بطور مہمان خصوصی بلایا گیا۔ اس کانفرنس میں تقریباً دولاکھ فرزندان اسلام نے شرکت کی۔ چونگی نمبر 22 راولپنڈی میں منعقد ہونے والی اس کانفرنس کی صدارت مرکزی امیر علامہ سید مظہر سعید کاظمی نے کی۔ جبکہ سینئر نائب امیر سید حسین الدین شاہ مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ، پیر سید عبدالقادر شاہ، صاحبزادہ ابوبکر چشتی، سید سلطان علی ہمدانی، پیر عبدالقادر، مفتی احمد عزیز اللہ کے علاوہ بہت سے علماء نے خطاب کیا۔

صدر پاکستان سے ملاقات:

13 جون 1998ء، بروز ہفتہ جماعت اہل سنت پاکستان کے وفد نے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کی قیادت میں صدر پاکستان محمد رفیق تارڑ سے ایوان صدر میں ملاقات کی۔ اس ملاقات میں جماعت کی طرف سے اسلامی فلاحی ریاست کے عنوان پر مشتمل ایک دستاویز صدر پاکستان کو دی گئی اور صدر پر واضح کیا گیا کہ اہل سنت مزید حکومتی زیادتیاں اور امتیازی سلوک برداشت نہیں کریں گے۔ صدر نے

جماعت کے موقف کی تائید کی۔ جماعت نے فحاشی و عریانی کو بند کرنے کا مطالبہ بھی کیا جس کی صدر نے یقین دہانی کرائی۔

مرکزی دفتر کا افتتاح:

25 جون 1998ء بروز جمعرات جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی دفتر کا افتتاح بمقام ٹیمپل روڈ لاہور ہوا۔ دفتر کا افتتاح حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نے کیا جبکہ الحاج شیخ امجد علی چشتی، ناظم اعلیٰ پنجاب کے علاوہ عمائدین اہل سنت نے شرکت کی۔

علماء کنونشن راولپنڈی:

13 ستمبر 1998ء کو جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام جامعہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی میں علماء کنونشن کا انعقاد کیا گیا، جس کی صدارت سینئر نائب امیر علامہ سید حسین الدین شاہ نے کی۔ جبکہ مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ سینکڑوں علماء کرام نے کنونشن میں شرکت کی۔

یارسول اللہ ریلی:

جماعت اہل سنت نے 18 نومبر 1998ء کو راولپنڈی سے اسلام آباد تک تاریخی یارسول اللہ ریلی منعقد کی۔ ریلی چونگی نمبر 22 سے شروع ہو کر راولپنڈی شہر کے اندر سے ہوتی ہوئی 30 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد کے سامنے جلسے کی شکل اختیار کر گئی۔ عوام اہل سنت نے بھرپور انداز میں ریلی میں شرکت کی۔ قائدین کے استقبال کے لئے غبارے اور کبوتر فضا میں چھوڑے گئے۔ جگہ جگہ پانی کی سبیلیں لگائی گئیں اور ریلی کے شرکاء میں کھانا تقسیم کیا گیا۔ خواتین خانہ نے چھتوں سے ریلی پر پھول کی پتیاں نچھاور کیں۔ لاکھوں فرزندان اسلام اور عاشقان رسول کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کئی گھنٹے تک پارلیمنٹ کے باہر موجود رہا۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، بی بی سی، وائس آف امریکہ، وائس آف جرمنی، زی ٹی وی اور دیگر ملکی و بین الاقوامی نشریاتی اداروں نے اعتراف کیا کہ پاکستانی تاریخ میں پارلیمنٹ کے باہر اتنا بڑا اجتماع نہیں دیکھا گیا۔ ریلی کے ملکی ماحول پر گہرے اثرات مرتب ہوئے لہٰذا کئی سیاسی رہنماؤں نے ریلی پر اپنے ردعمل کا اظہار کیا۔ ریلی میں نفاذ نظام مصطفیٰ کا مطالبہ کیا گیا۔

یارسول اللہ چلڈرن واک:

پاکستانی تاریخ میں پہلی بار اسلام آباد میں ننھے منے بچوں کا جلوس نکالا گیا جسے یارسول اللہ واک کا نام دیا گیا۔ اس واک میں لگ بھگ 10000 بچوں نے شرکت کی۔ زیادہ تر بچوں کی عمر 5 سے 10 سال تک تھی۔ بچوں نے ہاتھوں میں مختلف کتبے، جھنڈے اور بینر اٹھائے ہوئے تھے، جن میں حکومت اور بزرگ شہریوں سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ ہمیں مصطفیٰ کریم ﷺ کا پاک نظام دیا جائے۔ بچوں کی اس خوبصورت واک کی قیادت جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ اور سجادہ نشین بھیرہ شریف پیر محمد امین الحسنات شاہ نے کی۔ واک کی ابتداء زیرو پوائنٹ سے ہوئی اور چار کلومیٹر چل کر آبپارہ چوک میں جلسے کی صورت اختیار کر گئی۔ جہاں سرحد سے آئے ہوئے بچوں کے علاوہ راولپنڈی کے محمد عثمان اور دیگر بچوں نے خطاب کیا۔

نظام مصطفےٰ سیمینار:

نظام مصطفےٰ کے مطالبے کو زندہ رکھنے اور مؤثر انداز میں اسے عوام اور حکومت تک پہنچانے کے لئے جماعت اہل سنت نے 12 اکتوبر 1998ء کو الحمراء ہال لاہور میں عظیم الشان نظام مصطفیٰ سیمینار کا انعقاد کیا جس میں علامہ سید ریاض حسین شاہ، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، چوہدری رفیق احمد باجوہ، صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی، ڈاکٹر اجمل نیازی، مولانا غلام محمد سیالوی، پیر سید شمس الدین بخاری، مفتی محمد اقبال چشتی، اور محمد نواز کھرل نے خطاب کیا۔ سیمینار میں سیال شریف کے سجادہ نشین خواجہ محمد حمید الدین سیالوی اور حضرت میاں محمد حنفی سیفی خصوصی طور پر شریک ہوئے۔

استحکام پاکستان کانفرنس:

جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام 12 اگست 1998ء کو ہالیڈے ان اسلام آباد میں استحکام پاکستان کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ کانفرنس سے مولانا عبدالستار خان نیازی، جنرل ریٹائرڈ حمید گل، ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی، مولانا غلام محمد سیالوی اور محمد نواز کھرل نے خطاب کیا۔ جبکہ مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے کانفرنس کی صدارت کی۔

یارسول اللہ کانفرنس:

صداقت اسلام کانفرنس کے انعقاد کی وجہ سے ملک بھر میں بالعموم اور ضلع راولپنڈی میں علی وجہ الاختصاص بہت مثبت اثرات مرتب ہوئے اور

بدعقیدگی کا قلع قمع ہوا۔ بدعقیدہ دیوبندیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے 22 نمبر چونگی راولپنڈی میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں اہل سنت کے اجلے عقائد پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی۔ اہل سنت نے بروقت فیصلہ کرتے ہوئے 22 نمبر چونگی میں ہی جوابی یارسول اللہ کانفرنس منعقد کی جس کی صدارت مرکزی سینئر نائب امیر علامہ سید حسین الدین شاہ نے کی۔ جبکہ کانفرنس سے علامہ سید ریاض حسین شاہ، مولانا عبدالتواب صدیقی، پیر نقیب الرحمٰن عیدگاہ شریف، پیر صاحبزادہ نورالحق لنڈی کوتل کے علاوہ کئی علماء کرام نے خطاب کیا۔ کانفرنس میں دو لاکھ سے زائد عاشقان رسول ﷺ نے شرکت کی۔ حکومت اس کانفرنس سے بوکھلا گئی لہٰذا مقامی انتظامیہ نے سید ریاض حسین شاہ، راجہ آصف علی خان، صاحبزادہ عثمان غنی اور بعض دوسرے قائدین کے خلاف جھوٹے پرچے درج کئے۔ تاہم جماعت اہل سنت کے شیدائیوں کے دبدبے کی وجہ سے حکومت کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ کسی سنّی کو گرفتار کرنے کی کوشش کرے۔

تعلیمی نصاب کمیٹیوں کا قیام:

ملکی نصاب تعلیم اگر عشق رسول کریم ﷺ کی خوشبو سے مہک جائے تو وطن عزیز کا مستقبل چمک سکتا ہے۔ اور ملک میں چہار سو صحبت رسول ﷺ کی بہاریں پھیل سکتی ہیں۔ انہی سوچوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جماعت اہل سنت نے چاروں صوبوں کی سطح پر تعلیمی نصاب کمیٹیاں قائم کی ہیں۔ صوبہ پنجاب کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ مکمل کرلی ہے جبکہ دیگر صوبوں میں یہ کام جاری ہے۔

19 اگست 1998ء کو بعد از نماز ظہر بمقام مطار صوبہ سرحد میں ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا جس میں مرکز کی نمائندگی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے کی۔ جلسہ سے مولانا غلام سرور ہزاروی اور حافظ زبیر کے علاوہ کئی علماء نے خطاب کیا۔

سید ریاض حسین شاہ کا دورہ بلوچستان:

30 اگست 1998ء کو مرکزی ناظم اعلیٰ بلوچستان گئے جہاں صوبائی سطح کی ایک میٹنگ میں شرکت کی۔ میٹنگ ایم پی اے ہوسٹل کوئٹہ میں ہوئی۔

31 اگست 1998ء کو مرکزی ناظم اعلیٰ نے پریس کلب کوئٹہ میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ کوئٹہ کے تین دینی مدارس کا دورہ کیا اور بعد نماز عشاء سائنس کالج آڈیٹوریم میں عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی۔

نفاذ شریعت کانفرنس (سرحد):

23 ستمبر 1998ء کو مرکزی ناظم اعلیٰ اور صاحبزادہ نورالحق قادری نے لنڈی کوتل میں عظیم الشان نفاذ شریعت کانفرنس سے خطاب کیا۔ کانفرنس میں قبائلی علاقہ جات کے ہزاروں غیور مسلمانوں نے شرکت کی۔

29 ستمبر کو مرکزی ناظم اعلیٰ نے چھٹی ہری پور ہزارہ میں جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام ایک جلسے سے خطاب کیا۔

سنّی کانفرنس لیہ:

جماعت اہل سنت پنجاب کے زیر اہتمام چوک اعظم ضلع لیہ میں عظیم الشان سنّی کانفرنس منعقد کی گئی۔ کانفرنس کی صدارت امیر جماعت صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے کی جبکہ ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ کثیر تعداد میں مرکزی و صوبائی قائدین نے خطاب کیا۔

یارسول اللہ کانفرنس دھیرکوٹ۔ کشمیر:

2۔ اگست 1998ء کو دھیرکوٹ ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر میں یارسول اللہ ﷺ کانفرنس منعقد کی گئی جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی راہنما صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، علامہ سید غلام یٰسین شاہ، اور مفتی محمد حسین چشتی نے خصوصی خطاب کیا۔

بلوچستان علماء کنونشن:

جماعت اہل سنت بلوچستان کے زیر اہتمام اوستہ محمد ضلع جعفر آباد میں عظیم الشان علماء کنونشن کا انعقاد کیا گیا جس میں صوبہ بلوچستان کے امیر اور ناظم اعلیٰ کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے کنونشن سے خصوصی خطاب کیا۔

دورہ سندھ و بلوچستان:

اگرچہ وقتاً فوقتاً مرکزی قائدین سندھ و بلوچستان کے مختلف علاقوں کے دورے کرتے رہے ہیں تاہم مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض

حسین شاہ نے مارچ 1999ء کے آخری دو عشروں میں دونوں صوبوں کا بھرپور اور تفصیلی دورہ کیا۔ دورے کے دوران کراچی، حیدرآباد، سیوان شریف، شہداد پور، نواب شاہ، سکھر، لاڑکانہ اور سندھ کے تمام دیگر بڑے شہروں میں عظیم الشان اجتماعات ہوئے۔ تربیتی نشستوں سے خطاب اور علماء کے وفود سے ملاقاتوں کے علاوہ دورے کے دوران جگہ جگہ پریس کانفرنسوں سے خطاب کیا گیا۔

14 جنوری 1999ء کو جماعت اہل سنت صوبہ سرحد ضلع ہری پور کے زیر اہتمام فوارہ مسجد میں یارسول اللہ کانفرنس منعقد ہوئی، کانفرنس میں مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔

3 فروری 1999ء کو آستانہ عالیہ طوری شریف ضلع ایبٹ آباد میں عرس کی تقریب سے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ ضلعی ناظم اعلیٰ پیر سید کمال شاہ اور دیگر قائدین نے خطاب کیا۔

21 فروری 1999ء کو پشاور میں صوبہ سرحد کی صوبائی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا، صوبائی امیر اور ناظم اعلیٰ کے علاوہ صوبائی قائدین نے شرکت کی جبکہ مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے خصوصی طور پر شرکت کر کے مرکز کی نمائندگی کی، اجلاس میں صوبائی کام کو تیز تر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

یکم اپریل 1999ء دوبندی شریف ضلع ہری پور صوبہ سرحد میں بہت بڑا جلسہ عام منعقد کیا گیا جس سے جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے خطاب کیا۔

مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ کا دورہ سندھ:

جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے 12 مارچ سے 21 مارچ 1999ء تک صوبہ سندھ کے تفصیلی دورہ کے دوران گھوٹکی، سکھر، کرن شریف، شکار پور، لاڑکانہ، مشوری شریف، دادو، سیوان شریف، کراچی، حیدرآباد، نواب شاہ، شہداد پور، میر پور خاص، خیر پور، پنوں عاقل، شاہ پور چاکر اور بھر چونڈی شریف میں عام جلسوں، تنظیمی جلسوں، پریس کانفرنسوں اور اپنے اعزاز میں دی گئی تقریبات سے خطاب کے علاوہ اہم روحانی، مذہبی و سماجی شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ سید ریاض حسین شاہ کا دورۂ سندھ وادئ مہران میں جماعت اہل سنت کو متحرک اور فعال کرنے کا باعث بنا۔

مرکزی انتخابات:

10 اپریل 1999ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں جماعت اہل سنت کی مرکزی مجلس شوریٰ اور سُنّی سپریم کونسل کا بھرپور اجلاس منعقد ہوا، اس انتخابی اجلاس میں اتفاق رائے سے آئندہ تین سال کے لئے صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کو تیسری مرتبہ مرکزی امیر اور علامہ سید ریاض حسین شاہ کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔ سپریم کونسل کے سربراہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نے نومنتخب قائدین سے حلف لیا۔

آل پارٹیز سُنّی لیڈرز کانفرنس:

11۔ اپریل 1999ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور کے محدث کچھوچھوی ہال میں جماعت اہل سنت کی دعوت پر "آل پارٹیز سُنّی لیڈرز کانفرنس" منعقد ہوئی۔ اپنی نوعیت کی منفرد اس تاریخی کانفرنس میں پہلی مرتبہ اہل سنت کی 75 تنظیموں کے قائدین نے ایک چھت تلے بیٹھ کر محبت بھرے ماحول میں اہل سنت کے مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔ کانفرنس کی صدارت جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے کی۔ اس کانفرنس میں شریک تمام تنظیموں نے جماعت اہل سنت کو اپنی مدر آرگنائزیشن تسلیم کیا اور یکم اپریل 2000ء کو ملتان میں سُنّی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ آل پارٹیز سنی لیڈرز کانفرنس میں جے یو پی کے تینوں گروپوں کے ساتھ ساتھ انجمن طلباء اسلام، تنظیم المدارس، سنی تحریک، انجمن اساتذہ پاکستان، سنی جہاد کونسل، عالمی دعوت اسلامیہ، اتحاد المشائخ، انجمن نوجوانان اسلام، مصطفائی تحریک، مجلس الدعوۃ الاسلامیہ، سپاہ مصطفیٰ اور دوسری تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ کانفرنس میں اسپیکر کے فرائض جماعت کے نومنتخب ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے سرانجام دیئے۔

سانحہ ابواء پر احتجاجی تحریک:

سرزمین حجاز پر ام رسول ﷺ مخدومۂ کائنات سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک کو مسمار کرنے کے سانحہ کے خلاف جماعت اہل سنت نے بھرپور احتجاج کیا۔ اس سلسلہ میں 27 مئی 1999ء کو لاہور کی تاریخی مسلم مسجد میں سانحہ ابواء کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس سے علامہ سید ریاض حسین شاہ، علامہ الٰہی بخش قادری، علامہ عبدالتواب صدیقی، علامہ سعید احمد اسعد، صاحبزادہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی، پیر سید شمس الدین بخاری، مفتی محمد اقبال چشتی، قاری زوار بہادر نے خطاب کیا۔ اس کانفرنس کے بعد ملک بھر میں سانحہ ابواء کانفرنسوں کا سلسلہ

شروع ہوگیا۔ جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام کمیٹی چوک راولپنڈی میں منعقدہ ام رسول کانفرنس سے علامہ سید حسین الدین شاہ، سید ریاض حسین شاہ، صاحبزادہ سید عرفان مشہدی اور دوسرے مقررین نے خطاب کیا۔ لاہور میں جامع مسجد صوفی اللہ دتہ وسن پورہ میں سانحہ ابواء کانفرنس سے صاحبزادہ سید عرفان مشہدی، سردار محمد خان لغاری، علامہ سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی، محمد نواز کھرل اور مولانا محمد طفیل اظہر نے خطاب کیا۔ لاہور کے مغل پورہ پل پر بھی جماعت اہل سنت نے سانحہ ابواء کانفرنس منعقد کی۔ ملتان میں جماعت کی دعوت پر تمام سُنّی تنظیموں کے مشترکہ اجلاس میں ''حجاز ایکشن کمیٹی'' قائم کی گئی۔ جماعت کے ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے سانحہ ابواء کے سلسلہ میں سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فہد، صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان کو الگ الگ خطوط لکھ کر ملت اسلامیہ کے اضطراب سے آگاہ کیا۔

سانحہ ابواء کے خلاف جلوس:

جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام سانحہ ابواء کے خلاف 14 جون 1999 کو چار بجے سہ پہر داتا دربار سے اسمبلی ہال تک بہت بڑا احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ جس میں بلاشبہ ہزاروں جانثاران مصطفیٰ ﷺ شریک تھے، جلوس کی قیادت علامہ سید ریاض حسین شاہ، صاحبزادہ سید عرفان مشہدی، پیر سید شمس الدین بخاری نے کی۔

جہاد کشمیر کانفرنس:

جماعت اہل سنت پنجاب کے زیر اہتمام مجاہدین کشمیر کے ساتھ اظہار یکجہتی اور اعلان واشنگٹن کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے 19 جولائی 1999، کو لاہور کے ہمدرد ہال میں ''جہاد کشمیر کانفرنس'' منعقد کی گئی، کانفرنس کی صدارت مفتی محمد خان قادری نے کی جبکہ مقررین میں جنرل (ریٹائرڈ) حمید گل حریت کانفرنس کے سربراہ محمد یوسف نسیم، علامہ سعید احمد مجددی، صاحبزادہ محمد اکرم شاہ، مفتی محمد اقبال چشتی، صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ، مولانا محمد طفیل اظہر اور محمد نواز کھرل شامل تھے۔

یارسول اللہ ﷺ پرچم مارچ:

انٹرنیشنل سُنّی کانفرنس کی رابطہ مہم کا آغاز کرنے اور حکمرانوں پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے دباؤ ڈالنے کی غرض سے 30 ستمبر 1999 کو تین بجے اسمبلی ہال لاہور سے داتا دربار تک عظیم الشان ''یارسول اللہ ﷺ پرچم مارچ'' کا انعقاد کیا گیا۔ پرچم مارچ کی قیادت سید ریاض حسین شاہ، علامہ سعید احمد اسعد، صاحبزادہ سید محمد عرفان مشہدی، پیر محمد امین الحسنات شاہ، میاں محمد حنفی سیفی، پیر سید شمس الدین بخاری اور مفتی محمد اقبال چشتی نے کی۔ پرچم مارچ کی کامیابی کے لئے لاہور میں یارسول اللہ ﷺ کانفرنسیں بھی منعقد کی گئیں جن سے سید ریاض حسین شاہ اور دوسرے قائدین نے خطاب کیا۔

دوروزہ تربیتی کیمپ:

جماعت اہل سنت پاکستان کے تمام مرکزی، صوبائی، ضلعی اور شہری عہدیداروں کا دو روزہ تربیتی کیمپ 20۔21، نومبر 1999 کو ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ تربیتی کیمپ کی مختلف نشستوں میں امیر معظم صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی، سید ریاض حسین شاہ، علامہ سید حسین الدین شاہ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ محمد صدیق ہزاروی، ڈاکٹر ساجد الرحمن، جنرل (ریٹائرڈ) حمید گل نے لیکچر دیئے۔

صوبائی قائدین کا دورہ پنجاب:

جماعت اہل سنت پنجاب کے امیر علامہ سعید احمد اسعد اور صوبائی ناظم اعلیٰ صاحبزادہ سید محمد عرفان مشہدی نے 15 فروری سے 12 مارچ 2000 تک صوبائی تنظیمی دورہ کے دوران میانوالی، خوشاب، قصور، لاہور، سیالکوٹ، نارووال، گوجرانوالہ، اسلام آباد، گجرات، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، خانیوال اور ساہیوال میں عوامی اجتماعات سے خطاب کیا۔

سید ریاض حسین شاہ کا ملک گیر دورہ:

جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے انٹرنیشنل سُنّی کانفرنس کی رابطہ مہم کے سلسلے میں جنوری، فروری، مارچ 2000، میں اپنے ملک گیر دورہ کے دوران ہری پور، ایبٹ آباد، راولپنڈی، جہلم، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، لاہور، کھڈیاں، بھوانہ، فیصل آباد، ملتان، سرگودھا، خانیوال، میانوالی، خوشاب، ننکانہ صاحب، حافظ آباد، اوکاڑہ، کراچی، حیدر آباد، دادو، سیہون شریف، سکھر، لاڑکانہ اور دوسرے کئی شہروں میں یارسول اللہ ﷺ کانفرنسوں سے خطاب کیا۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت:

حکومت کی جانب سے جب ناموس رسالت کے قانون میں تبدیلی کا عندیہ دیا گیا تو جماعت اہل سنت نے فوراً تحریک تحفظ ناموس رسالت کا آغاز کر دیا۔ اس تحریک کو چلانے کے لئے تحفظ ناموس رسالت کمیٹی تشکیل دی۔ جس کے چیئر مین صاحبزادہ سید محمد عرفان مشہدی کو بنایا گیا۔ اس سلسلہ میں پاکستان کے چاروں صوبوں کے چھوٹے بڑے تمام شہروں میں ایک ہزار تحفظ ناموس رسالت کانفرنسوں کا شیڈول بنایا گیا۔ جماعت اہل سنت کے مرکزی اور صوبائی رہنماؤں نے ملک گیر دورے شروع کر دیئے۔ چیف ایگزیکٹو کے علاوہ تمام کور کمانڈر حضرات کو الگ الگ خطوط ارسال کیے گئے۔ جن میں فوج کے کمانڈروں سے کہا گیا کہ وہ قانون ناموس رسالت میں کسی بھی طرح کی تبدیلی سے باز آجائیں کیونکہ یہ عمل آگ سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ جماعت اہل سنت کی تحفظ ناموس رسالت کمیٹی کے چیئرمین نے رابطہ عوام مہم کے دوران داتا نگر، غازی آباد، شاد باغ، اعوان ٹاؤن اور دیگر علاقوں میں اجتماعات سے خطاب کیا۔ 11 مئی کو جلوس نکالا گیا اور 19 مئی کی ملک گیر ہڑتال کی حمایت کی گئی۔ اس سلسلہ میں جماعت کے مرکزی ناظم نے پریس کانفرنس بھی کی اس پریس کانفرنس میں مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ صاحب کے ساتھ عبدالرزاق اور صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی نے بھی شرکت کی۔

شب دعا:

سن عیسوی کے نئے سال کا آغاز جس بیہودگی اور رقص وسرور، عیاشی سے منایا جانے لگا ہے جماعت اہل سنت نے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے ہر سال کی آخری رات کو ''شب دعا'' کے نام سے منانے کی ترغیب دی، چنانچہ مرکزی ناظم اعلیٰ نے 2001 میں اعلان کیا کہ آئندہ ہر عیسوی سال کی آخری رات شب بیداری کا اہتمام کیا جائے اور محافل میلاد منعقد کی جائیں۔

تحفظ پاکستان مہم:

2001 میں بھارت کی وطن عزیز کے خلاف جنگی تیاریوں سے پیدا ہونے والی صورتحال میں پاکستانیت اور قومی یکجہتی کے فروغ کے لئے جماعت اہل سنت پاکستان نے تحفظ پاکستان مہم کا آغاز کیا۔ پاکستان کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے تمام شہروں میں ''سدا سلامت پاکستان''، ''استحکام وطن ریلیاں'' اور قومی یکجہتی سیمینارز کا انعقاد کیا گیا۔ جمعہ کے اجتماعات میں عوام سے وفاداری کا حلف لیا گیا اور بھارت کے جنگی جنون کے خلاف قراردادیں منظور کی گئیں۔ اس سلسلہ میں مرکزی ناظم اعلیٰ نے صدر پرویز مشرف سے مطالبہ کیا گیا کہ ملک بھر کے تمام مذہبی رہنماؤں سمیت تمام شعبہ ہائے زندگی کی نمایاں شخصیات کی قومی یکجہتی کانفرنس طلب کی جائے۔ انھوں نے حکومت کو تجویز دی کہ 18 سال کی عمر کے نوجوانوں کے لئے ابتدائی فوجی تربیت لازمی قرار دی جائے۔

یوم دفاع اسلام:

2001 میں دینی مدارس کے خلاف حکومتی اقدامات، فلسطین میں اسرائیل کے تازہ حملوں اور ان حملوں پر امریکہ، اقوام متحدہ اور مسلم حکمرانوں کی خاموشی کے خلاف آواز بلند کرنے کے لئے جماعت اہل سنت نے رمضان المبارک 1422ھ کا آخری جمعہ جمعۃ الوداع ''یوم دفاع اسلام'' کے نام سے منایا۔ جن میں علماء نے اپنے خطبات میں کہا کہ حکومتی سازشیں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

انٹرنیشنل سُنّی سیکرٹریٹ:

27 اکتوبر 2001ء کو انٹرنیشنل سُنّی سیکرٹریٹ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس کے بعد سے تا حال تعمیر کا کام تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ سیکرٹریٹ کے 25 فیز ہوں گے۔ فیز ون کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور گیٹ کی تعمیر بہت جلد مکمل ہونے والی ہے۔ اس کے ساتھ سیکرٹیرٹ میں دو مساجد بھی تعمیر ہوں گی۔ جن میں سے ایک مسجد تعمیر کے آخری مراحل میں ہے۔ انٹرنیشنل سُنّی سیکرٹریٹ جماعت اہل سنت کا ایک ایسا عالمی مرکز ہے جس کا قیام پوری جانفشانی کے ساتھ تکنیکی بنیادوں پر ہوا ہے۔ اسے جھگڑوں، فسادات اور شرپسند عناصر کی منفی سرگرمیوں سے بچانے کے لئے ایک باقاعدہ ٹرسٹ کی صورت دی گئی ہے۔ انٹرنیشنل سُنّی سیکرٹریٹ ٹرسٹ کے ممبران چار چار لاکھ اور دو دو لاکھ کی خطیر رقم ادا کر کے اس ادارہ کے رکن بنے ہیں۔ سیکرٹریٹ کے نظم کے مطابق ہر دور میں جماعت اہل سنت پاکستان کا مرکزی امیر اور مرکزی ناظم اعلیٰ بلحاظ عہدہ ٹرسٹ کا رکن ہوگا۔ ہر وہ صحیح العقیدہ سُنّی چار لاکھ روپے دے کر ٹرسٹ کا ممبر بن سکتا ہے جس کی منظوری سُنّی سپریم کونسل دے دے۔ سُنّی سیکرٹریٹ کی رجسٹری گواہ ہے کہ کوئی فرد واحد سیکرٹریٹ کا مالک نہیں ہے۔ جماعت اہل سنت کے کئی اجلاس انٹرنیشنل سُنّی سیکرٹریٹ میں ہو چکے ہیں اور جماعت اہل سنت کی کاوش سے پوری دنیا کے سُنّیوں کو ان کا اپنا گھر مل چکا ہے۔

قومی علماء ومشائخ کنونشن:

16 فروری 2002 کو ہالیڈے ان اسلام آباد میں جماعت اہل سنت کی دعوت پر ''قومی علماء ومشائخ کنونشن'' منعقد ہوا۔ جس

میں ملک بھر سے ہزاروں علماء ومشائخ نے شریک ہو کر اعلان کیا کہ جماعت اہل سنت ملک کو سیکولر سٹیٹ نہیں بننے دے گی اور دینی مدارس کے نظام اور نصاب میں مداخلت برداشت نہیں کی جائے گی۔ جماعت نے اس کنونشن کے ذریعے اہل سنت کا پیغام حکمرانوں، غیر ملکی سفارت خانوں اور عالمی نیوز ایجنسیوں تک پہنچانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

فکر اولیاء کانفرنس:

اس وقت عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سیاہ سازشوں اور گمراہ کن پروپیگنڈے کے توڑ کے لئے ضروری ہے کہ تاریخ کے اس نازک موڑ پر تبلیغ دین کے صوفیانہ منہاج پر تگ ودتاز کی جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر مسلک اسلاف کی پاسبان ''جماعت اہل سنت'' نے دینی قدروں کے احیاء اور اولیائے کاملین کے فیضان محبت کی روشنیاں پھیلانے کے لئے 13 اپریل 2002ء کو حضرت داتا گنج بخش کے حریم محبت میں عظیم الشان ''فکر اولیاء کانفرنس'' منعقد کی ہے جس میں پنجاب کے مختلف اضلاع سے کم وبیش تیس ہزار عاشقان رسول ﷺ نے شرکت کی۔ اس تاریخ ساز کانفرنس میں عوام اہل سنت کی بھرپور شرکت سے جماعت اہل سنت کی عوامی مقبولیت ایک بار پھر ثابت ہوگئی۔

سیالکوٹ، علماء ومشائخ کنونشن:

جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ میں علماء ومشائخ کنونشن کا انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ نے مرکزی خطاب کیا۔ کنونشن سے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ صاحبزادہ حافظ حامد رضا اور صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری مفتی محمد اقبال چشتی نے بھی خطاب کیا۔ مرکزی ناظم اعلیٰ نے کہا کہ یارسول اللہ کہنے والو! زمانے کی ہر قوت بھی تمہارے خلاف ہو جائے تو گھبراؤ نہیں، مدینے والے کی نگاہ تمہارے لئے کافی ہے۔

تحریک بحالی نعلین شریفین:

بادشاہی مسجد سے جب نعلین شریفین کی چوری کا سانحہ رونما ہوا اس وقت سب سے پہلے جماعت اہل سنت لاہور نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ لاہور کے علماء نے اس تحریک کو چلانے کے لئے باہمی مشاورت سے ''ناموس رسالت محاذ'' تشکیل دیا تو جماعت اہل سنت نے مرکزی قیادت کی ہدایت پر محاذ کا بھرپور ساتھ دیا تاکہ اجتماعیت متاثر نہ ہو اور اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ تبرکات کی اہمیت اور تحریک کے مقاصد عوام الناس تک پہنچانے کے لئے جماعت اہل سنت لاہور کے ناظم اطلاعات (راقم) کا تحریر کردہ کتابچہ محاذ کی جانب سے مفت تقسیم کیا گیا۔ اور اس طرح باہمی اتفاق واتحاد سے اس تحریک کو چلایا گیا۔

راولپنڈی تا کراچی یارسول اللہ لانگ مارچ:

انبیاء واولیاء کی مقدس سرزمین عراق پر امریکی جارحیت کے خلاف احتجاج اور عراقی مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام راولپنڈی سے کراچی تک چار روزہ ملک گیر ''یارسول اللہ لانگ مارچ'' کیا گیا۔ مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ کی زیر قیادت نکلنے والے اس لانگ مارچ کا آغاز 3 اپریل کو فوارہ چوک راولپنڈی سے ہوا۔ اس موقع پر منعقدہ افتتاحی جلسہ سے جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ کے علاوہ علامہ سید حسین الدین شاہ، صاحبزادہ نور الحق قادری، صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی، پیر محمد امین الحسنات شاہ، مفتی محمد اقبال چشتی، علامہ رفیق احمد شاہ جمالی، علامہ ظفر محمود فراشوی (برطانیہ) اور صاحبزادہ محمد عثمان غنی نے خطاب کیا۔ بعد ازاں کارواں کو پرتپاک انداز میں الوداع کیا گیا۔ کاروان میں ایک سو کے قریب گاڑیاں تھیں، جن پر بینر اور جھنڈے لہرا رہے تھے۔ راولپنڈی کے بعد گوجر خان، سوہاوہ، دینہ، جہلم، سرائے عالمگیر، کھاریاں، لالہ موسیٰ، گجرات، وزیر آباد، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، لاہور، بھائی پھیرو، پتوکی، اوکاڑہ، ساہیوال، چیچہ وطنی، میاں چنوں، ملتان، لودھراں، بہاولپور، خانپور، لیاقت پور، رحیم یار خان، سکھر اور سندھ کے مختلف شہروں سے ہوتا ہوا 6 اپریل کو شام پانچ بجے کراچی پہنچا۔ اس دوران مرکزی ناظم اعلیٰ نے 80 عوامی اجتماعات سے خطاب کیا۔

کربلا وبغداد کانفرنس راولپنڈی:

جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام 12 اپریل کو جامع مسجد نوری کمال آباد راولپنڈی میں دفاع کربلا وبغداد کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کے بڑے اجتماع سے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ علامہ ابوبکر چشتی، صاحبزادہ محمد عثمان غنی نے بھی خطاب کیا۔

شہادت کانفرنس سرگودھا:

جماعت اہل سنت سرگودھا کے زیر اہتمام 22 مارچ کو مرکزی جامع مسجد سرگودھا میں شہادت کانفرنس منعقد کی گئی جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ جماعت اہل سنت پنجاب کے جنرل سیکرٹری مفتی محمد اقبال چشتی نے بھی خطاب کیا۔

سُنّی کنونشن علی پور:

جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام 26۔ اپریل کو علی پور (ضلع مظفر گڑھ) کے کمیٹی گراؤنڈ میں عظیم الشان سنی کنونشن منعقد ہوا۔ کنونشن میں ضلع بھر سے ہزاروں عاشقان رسول نے شرکت کی۔ اس کنونشن سے۔ جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر صاحبزادہ پیر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ، علامہ کوکب نورانی، اور اے ٹی آئی کے سابق ناظم خواجہ ناصر رحمانی نے بھی خطاب کیا۔

مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کا غیر ملکی دورہ:

23 مئی 2002ء کو مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ غیر ملکی تنظیمی وتبلیغی دورے پر تشریف لے گئے۔ اس دورہ کے دوران آپ ناروے، جرمنی، بیلجیم، فرانس، اٹلی، سپین، برطانیہ اور حرمین شریفین گئے۔ جہاں جمعہ کے اجتماعات، میلاد کانفرنسز، میلاد النبی کے جلوس اور مختلف سیمینارز سے خطاب فرمایا۔ تنظیمی امور کے حوالے سے ہر ملک میں جماعت اہل سنت کے اراکین کو خصوصی ہدایات سے نوازا۔

ملتان میں جماعت اہل سنت کا امریکہ کے خلاف جلوس:

جماعت اہل سنت ملتان کے زیر اہتمام 21 فروری کو عراق کے خلاف امریکہ کے جارحانہ عزائم کی مذمت کے لئے مرکزی عیدگاہ سے چونگی نمبر 9 تک احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ جلوس کی قیادت مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے کی۔ جلوس کی ہزاروں پر جوش شرکاء نے امریکی صدر بش کے خلاف نعرے لگائے اور عالمی برادری سے مطالبہ کیا کہ وہ امریکہ کو عراق پر بلا جواز جارحیت سے روکے۔ جلوس کے شرکاء سے امیر اہل سنت کے علاوہ علامہ فاروق خان سعیدی، وسیم ممتاز ایڈووکیٹ اور دوسرے مقررین نے خطاب کیا۔

کراچی میں جماعت اہل سنت کا امریکہ مخالف مظاہرہ:

جماعت اہل سنت کراچی کے ہزاروں کارکنان نے 2 فروری کو الناسا کلب کے سامنے امریکہ کی عراق پر جارحیت کی جنگی تیاریوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور عراقی عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرہ کی قیادت علامہ سید ریاض حسین شاہ اور علامہ شاہ تراب الحق قادری نے کی۔ اس موقع پر غیر ملکی میڈیا کے نمائندوں کے ساتھ جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے گفتگو بھی کی جو مختلف انٹرنیشنل ٹی وی چینلز پر ٹیلی کاسٹ کی گئی۔

"اسلام اور امن عالم" کے موضوع پر سیمینار:

جماعت اہل سنت ضلع راولپنڈی کے زیر اہتمام 16 فروری کو پریس کلب راولپنڈی میں "اسلام اور امن عالم" کے موضوع پر سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار کی صدارت امیر پنجاب پیر سید خضر حسین شاہ چشتی نے کی جبکہ مقررین میں میاں فاروق مصطفائی، گل محمد فیضی، علامہ ظہور احمد چشتی، امجد ارباب عباسی، علامہ ضمیر احمد ساجد اور دوسرے شامل تھے۔ مقررین نے کہا کہ اسلام امن ومحبت کا درس اور دوسروں کے حقوق کی حمایت کا درس دیتا ہے۔ مگر یہود وہنود کے ایجنٹ اسے بدنام کر رہے ہیں۔

امریکہ کے خلاف احتجاجی جلوس، پشاور:

جماعت اہل سنت پشاور کے زیر اہتمام 2 فروری کو امریکہ کی اسلام دشمن کاروائیوں اور عراق پر حملے کی تیاریوں کے خلاف جلوس نکالا گیا۔ جلوس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جلوس کے شرکاء سے جماعت اہل سنت کے رہنماؤں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت پاکستان عراق کے مسئلہ پر دلیرانہ موقف اختیار کرے۔

عراق پر ممکنہ امریکی حملے کے خلاف مظاہرہ:

جماعت اہل سنت ضلع لاہور کے کارکنان نے ضلعی نائب امیر محمد اشرف سعیدی اور ضلعی ناظم اعلیٰ صاحبزادہ حسنات احمد مرتضےٰ کی زیر قیادت انبیاء کی سرزمین عراق پر ممکنہ امریکی حملے کے خلاف پریس کلب لاہور کے سامنے زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے امریکی صدر بش کا پتلا نذر آتش کیا اور عالمی دہشت گرد امریکہ کی اسلام دشمن پالیسیوں کے خلاف نعرے بازی کی۔ جماعت اہل سنت کے کارکنان نے پلے کارڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے جن پر امریکہ کے خلاف نعرے درج تھے۔

تربیتی کورس برائے ائمہ وخطباء مساجد:

جماعت اہل سنت گوجرانوالہ کے زیر اہتمام مساجد کے ائمہ وخطباء کے لئے جامعہ حنفیہ باغبانپورہ حافظ آباد میں چھ ماہ کا تربیتی کورس

جاری ہے۔کورس کے نگران علامہ محمد یٰسین نعیمی نے بتایا کہ تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق تجربہ کار محنتی اور باصلاحیت اساتذہ ائمہ وخطباء کی تربیت کریں گے۔

تربیتی کنونشن، موڑ کھنڈا:

جماعت اہل سنت موڑ کھنڈا کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی اجتماع مرکزی جامع مسجد میں منعقد ہوا۔ اجتماع میں جماعت اہل سنت پنجاب کے جنرل سیکرٹری مفتی محمد اقبال چشتی، لاہور ڈویژن کے صدر پیر سید شمس الدین بخاری، علامہ رفیق احمد چشتی (برطانیہ)، پیرزادہ نور الزماں اویسی اور مولانا غلام مصطفےٰ قادری نے تربیتی، تنظیمی اور فکری موضوعات پر خطابات کئے۔ مقررین نے کہا کہ تنظیموں اور تحریکوں کی کامیابی کے لئے فعال تربیتی نظام کا وجود ناگزیر ہوا کرتا ہے۔

جماعت اہل سنت کراچی کی دفاع عراق ریلی:

جماعت اہل سنت کراچی کے زیر اہتمام عراق پر امریکی جارحیت کے خلاف 30 مارچ کو دفاع عراق ریلی منعقد کی گئی۔ ریلی کے ہزاروں پرجوش شرکاء نے امیر کراچی علامہ شاہ تراب الحق قادری کی زیر قیادت آرام باغ سے ایمپریس مارکیٹ تک مارچ کیا۔ ریلی کے آخر میں علامہ شاہ تراب الحق قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں نے اتحاد اور جہاد کا راستہ اختیار نہ کیا تو عالم اسلام کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔

عراق پر امریکی قبضے کے خلاف احتجاجی ریلی، ڈسکہ:

جماعت اہل ڈسکہ کے زیر اہتمام عراق پر امریکی قبضے کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ ریلی کی قیادت جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب کے چیف آرگنائزر علامہ قاری خالد محمود نے کی۔ امریکہ مخالف احتجاجی ریلی جامع مسجد نور سے شروع ہو کر چوک ریسٹ ہاؤس پہنچ کر ختم ہوگئی۔ ریلی سے خطاب کرتے ہوئے علامہ قاری خالد محمود نے کہا کہ عراق پر امریکی قبضہ ایک ارب پچاس کروڑ اسلامیان عالم کی غیرت کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی و برطانوی فوجیں فی الفور عراق خالی کردیں۔

شہادت کانفرنس، ڈسکہ:

جماعت اہل سنت تحصیل ڈسکہ کے زیر اہتمام مرکزی جامع مسجد نور کالج روڈ ڈسکہ میں عظیم الشان شہادت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت چیف آرگنائزر جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب علامہ قاری خالد محمود نے کی جبکہ مہمان خصوصی آزاد کشمیر کے وزیر اور جانشین شیخ الحدیث صاحبزادہ حافظ حامد رضا تھے۔ کانفرنس میں پنجاب کے جنرل سیکرٹری مفتی محمد اقبال چشتی نے شہداء کربلا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ شہدائے کربلا نے حق کے پرچم کو سربلند رکھنے کے لئے اپنا سب کچھ راہ حق میں قربان کردیا۔

دورہ ڈیرہ غازی خاں:

جماعت اہل سنت کے ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ نے 25 ستمبر کو ڈیرہ غازی خاں کا تنظیمی دورہ کیا۔ اس موقع پر ممتاز روحانی پیشوا پیر سید حامد رضا شاہ کے سالانہ عرس کی تقریبات سے بھی خطاب کیا۔ بعد ازاں تنظیمی اجلاس میں کارکنان اور ڈیرہ غازی خاں کے عہدیداروں سے تنظیمی امور پر تبادلہ خیال کیا۔

یارسول اللہ کانفرنس گوجرانوالہ:

جماعت اہل سنت گوجرانوالہ کے زیر اہتمام 2۔ اکتوبر کو مرکزی جامع مسجد بڑے مینار والی میں عظیم الشان یارسول اللہ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ سمیت صاحبزادہ حمید جان سیفی، مولانا محمد حنیف چشتی، مولانا طاہر تبسم، عارف ندیم ایڈووکیٹ، سید محمد حسین گردیزی، وزیر علی بھٹی اور مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے لخت جگر صاحبزادہ عبدالمصطفےٰ ہزاروی نے بھی شرکت کی۔

تین روزہ دورہ بلوچستان:

جماعت اہل پاکستان کے مرکزی اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے 29،28 اور 30 جون کو صوبہ بلوچستان کا تین روزہ تنظیمی دورہ کیا جس کے نتیجے میں صوبہ بلوچستان کے عہدیداران و کارکنان کو ولولہ تازہ ملا۔ شاہ جی نے دورہ کے دوران کوئٹہ میں درس قرآن کی نشست سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ چراغ ہدایت ہے اور اللہ کے آخری رسول ﷺ پر نازل ہونے والی اس کتاب انقلاب میں اسلامی زندگی، روحانی زندگی، معاشرتی زندگی کا مکمل اور بھرپور لائحہ عمل موجود ہے" شاہ صاحب نے دورہ بلوچستان کے دوسرے روز پیر بولان کانفرنس کے بڑے اجتماع سے خطاب کیا اور آخری روز قلات، سبی اور لورالائی میں تنظیمی اجتماعات سے خطاب کیا۔ دورہ کے

دوران خانوادہ حضرت سلطان العارفین کے چشم و چراغ اور جماعت اہلسنت بلوچستان کے صدر صاحبزادہ خالد سلطان قادری بھی مرکزی ناظم اعلیٰ کے ہمراہ رہے۔

مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی یاد میں تعزیتی جلسہ:

جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام محسن اہل سنت استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کی رحلت کے موقع پر 5 ستمبر 2003 کو جامع مسجد داتا دربار میں ایک تعزیتی جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جلسہ کی صدارت جماعت اہل سنت کے سابق مرکزی ناظم تعلیم و تربیت حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادریؒ نے کی۔ جلسہ میں حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادگان نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی جبکہ مقررین میں پیر سید خضر حسین شاہ چشتی، مفتی محمد اقبال چشتی، علامہ عبدالستار سعیدی، علامہ محمد صدیق ہزاروی، مولانا غلام ربانی افغانی (برطانیہ) پیر سید شمس الدین بخاری، اوقاف کے ڈائریکٹر زکوۃ سید شفیق حسین بخاری، اوقاف کے ڈائریکٹر مذہبی امور سید طاہر رضا بخاری، علامہ حافظ جمشید احمد سعیدی (برطانیہ)، علامہ محمد اشرف سعیدی اور ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی نے خصوصی شرکت کی۔ اس کے علاوہ مفتی صاحبؒ کے قُل شریف میں بھی جماعت کے وفد کے ہمراہ مرکزی ناظم اعلیٰ نے شرکت کی اور خطاب کیا۔ 26 ستمبر کو جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم تعلیم و تربیت مفتی محمد صدیق ہزاروی نے جامع مسجد خراسیاں اندرون لوہاری گیٹ میں مفتی اعظم پاکستان کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ کے علاوہ جماعت کے مقتدر رہنماؤں نے خطاب کیا۔

جماعت اہل سنت پنجاب کے عہدیداران سے مشاورت:

جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے 5 ستمبر کو بعد نماز عشاء اتفاق اسلامک سنٹر لاہور میں جماعت اہل سنت پنجاب کے عہدیداران کے ساتھ تنظیمی معاملات پر مشاورت کی اور صوبہ پنجاب میں جماعت اہل سنت کو مزید فعال بنانے کے لئے اہم فیصلے کئے۔ اس موقع پر صوبہ پنجاب کے صدر پیر سید خضر حسین شاہ چشتی، صوبائی جنرل سیکرٹری مفتی محمد اقبال چشتی صوبائی سیکرٹری اطلاعات محمد نواز کھرل، لاہور ڈویژن کے صدر پیر سید شمس الدین بخاری اور ضلع لاہور کے جنرل سیکرٹری صاحبزادہ حسنات احمد مرتضےٰ موجود تھے۔

محفل میلاد مصطفےٰ گوجرانوالہ:

8 مئی پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں عظیم الشان محفل میلاد کا اہتمام کیا گیا۔ جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محبت رسول بام عروج تک پہنچانے والا زینہ ہے۔ محفل میلاد سے ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، علامہ عبدالعزیز چشتی، مفتی غلام فرید ہزاروی اور دوسرے علماء نے خطاب کیا۔

میلاد مصطفےٰ کانفرنس، گوجر خان:

25 مئی کو جماعت اہل سنت گوجر خان کے زیر اہتمام ریلوے کالونی کی جامع مسجد میں عظیم الشان میلاد مصطفےٰ کانفرنس منعقد کی گئی۔ کانفرنس سے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ، پیر ظہور احمد چشتی، صاحبزادہ عتیق احمد چشتی، حافظ محمد اکبر نقشبندی و دیگر علماء و مشائخ نے بھی خطاب کیا۔

محبت رسول کانفرنس، اسلام آباد:

27 مئی کو جماعت اہل سنت اسلام آباد کے زیر اہتمام جامع مسجد حیدری رضوی کراچی کمپنی میں محبت رسول کانفرنس کا اہتمام کیا گیا جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ، الحاج محمد حنیف طیب، علامہ عبدالقادر اظہری، عبدالمجید فاعل اور علامہ عبدالقیوم ناصر نے بھی خطاب کیا۔

دورہ جھنگ:

جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ نے 30 مئی کو جھنگ کا دورہ کیا اور ضلعی ناظم اعلیٰ حافظ نبی احمد کی رہائش گاہ پر منعقدہ محفل سے خطاب کیا۔ بعدازاں تنظیمی معاملات پر خصوصی ہدایات سے نوازا۔

دورہ کراچی:

جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ دو روزہ دورے پر یکم جون کو کراچی پہنچے۔ کراچی کے قیام کے دوران جماعت اہل سنت کراچی کے زیر اہتمام الشا کلب میں دو سال کے باقاعدگی کے ساتھ جاری ماہانہ درس قرآن کی محفل سے خطاب کیا۔ بعدازاں مصطفائی تحریک کراچی کے سیمینار سے خصوصی خطاب کیا۔ سیمینار میں حاجی حنیف طیب۔ محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ، ریاض الدین نوری اور

پروفیسر آفتاب بھی شریک تھے۔

ایبٹ آباد میں اہلسنت کی پہلی مسجد:

جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام 4 جون کے تاریخی دن ایبٹ آباد شہر میں چار کنال کے وسیع قطعہ اراضی پر اہلسنت کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس پرشکوہ تقریب میں علامہ سید حسین الدین شاہ، صاحبزادہ محب الرحمان، مولانا غلام سرور ہزاروی، علامہ محمد ایوب ہزاروی اور حافظ محمد زبیر کے علاوہ ہری پور کے دیگر علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ ملک بھر کے سُنّی حلقوں میں ایبٹ آباد میں جامع مسجد اور دینی مدرسے کے قیام پر بے پناہ مسرت کا اظہار کیا گیا اور اس جرأت مندانہ اور حکیمانہ اقدام کو جماعت اہل سنت کی باشعور اور بلند عزم قیادت کا ناقابل فراموش کارنامہ قرار دیا۔

دورہ سیالکوٹ:

جماعت اہل سنت سیالکوٹ کی دعوت پر مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے 7 جون کو سیالکوٹ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر انوار کلب میں درس قرآن کی محفل سے خطاب کیا۔ بعد ازاں ضلعی عہدیداران کے ساتھ تنظیمی اور تحریکی امور سے متعلق گفتگو کی۔ اس کے بعد سیالکوٹ کے نواحی قصبے چک سانتھل بجوات میں میلاد مصطفیٰ کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔ اس موقع پر صاحبزادہ حافظ حامد رضا، حافظ نیاز احمد الازہری اور چوہدری غلام حسین کھٹانہ بھی ہمراہ تھے۔

دورہ فیصل آباد:

جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ 19 جون کو ایک روزہ تنظیمی دورے پر فیصل آباد پہنچے۔ جہاں ضلع کونسل ہال میں درس قرآن کی علمی نشست سے خطاب کیا، اس کے بعد جامعہ شیخ الحدیث میں فیصل آباد ڈویژن کے تمام اضلاع کے عہدیداران کے خصوصی تنظیمی اجلاس سے بھی خطاب کیا۔ علامہ باغ علی رضوی، صاحبزادہ عطاالمصطفیٰ نوری، علامہ سید ہدایت رسول شاہ، محمد تیمور خان، مولانا عبدالمنان سیالوی اور دیگر علماء اس دورہ میں مرکزی ناظم اعلیٰ کے ہمراہ رہے۔

ختم نبوت کانفرنس سرگودھا:

جماعت اہل سنت سرگودھا کے زیر اہتمام سرگودھا میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس سے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، جماعت اہل سنت پنجاب کے امیر پیر سید خضر حسین شاہ، پیر محمد امین الحسنات شاہ، پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی ودیگر نے خطاب کیا۔

ہزارہ ڈویژن کا دورہ:

جماعت اہل سنت ہزارہ ڈویژن کی دعوت پر مرکزی ناظم اعلیٰ نے ضلع ہزارہ کا دورہ کیا۔ اس دورہ کے دوران 14 جون 2003ء کو ایبٹ آباد میں شیروان کے مقام پر میلاد مصطفیٰ کا اہتمام کیا گیا جس سے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ، مولانا غلام سرور ہزاروی، صاحبزادہ محب الرحمان، مولانا ایوب ہزاروی، حضرت محمد شاہ اور دیگر علماء ومشائخ شامل تھے۔

دورہ یورپ:

11 جولائی کو برطانیہ کے شہر برمنگھم سے شروع کیا جہاں پیر سید منور حسین شاہ جماعتی نے امیر ملت اسلامک سنٹر میں استقبالیہ دیا 12 جولائی کو مقامی علماء، مشائخ سُنّی تنظیموں کے عہدیداران کے وفود سے ملاقات کی جن میں پیر سید زاہد علی شاہ، صاحبزادہ لخت حسنین و دیگر شامل تھے۔ نماز عصر کے بعد شیفیلڈ میں مفتی عبداللہ قصوری کے صاحبزادے مفتی محمد اختر علی قادری کی رہائش گاہ پر عصرانے میں شرکت کی جہاں مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ 13 جولائی مانچسٹر کی وکٹوریہ مسجد میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ کانفرنس سے پیر سید منور حسین شاہ جماعتی، علامہ عبدالعزیز چشتی و دیگر علماء ومشائخ نے بھی خطاب کیا۔ پھر لیورپول میں دیئے گئے عشائیہ میں شرکت کی۔ 14۔ جولائی کو لندن میں مختلف محافل ذکر میں شرکت کی۔ 15۔ جولائی کو فرانس کے شہر ڈاور میں استقبالیہ تقریب سے خطاب کیا۔ اسی روز بیلجیم میں جماعت اہل سنت ورکرز کنونشن سے خطاب کیا۔ 17۔ جولائی اٹلی کے شہر میلان میں میلاد مصطفیٰ کانفرنس سے خطاب کیا۔ 19۔ جولائی جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں خطاب کیا۔ 20۔ جولائی ہالینڈ کے شہر لیکزم برگ میں جماعت اہل سنت کے اجتماع کارکنان سے خطاب کیا۔ 21۔ جولائی حرمین شریفین حاضری دی۔ 24۔ جولائی کو مرکزی ناظم اعلیٰ کے صاحبزادوں اور صاحبزادی کا نکاح حرم شریف میں منعقد ہوا۔ 28 جولائی کو جماعت اہل سنت سعودی عرب کے استقبالیہ سے خطاب کیا۔

دورہ ڈیرہ غازی خاں:

25 ستمبر کو جماعت اہل سنت ڈیرہ غازی خاں کی دعوت پر مرکزی ناظم اعلیٰ نے ڈیرہ غازی خاں کا تنظیمی وتحریکی دورہ کیا اور ممتاز روحانی پیشوا پیر سید حامد رضا شاہ کے عرس کی تقریب سے خطاب کیا۔ بعدازاں جماعت اہل سنت کے اراکین سے تنظیمی امور پر خصوصی ہدایات دیں۔

یارسول اللہ کانفرنس گوجرانوالہ:

2۔ اکتوبر کو جماعت اہل سنت گوجرانوالہ کے زیر اہتمام یارسول اللہ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس سے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، صاحبزادہ حمید جان سیفی، مولانا حنیف چشتی، صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی ودیگر علماء ومشائخ نے شرکت کی۔

سالانہ محفل میلاد:

جماعت اہل سنت گوجرانوالہ کے زیر اہتمام 8 مئی کو سالانہ محفل میلاد منعقد ہوئی، جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، علامہ محمد عبدالعزیز چشتی، مفتی غلام فرید ہزاروی ودیگر نے خطاب کیا۔

سالانہ محفل میلاد راولپنڈی:

جماعت اہل سنت راولپنڈی کے زیر اہتمام راولپنڈی شہر میں 19 مئی کو سالانہ محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا جس سے مرکزی ناظم اعلیٰ اور جماعت اہل سنت راولپنڈی کے دیگر قائدین نے خطاب کیا۔

جماعت اہل سنت کے بیرون ملک کوآرڈینیٹر:

جماعت اہل سنت کا پیغام بیرون ملک پہنچانے کے لئے مندرجہ ذیل ممالک میں جماعت اہل سنت کے کوآرڈینیٹر مقرر کئے گئے۔ انگلینڈ، جرمنی، بیلجیم، اٹلی، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، ساؤتھ افریقہ، آسٹریلیا، قطر، سپین، امریکہ، جاپان، بنگلہ دیش، سکاٹ لینڈ، آئرلینڈ، ناروے، فرانس، نیپال، ہنگری، کویت اور کینیڈا۔

رکنیت سازی مہم:

جماعت اہل سنت کے مرکزی قائدین کی ہدایت پر پورے ملک وبیرون ملک عوام الناس تک جماعت کا پیغام پہنچانے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرونے کی نیت سے رکنیت سازی کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلے میں رکنیت فارم چھپوا کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کئے گئے اور لوگوں کو جماعت اہل سنت کا منشور ومقاصد بتا کر انہیں اس قافلہ محبت میں شامل کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

دروس قرآن:

جماعت اہل سنت کے مرکزی قائدین کے حکم کے مطابق ملک بھر میں دروس قرآن کا جال پھیلا دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت اہل سنت ضلع لاہور کے زیر اہتمام مختلف مقامات پر ماہانہ، پندرہ روزہ اور ہفتہ وار درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ مالی پورہ بند روڈ مولانا سلیم ہمدمی کی زیر صدارت ہر ماہ درس قرآن کی محفل ہوتی ہے۔ مزنگ، بیدیاں روڈ، چونگی امر سدھو، اسلام پورہ، واہگہ، ٹاؤن شپ اچھرہ، علامہ اقبال ٹاؤن، شاہدرہ اور دیگر مقامات پر مولانا نور الٰہی انور، پیر محمد نثار الحق علوی، مولانا مسعود الرحمٰن، قاری رب نواز، مولانا اسلم سعیدی، مولانا احمد حسین رضوی، خلیفہ جہانگیر، مولانا ضمیر فریدی، علامہ رضوان یوسف ودیگر خطاب کرتے ہیں عورتوں کے لئے راقم کی رہائش گاہ (واقع مزنگ جنازگاہ) پر ہفتہ وار درس قرآن کا اہتمام ہوتا ہے جس سے خاتون معلمہ عورتوں کو درس قرآن دیتی ہیں۔

لٹریچر مہم:

اسلامی تبلیغ واشاعت میں لٹریچر کا بہت اہم حصہ ہے۔ جماعت اہل سنت اپنی اس قومی ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں بے شمار کتابچے چھپ کر مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن میں سے چند ایک کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1: منشور ودستور العمل جماعت اہل سنت پاکستان	
2: جماعت اہل سنت پاکستان تاریخ، اہداف، عزائم	شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
3: اپنے مسلک کا پاسباں ہو جا	مفکر اسلام پیر سید ریاض حسین شاہ
4: تعمیر اہل سنت کی روحانی بنیاد	مفکر اسلام پیر سید ریاض حسین شاہ
5: اندھیروں سے اجالے تک	غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی
6: جگمگاتے لمحوں کی دل آویز کہانی	محمد نواز کھرل
7: سیرت مبارکہ کی روشنی میں جماعتی نظم اور آداب گفتگو	علامہ عبدالحکیم شرف قادری

8: انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ (بروشر)

9: برکات میلاد شریف مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

10: ہمیں ہر لمحہ میلاد منانا چاہیے ڈاکٹر عیسیٰ الحمیری ترجمہ منظور حسین اختر

11: مسائل روزہ منظور حسین اختر

12: میلاد شریف منظور حسین اختر

مرکزی کابینہ کا اجلاس:

یکم فروری کو انٹرنیشنل سُنی سیکرٹریٹ میں مرکزی کابینہ کا ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں حلف برداری کی تقریب، سنی سپریم کونسل کی تشکیل نو اور شوریٰ کے بیس ارکان کی نامزدگی کے علاوہ مختلف تنظیمی امور پر تبادلہ خیال اور ملک و بیرون ملک جماعت کی پالیسیوں پر اظہار خیال کیا گیا۔ اجلاس میں مرکزی امیر پیر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ اور جماعت کے دیگر قائدین نے شرکت کی۔

سُنی کنونشن کوئٹہ:

13 ستمبر 2005ء کو ریلوے ہاکی گراؤنڈ زرغون روڈ کوئٹہ میں عظیم الشان سُنی کنونشن منعقد کیا گیا۔ اس کنونشن میں صوبہ بلوچستان سے علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مرکزی امیر پیر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، شاہ تراب الحق قادری، صاحبزادہ خالد سلطان قادری و دیگر قائدین نے خطاب کیا۔

پیغام حسین کانفرنس ڈسکہ:

5 مارچ کو جماعت اہل سنت تحصیل ڈسکہ کے زیر اہتمام عظیم الشان پیغام حسین کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں جماعت اہل سنت کے مرکزی قائدین کے علاوہ مقامی قائدین اور رہنماؤں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

صوبہ پنجاب کے عہدیداروں کی حلف برداری:

13 مارچ کو ہمدرد ہال لٹن روڈ میں جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب کے نو منتخب عہدیداروں کی تقریب حلف برداری منعقد کی گئی۔ جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، حاجی محمد فضل کریم، سید حامد سعید کاظمی، پیر سید خضر شاہ، فضل الرحمان اوکاڑوی، علامہ عبد التواب صدیقی، مفتی محمد خان قادری، ڈاکٹر سرفراز نعیمی، مفتی غلام سرور قادری، علامہ فدا حسین شاہ و دیگر نے خطاب کیا۔

قومی تعلیم کانفرنس لاہور:

پاکستان کے تعلیمی نصاب میں تبدیلیوں کے خلاف اور عوام الناس کی راہنمائی کیلئے 6۔ اپریل کو لاہور کے مشہور و معروف ہال ایوان اقبال لاہور میں ''قومی تعلیم کانفرنس'' کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مرکزی امیر پیر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، پیر سید شمس الدین بخاری، مفتی محمد اقبال چشتی، ڈاکٹر اجمل نیازی، حاجی حنیف طیب، مفتی منیب الرحمان اور دوسرے معروف علماء، مشائخ اور دانشوروں نے شرکت کی۔

ضلع لاہور کے عہدیداروں کی تقریب حلف برداری:

24 ستمبر 2005ء کو جماعت اہل سنت لاہور کے سابقہ دفتر واقع 8 سی دربار مارکیٹ میں ضلع لاہور کے نو منتخب عہدیداروں کی تقریب حلف برداری منعقد ہوئی۔ جس میں مرکزی امیر پیر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، مفتی محمد اقبال چشتی، مولانا فضل الرحمان اوکاڑوی، پیر سید شمس الدین بخاری، قاری نذیر قادری، مولانا اشرف سعیدی و دیگر نے شرکت کی۔

صوبائی ناموس رسالت کانفرنس:

11 مارچ 2006 کو دربار قادریہ جیلانیہ دیہہ سوخیر پور میرس، سندھ میں عظیم الشان صوبائی ناموس رسالت کانفرنس منعقد کی گئی جس میں مرکزی امیر پیر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، پیر سید عاشق حسین شاہ جیلانی، شاہ تراب الحق قادری کے علاوہ دیگر علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

سانحہ کراچی:

12 ربیع الاول کو کراچی میں محفل میلاد کے دوران ہونے والے دلخراش سانحہ پر جہاں قوم کا بچہ بچہ مغموم نظر آتا تھا وہاں جماعت اہل سنت کسی سے پیچھے نہیں رہی۔ محفل میلاد کی اس تقریب میں جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ نے بھی شرکت

کرنا تھا اتفاقاً ان کا جہاز چند منٹ لیٹ پہنچا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے دینی خدمت کیلئے ان کو ظالموں کی سازش سے محفوظ رکھا۔ حادثہ کی خبر سنتے ہی مرکزی امیر اور جماعت کے قائدین کراچی پہنچے۔ حالات انتہائی پرآشوب اور کٹھن تھے۔ ایک طرف شہداء کے کفن دفن کا مسئلہ تھا تو دوسری طرف زخمیوں کی عیادت کا معاملہ، تیسری طرف قانونی داد رسی اور سرکاری اہلکاروں سے بات چیت کا مرحلہ تھا، تو چوتھی طرف امن و امان کی بگڑی ہوئی صورت حال تھی۔ ان تمام نازک حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قائدین اہل سنت کو سرخرو فرمایا۔ انہوں نے انتہائی جرأت و پامردی سے ان حالات کا مقابلہ کیا۔ صبر و استقلال کے ایسے مظاہرے دیکھنے میں آئے کہ اسلاف کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ اسی سلسلہ میں 20 مارچ 2006ء کو انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ میں جماعت اہل سنت کی مرکزی عاملہ کا ایک خصوصی ہنگامی اجلاس بھی طلب کیا گیا تا کہ سانحہ کراچی پر غور و خوض کیا جا سکے۔ اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔ اس کے بعد سانحہ کراچی کی تحقیقات کے منظر عام پر نہ آنے کی وجہ سے 6 مئی 2006ء کو انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ میں مرکزی مجلس شوریٰ کا ہنگامی اجلاس دوبارہ طلب کیا گیا اور حکومت سے فی الفور تحقیقات کے نتائج منظر عام پر لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ ۲۱ مئی کو آرام باغ گراؤنڈ میں شہدائے میلاد النبی کا چہلم منایا گیا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ دہشت گردوں کو فی الفور گرفتار کیا جائے۔ مرکزی ناظم اعلیٰ کے دستخطوں سے جماعت اہل سنت کے اراکین کو سرکلر جاری کیا گیا کہ ۱۹ مئی کو ''یوم شہدائے کراچی'' منایا جائے اور پر وقار اور پر امن احتجاجی مظاہرے کئے جائیں۔ قرآن خوانی اور ایصال ثواب کی محفل کا انعقاد کیا جائے۔ شہداء کے پسماندگان کی کفالت کیلئے جماعت اہل سنت کی طرف سے فنڈ بھی قائم کیا گیا۔ ۲۱ مئی کو راولپنڈی چونگی نمبر ۲۲ میں بھی شہدائے نشتر پارک کا چہلم منایا گیا۔

عظمت اسلام سیمینار:

۲۷ اگست کو جماعت اہل سنت لاہور کے زیر اہتمام دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر عظیم الشان عظمت اسلام کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مرکزی قائدین پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، علامہ سید ریاض حسین شاہ، مفتی محمد اقبال چشتی، پیر سید شمس الدین بخاری، مولانا فدا حسین شاہ، مولانا اشرف سعیدی و دیگر نے شرکت کی۔

غازی عامر چیمہ:

جرمنی میں ریاستی جبر کی وجہ سے شہید ہونے والے ''غازی عامر چیمہ'' کے والدین سے اظہار ہمدردی کے لئے مرکزی ناظم اعلیٰ کی قیادت میں جماعت اہل سنت کا ایک نمائندہ وفد ضلع گوجرانوالہ ان کی رہائش گاہ پر پہنچا اور ان کے والد سے اظہار تعزیت کیا گیا۔ اس موقع پر وفد میں مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ مفتی محمد اقبال چشتی، پیر سید شمس الدین بخاری، انجینئر سرفراز شمیم، عبد المجید مغل و دیگر عہدیدار شریک تھے۔

حکومت کے غیر اسلامی اقدامات کے خلاف جماعت اہل سنت کی کاوش:

حکومت نے حدود آرڈیننس میں تبدیلی کا اعلان کر کے اسلامیان پاکستان میں تشویش کی لہر دوڑا دی۔ وزارت داخلہ کی طرف سے سرکاری خطبوں کی تجویز دی گئی، اور مساجد میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر علماء کے خلاف مقدمات درج ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں 7 اگست کو لاہور میں جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی انتظامیہ کا اہم اور کثیر المقاصد اجلاس طلب کیا گیا۔ اسی سلسلہ مرکزی ناظم اعلیٰ کی زیر قیادت جماعت کے وفد نے وزیر اعلیٰ سے ملاقات کی۔ اس وفد میں مرکزی ناظم اعلیٰ کے علاوہ صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی، پیر سید خضر علی شاہ، علامہ عبد التواب صدیقی، صاحبزادہ عبد المالک، شیخ امجد علی چشتی، مفتی اقبال چشتی، حاجی حنیف طیب، پیر سید شمس الدین بخاری، علامہ بشیر القادری، علامہ باغ علی رضوی، قاری خالد محمود اور سید صفدر شاہ شامل تھے۔ وزیر اعلیٰ سے ملاقات کے دوران جماعت کے وفد نے جن ۲۲ نکات پر گفتگو کی ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حدود اللہ کی تنفیذ سے متعلق کسی قسم کی تبدیلی قابل قبول نہ ہوگی

۲۔ ۱۴ فروری کو بنائے گئے جھوٹے مقدمات فی الفور واپس لئے جائیں

۳۔ دینی مدارس کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں کو روکا جائے

۴۔ لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے جن علماء کے خلاف مقدمات بنائے گئے ہیں وہ واپس لئے جائیں

۵۔ سانحہ نشتر پارک کے ذمہ داران کو بے نقاب کیا جائے

۶۔ اہل سنت کی مساجد پر قبضہ کے واقعات پر کنٹرول کیا جائے۔

اس سلسلہ میں جماعت اہل سنت کی طرف سے مختلف مقامات پر ''صداقت اسلام کانفرنسز'' بھی منعقد کی گئیں۔ تا کہ اسلام کی

حقانیت اور اسلامی قوانین و احکامات کی سچائی کو واضح کیا جا سکے۔ ہزارہ ڈویژن میں ایبٹ آباد کے مقام پر عظیم الشان ڈویژنل سنی کانفرنس کا انعقاد بھی کیا گیا۔

استحکام پاکستان سیمینار:

۱۲ نومبر ۲۰۰۶ کو پریس کلب شملہ پہاڑی لاہور میں ''استحکام پاکستان سیمینار'' منعقد کیا گیا۔ مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ، مفتی محمد اقبال چشتی، پیر سید شمس الدین بخاری، ڈاکٹر اجمل نیازی، مفتی محمد خان قادری، ڈاکٹر سرفراز نعیمی و دیگر رہنماؤں نے شرکت کی۔

پیغام مصطفےٰ کانفرنس:

۱۵ دسمبر ۲۰۰۶ کو جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع ہال میں جماعت اہل سنت لاہور کے زیر اہتمام عظیم الشان پیغام مصطفےٰ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، مفتی محمد اقبال چشتی، پیر سید شمس الدین بخاری، پیر سید خضر حسین شاہ، مولانا فدا حسین شاہ حافظ آبادی نے خطاب کیا۔

یوم قائد اعظم محمد علی جناح:

25 دسمبر 2006 کو جماعت اہل سنت ضلع لاہور کے زیر اہتمام قائد اعظم محمد علی جناح کے یوم ولادت کی تقریب منعقد کی گئی۔ جس سے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ، مفتی محمد اقبال چشتی، قاری نذیر قادری، پیر سید شمس الدین بخاری اور دیگر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔

سُنّی کنونشن صوبہ پنجاب:

فروری 2007 کو جماعت اہل سنت پاکستان صوبہ پنجاب نے ملک بھر میں بڑھتی ہوئی بدامنی اور خودکش بم دھماکوں پر اظہار تشویش کرتے ہوئے انٹرنیشنل سُنی سیکرٹریٹ میں سُنی تنظیموں پر مبنی سُنی کنونشن کا انعقاد کیا۔ جس میں بارش کے باوجود علماء کرام کی بڑی تعداد اور سینکڑوں سنی کارکنوں نے شرکت کی۔ صوبائی کنونشن کی صدارت علامہ سید خضر حسین شاہ چشتی نے کی۔ جبکہ مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ، مولانا امجد علی چشتی، مولانا عبدالعزیز چشتی، قاری خالد محمود، علامہ عبدالشکور رضوی، مفتی محمد اقبال چشتی، پیر سید شمس الدین بخاری و دیگر نے شرکت کی۔

علماء و مشائخ کنونشن کراچی:

مارچ 2007 میں جماعت اہل سنت کراچی کے زیر اہتمام عظیم الشان علماء و مشائخ کنونشن صادقین ہال نیپا چورنگی گلشن اقبال میں ممتاز عالم دین علامہ شاہ تراب الحق قادری کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس سے مفتی منیب الرحمان، حاجی حنیف طیب، مفتی سید سعادت علی قادری، سید ثروت اعجاز قادری، مفتی عبدالسبحان قادری، علامہ سید سجاد سعید کاظمی، علامہ ابرار احمد رحمانی و دیگر نے خطاب کیا۔

فکر اولیاء کانفرنس لاہور:

4 مارچ 2007، میں جماعت اہل سنت ضلع لاہور کے زیر اہتمام ہمدرد ہال لٹن روڈ میں عظیم الشان فکر اولیاء کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس سے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ، مفتی اقبال چشتی، سید انتصار الحسن شاہ، ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، مولانا عثمان نوری، مفتی محمد صدیق ہزاروی، قاری عارف سیالوی و دیگر نے شرکت کی۔

عظمت علم سیمینار:

دنیائے اسلام کے عظیم سیرت، معروف عالم دین، استاذ الاساتذہ شیخ الدین علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور خطیب ملت حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی کے وصال کے موقع پر دونوں بزرگ شخصیات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جماعت اہل سنت نے عظمت علم سیمینار ہمدرد ہال لاہور میں منعقد کیا۔ جس سے مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ صاحب، مفتی محمد اقبال چشتی، مفتی محمد خان قادری، پیر سید شمس الدین بخاری، ڈاکٹر ممتاز، علامہ خالد محمود، میاں غلام شبیر قادری و دیگر نے شرکت کی۔

رمضان المبارک میں ''نیکی پھیلاؤ مہم'':

ماہ رمضان المبارک کے دوران جماعت اہل سنت نے اسلامیان وطن میں گرمجوشی کی نئی روح پھونکنے کیلئے ''نیکی پھیلاؤ مہم'' کا

اعلان کیا۔ اس سلسلہ میں جماعت اہل سنت سے وابستہ تقریباً ہر مسجد میں درسِ قرآن کی محافل، فہم القرآن سیمینارز، جی علی الفلاح کانفرنس، اصلاحی اور تربیتی اجتماعات اور شب بیداریوں کا انعقاد کیا گیا دینی لٹریچر مارکیٹوں، دفاتر اور گھروں میں تقسیم کیا گیا۔

سنی سپریم کونسل کا اعلان:

جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی مرکزی ناظم اعلیٰ نے باہم مشاورت سے تنظیمی مشن کے لئے 20 رکنی سنی سپریم کونسل کا اعلان کیا۔ نامزد شخصیات میں پیر دیوان آل سیدی، حاجی حنیف طیب، حاجی فضل کریم، سید حامد سعید کاظمی، خواجہ حمید الدین سیالوی، پیر علاؤ الدین صدیقی، پیر امین الحسنات شاہ، پیر منظور احمد شاہ، نور الحق قادری، سید حسین الدین شاہ، علامہ محمد شریف رضوی، مفتی اشرف القادری، خواجہ فقیر محمد باروی، محمد یعقوب قادری، صاحبزادہ محب اللہ نوری، سید ضیاء الحق شاہ، وسیم ممتاز ایڈووکیٹ، علامہ محمد صدیق ہزاروی، پیر محب الرحمان قادری شامل ہیں۔

مرکزی اور صوبائی عہدیداروں کا اعلان:

جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے باہمی مشاورت سے مرکزی اور صوبائی عہدیداران نامزد کر دیئے۔ تفصیلات کے مطابق علامہ عبدالتواب صدیقی، پیر سید عاشق علی شاہ، صاحبزادہ غلام صدیق احمد نقشبندی مرکزی نائب امیر، صاحبزادہ محمد صفدر شاہ گیلانی، ڈاکٹر حمزہ مصطفائی مرکزی نائب ناظم اعلیٰ، نواز کھرل سیکرٹری اطلاعات، پیر سید خضر حسین شاہ ہرکشی ناظم تعلیم و تربیت، شیخ امجد علی چشتی مرکزی چیف آرگنائزر، حاجی محمد جمیل ناظم مالیات، سرفراز ضیغم سیکرٹری پبلک ریلیشنز جبکہ قاری خالد محمود صدر پنجاب، مفتی محمد اقبال چشتی جنرل سیکرٹری، عاشق علی شاہ صدر سندھ، اکرم سعیدی جنرل سیکرٹری، صاحبزادہ خالد سلطان قادری صوبہ بلوچستان، مولانا بشیر القادری صوبہ سرحد کا جنرل سیکرٹری، پیر سید غلام یٰسین شاہ آزاد کشمیر کا صدر نامزد کیا گیا۔

پاکستان بچاؤ مہم:

ملک میں بڑھتی ہوئی بدامنی، دہشت گردی، لاقانونیت اور ناانصافی کے خلاف جماعت اہل سنت پاکستان نے ''پاکستان بچاؤ مہم'' کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں ڈویژنل سطح پر اجتماعات منعقد کیے گئے فیصل آباد، راولپنڈی، لاہور، ڈیرہ غازی خان، سرگودھا، گوجرانوالہ، ملتان اور بہاولپور میں ڈویژنل کنونشن کا انعقاد ہوا۔ ہر کنونشن کے ساتھ پریس کانفرنس بھی کی گئی اور اقوام عالم بالخصوص حکومت پاکستان کو متنبہ کیا گیا کہ اسلام امن اور رواداری کا مذہب ہے، دہشت گردی اور خودکش بم دھماکوں کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے جوڑنا قطعاً مناسب نہیں۔

قرآن کمپلیکس دربار میاں میر کا بچاؤ:

حضرت میاں میر کے دربار سے منسلک قرآن کمپلیکس کی جامع مسجد کو پشاور کے ایک فرقہ باز اور متنازعہ مولوی حسن خان کے نام منسوب کرنے کے حکومتی اعلان پر جماعت اہلسنت نے شدید احتجاج کیا۔ اس سلسلہ میں مختلف مقامات پر جلسے منعقد کیے گئے جماعت اہلسنت کے نمائندہ وفد نے مرکزی کی زیر قیادت چوہدری پرویز الٰہی سے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں ملاقات کی اور اپنے مطالبات پیش کئے جسکے ثمرہ میں چوہدری پرویز الٰہی نے اعلان کیا کہ مسجد کو مولوی حسن جان کے نام سے منسوب نہیں کیا جائے گا اور صوبائی قرآن بورڈ کی سربراہی تمام مکاتب فکر کو سونپی جائے گی۔

مرکزی انتخابات:

جماعت اہل سنت کے مرکزی انتخابات 19 اگست بروز اتوار سنی سیکرٹریٹ میں ہوئے جس میں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر سے مرکزی مجلس شوریٰ کے ارکان نے حصہ لیا۔ اجلاس میں متفقہ رائے سے آئندہ تنظیمی مشن کے لئے پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی کو مرکزی امیر اور علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔

جماعت اہل سنت پنجاب کے عہدیداروں کی حلف برداری:

جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب کے نو منتخب عہدیداروں اور ڈویژنل امراء کی تقریب حلف برداری 20 اکتوبر 2007ء کو لاہور پریس کلب میں ہوئی۔ جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ نے نو منتخب عہدیداروں سے حلف لیا تقریب میں مفتی محمد اقبال چشتی، قاری خالد محمود، پیر سید شمس الدین بخاری، پیر سید خضر حسین شاہ، امجد ارباب عباسی، دوسرے قائدین نے شرکت کی۔

یوم امن:

ملک میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی اور خودکش بم دھماکوں کے خلاف جماعت اہل سنت کی مرکزی شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق 18

جنوری 2008ء کو یوم امن منایا گیا۔ اس سلسلہ میں منعقدہ ایک تقریب سے مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، علامہ ارشد سعید کاظمی، مولانا عبدالعزیز سعیدی، مولانا خادم سعیدی، و دیگر نے اجتماع سے خطاب کیا۔ چاروں صوبوں کی ہزاروں مساجد میں پورے ملک میں جماعت اہل سنت سے وابستہ علماء نے ملک میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی اور قتل و غارت پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا گیا اور ملک میں امن و امان اور یکجہتی کیلئے دعائیں کرائی گئیں۔

یوم کشمیر پر مظاہرہ:

5 فروری یوم یکجہتی کے حوالے سے جماعت اہل سنت ضلع لاہور نے لاہور پریس کلب کے باہر ایک احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں ضلع لاہور کے قائدین و کارکنان نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مظاہرہ سے ناظم لاہور مولانا سلیم ہمدی، قاری نذیر قادری، ڈاکٹر منظور حسین اختر نے خطاب کیا۔ جبکہ مولانا نثار الحق علوی، مولانا مسعود الرحمٰن، قاری رب نواز، قاری اسلم سعیدی، مولانا ضمیر فریدی، قاری محمد فیصل و دیگر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔

تحفظ پاکستان کانفرنس:

جماعت اہل سنت کراچی کے زیر اہتمام فروری 2008ء میں ''تحفظ پاکستان کانفرنس'' کا انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ، شاہ تراب الحق قادری، حاجی حنیف طیب، علامہ اکبر رحمانی و دیگر نے خطاب کیا اجتماع میں الیکٹرانک میڈیا میں دہشت گردی کے المناک حادثات پر پاکستان کو توڑنے کی پروپیگنڈہ مہم کی شدید مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ میڈیا کو پابند کیا جائے کہ پاکستان کے دشمنوں کی ترجمانی و عکاسی نہ کی جائے۔

پیغام حسین کانفرنس:

جماعت اہل سنت پنجاب کے زیر اہتمام 2 فروری 2008ء میں داتا دربار مسجد میں پیغام حسین کانفرنس منعقد کی گئی جس میں مرکزی، فدا حسین شاہ، محمد فاروق سعیدی بخاری صاحب، مفتی اقبال چشتی نے خطاب کیا۔

الیکشن 2008ء میں جماعت اہل سنت کا کردار:

جماعت اہل سنت غیر سیاسی مذہبی تنظیم ہے لیکن نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے ذہن سازی اس کے منشور میں شامل ہے۔ لہذا الیکشن میں جماعت اہل سنت نے کوشش کی کہ اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے مذہبی لوگ اسمبلیوں میں پہنچیں تاکہ نظام مصطفےٰ کے نفاذ کی راہ ہموار ہو سکے۔ اس سلسلے میں انفرادی تبلیغ، خطبات، محافل میں پیغام رسانی اور اخباری بیانات کے ذریعے جماعت کے کارکنوں کو تیار کیا گیا۔ قائدین نے مختلف مقامات پر اجتماعات سے خطاب کے دوران جماعت کی پالیسی کو واضح کیا اور جماعت کا منشور لوگوں تک پہنچایا۔

جدید تعلیمی مراکز:

جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام اس وقت مساجد اور حفظ کے مدارس کے علاوہ 200 سے زائد سکول کام کر رہے ہیں، جہاں کمپیوٹر کے ساتھ دیگر جدید علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں غریب طلباء کو مفت کتابیں فراہم کی جاتی ہیں۔

✿ ✿ ✿

اپنے مسلک کا پاسباں ہو جا

مفکر اسلام حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ
کا آل پاکستان سنّی کانفرنس میں منزل نواز خطاب

معزز حضرات علماء کرام!

مشائخ عظام!

غلامانِ رسول!

اللہ تعالیٰ کا بے شمار ان گنت شکر ہے کہ اس نے آج ہمیں اس تاریخی مقام پر ایک تاریخ ساز مقصد کے لئے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ میرا شکر وسپاس نامکمل، پھیکا اور ادھورا رہے گا اگر میں وجہ تکوین کائنات رسول اکرم ﷺ کی حُسن صورت وسیرت کو یاد کر کے درود وسلام نہ پڑھوں۔

حضرات!

یقین جانیئے! میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں ان حوصلوں کو خراج پیش کروں جنہوں نے آج کی اس عظیم سُنّی کانفرنس میں ناامیدی کے اندھیروں کو دھکیل کر نورستان کی نظارہ بندی کی ہے ہمیں احساس ہے کہ یہاں لوگ بہت تکلیفیں جھیل کر، مصیبتیں سہہ کر پہنچے ہیں۔ راہِ وفا میں ان کی آبلہ پائی یقیناً رنگ لائے گی۔ دل کی دھڑکنوں سے آپ سب کے لئے دعائیں نکل رہی ہیں اللہ تعالیٰ یہ خلوص اور قربانیاں قبول فرمائے اور قوم وملت کو منزل کی وہ روشنی نصیب فرمائے کہ ہم سب کی تھکان دور ہو جائے۔

آج کی اس کثیر المقاصد اور عظیم سُنّی کانفرنس میں بڑے بڑے لائق مفکرین، عظیم علماء اور سیمیں سخن خطباء نے خطاب فرمائے کوئی کہنے کی بات ایسی نہیں چھوڑی کہ ہم ایسے بے بضاعت لوگ آپ کی سمع خراشی کریں۔

اڑا لی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے

چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

آیئے! سراغ لگاتے ہیں تسخیرِ کائنات کی شاہ کلید کا، میرا ایمان ہے فطرت نے سب کچھ محبت میں رکھا ہے

محبت ہی محبت

اپنے اللہ سے محبت

اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے محبت

پیارے رسول ﷺ کے سینہ اطہر پر نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم سے محبت

رسول ﷺ محبت کے محبّ ومحبوب اہل بیت سے محبت

مرکز محبت رسول ﷺ کے جاں نثار وفا شعار اصحاب سے محبت

مصدر محبت رسول ﷺ کے دین محبت کی مٹھاس اور خوشبو چار دانگ عالم میں پھیلانے والے اولیائے کرام سے محبت

اور پھر محور محبت رسول ﷺ سے منسوب ہر ادا، ہر عمل، ہر لفظ، ہر سوچ، ہر فکر، ہر چیز اور ہر شے سے محبت۔

یہ ہے اسلام کی جمالیاتی تعبیر جسے اہل جہاں مسلک محبت اہل سنت وجماعت کے پیارے نام سے جانتے ہیں۔ سُنّی اور مسلمان الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی معنی اور مفہوم کے لئے بولے جانے والے مترادفات ہیں۔ سُنّی یا اہل سنت کا لفظ بھی آج کی ایجاد نہیں بلکہ اصحاب رسول ﷺ کے دور میں ہی جب کچھ لوگوں نے ذات رسول ﷺ کو چھوڑ کر فقط قرآن سے ہی اسلام کو سمجھنا چاہا اور قرآن ہی کو اپنی شناخت ٹھہرایا تو امام حسن ؓ نے فرمایا کہ "نحن علی سنة و جماعة" کہ ہم تو رسول ﷺ کی سنت اور ان کے اصحاب کے طریقے پر ہیں۔ اہل سنت وجماعت کا نام اسی قول مبارک سے ماخوذ ہے۔ خود سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "ید اللہ علی الجماعة" اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے، اس نام کے لئے برکتوں کا ذریعہ ہے مگر ہم آج کے دور میں اسلام کے نام پر مختلف گروہوں اور فرقوں کے اعتقادات کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ بعض ایسے ہیں جو عظمت توحید کی بات کرتے ہیں مگر اس لہجے میں کہ عظمت رسالت کا انکار ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ حب اہل بیت کی بات کرتے ہیں مگر اس رنگ میں کہ ناموس صحابہ کا انکار ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ عظمت صحابہ کی بات کرتے ہیں مگر اس ڈھنگ سے کہ توقیر اہل بیت کا انکار ہوتا ہے۔ لہٰذا ان گروہی اور فرقہ وارانہ گمراہ کن سوچوں کے مقابلے میں ایک ہی اجتماعی اسلامی عقیدہ ہے جو سب سے محبت کا درس دیتا ہے۔ اس لئے اس کے حامل افراد گروہ یا فرقہ نہیں بلکہ جماعت کہلاتے ہیں اور انہی کا نظریہ مسلک محبت کہلاتا ہے۔

رسول محبت ﷺ کے ارشاد نور "میری امت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی" کا فیض ہے کہ آغاز اسلام سے آج تک امت مسلمہ کی غالب اکثریت ہمیشہ اسی مسلک محبت پر کاربند رہی ہے۔ تاریخ اسلام نے جتنے مشاہیر اور رجال عظیم پیدا کئے ہیں۔ سب کا تعلق اسی فکر محبت

سے رہا ہے امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام مالک، سیدنا غوث الاعظم، داتا گنج بخش علی ہجویری، سیدنا بہاؤالدین نقشبند، سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی، سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، امیر خسرو، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت فضل حق خیر آبادی اور حضرت احمد رضا خان بریلوی سب اسی مسلک محبت اہل سنت کے افق کے تابندہ ستارے ہیں۔ ہمارے وطن پاکستان میں ہر طرح کی سوچ اور فکر رکھنے والے لوگ موجود ہیں مگر اللہ کریم کا شکر ہے کہ یہاں بھی مسلمانوں کی غالب اکثریت اہل سنت و جماعت ہے۔ کچھ تو اقلیتیں اپنے تحفظ کی فکر کی وجہ سے ہمیشہ منظم ہوتی ہیں اور کچھ آج کل بیرونی حکومتوں کے سرمائے نے ان کو منظم اور متحرک بنا رکھا ہے، اگر ان کا تحرک اسلام ہی کی سربلندی کے لئے ہوتا تو کوئی بات بھی تھی مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ سب کا ہدف نظریاتی، تنظیمی اور تحریکی طور پر اہل سنت کو کمزور کرنا ہے۔ دریں صورت انتہائی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی اکثریتی جماعت کے افراد اپنے آپ کو منظم کریں، ویسے بھی جب تک غالب اکثریت اسلام کی حقانیت اور کفر و الحاد کی بیخ کنی کے لئے تیار نہیں ہوتی دوسرے گروہوں سے یہ کار عظیم پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی فکر کے پیش نظر اسلامیان پاکستان کے اجتماعی نظریات کی حامل تنظیم جماعت اہل سنت تشکیل دی گئی، ابتداء میں غزالی زماں حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی، مولانا حامد علی خان اور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی اس کے روح رواں تھے اب اس کی قیادت ملک کے نامور اور مقتدر علمائے کرام فرما رہے ہیں، جماعت اہل سنت کی چند سالوں کی تگ و تاز کا نکتہ عروج عظیم الشان "کل پاکستان سنّی کانفرنس" ہے، سنی کانفرنس میں شمع رسالت کے لاکھوں پروانوں کا ہجوم محض مچلتے جذبوں کا اظہار نہیں بلکہ کفر و الحاد کا زور توڑنے، حب رسول ﷺ کی دعوت کو عام کرنے، مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ، نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور وطن عزیز پاکستان کے استحکام کی منظم فکری تحریک کا شعوری آغاز ہے، اپنے معاشرے اور پوری دنیا میں غلبہ دین کی منزل مراد کو سر کرنے کی مربوط منصوبہ بندی ہے۔ سنّی کانفرنس میں شریک ہر فدائی رسول ﷺ کو اپنے سُنّی ہونے پر فخر کرنا چاہئے اور ہر جگہ اپنی اس نسبت کا اظہار بھی کرنا چاہئے اس لئے کہ اچھی اور پاکیزہ نسبتوں کا ہمیشہ اظہار ہوتا ہے اور بری اور مذموم نسبتیں ہمیشہ چھپائی جاتی ہیں۔ سُنّی ہونا تو اپنے آپ کو داتا علی ہجویری، خواجہ اجمیری، بابا فرید اور سلطان باہو ایسے پاکباز بزرگوں کا غلام ظاہر کرنا ہے۔ کون کافر ہوگا جو ان اولیاء کرام کی محبت میں زندگی اور ان ہی کے ساتھ اپنی آخرت کو وابستہ نہیں کرے گا۔ اس لئے سُنّی کانفرنس سے جانے کے بعد ہر سُنّی کو چاہئے کہ برملا ہر جگہ اپنے سنی ہونے کا اظہار کرے۔ کانفرنس سے جاتے ہوئے ہر غلام رسول کو جماعت اہل سنت کے اہداف ایک سبق کی طرح یاد کر لینے چاہئیں تاکہ وہ اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق ان کے حصول کے لئے تگ و تاز کر سکے۔

جماعت اہل سنت کے اہداف

فکری ہدف:

بین الاقوامی سطح پر کفر کا زور توڑنا اور غلبہ اسلام کی منظم تحریک اٹھانا

روحانی ہدف:

حب رسول ﷺ کی دعوت تمام انسانی حلقوں تک عام کرنا

سیاسی ہدف:

استحکام پاکستان اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے ذہن سازی کرنا

سماجی ہدف:

معاشرتی برائیوں کے خاتمے اور خدمت خلق کے فروغ کی کوشش کرنا

اصلاحی ہدف:

گمراہ کن عقائد کی اصلاح، فرقہ واریت کی بیخ کنی، جاہلانہ رسموں کی تطہیر اور حب رسول ﷺ کی روشنی میں عامتہ الناس کے لئے دینی دعوت کا اہتمام کرنا

تعلیمی ہدف:

قدیم و جدید علوم کے مدارس، سکولز، کالجز اور یونیورسٹیاں قائم کرنے کی سعی کرنا، ماہرین تعلیم سے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نصاب تیار کرنا

عملی ہدف:

باطل اور طاغوت کے خلاف بھرپور جہاد کرنا

تنظیمی وتحریکی ہدف:

وطن عزیز کے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر میں جماعت اہل سنت کی تنظیم سازی کرنا نیز پاکستان بھر کی تمام سنی تنظیموں کا عملی اشتراک قائم کرنا

عالمی ہدف:

دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا، دنیا بھر میں کام کرنے والی سنی تنظیموں، تحریکوں سے رابطہ کرنا۔

حضرات! آپ نے باہمی محبت الفت اعتماد اور یقین کے ساتھ جماعت اہل سنت کی صورت میں جو چراغ روشن کیا ہے یہ آپ کی گہری فراست، عمیق بصیرت اور دور نظری کا بلند پایہ ثبوت ہے۔ جماعت اہل سنت آپ کی جماعت ہے، اس عظیم اُمت کی فقید المثال جامعت، نسل نو کا تاریخی ارتباط اور زندہ اقدار کا انمٹ نقش جمیل ہے۔ جماعت اہل سنت کی ساری جدو جہد کا مرکز ومحور چند سچے اور سُچے عقیدے، انقلاب آفرین تحریکی اعمال اور نتیجہ خیز معاشرتی رویئے ہیں یہ سرمایہ ہے جو جماعت اہل سنت کی پہچان ہے۔

جماعت اہل سنت نے جن مایوس کن حالات میں سُنّی کانفرنس کا انعقاد کیا ہے ان کا مطالعہ آپ ایسے درد دل رکھنے والے احباب کے لئے مشکل نہیں، عالمی سطح پر غلامان رسول ﷺ جن پریشانیوں اور اضطراب کا شکار ہیں ان میں کفر کا زور پکڑ جانا، عالمی ذرائع ابلاغ کا فحاشی اور عریانیت کی حیا سوز وکالت کرنا، زرخرین ذہنوں کی ریاستی اور سیاسی زندگی کو جدید شیطانی ہتھکنڈوں سے محکومیت کا شکار بنانا، مسلم عوام کو معاشی حیلوں اور مادی حربوں سے مکمل طور پر مفلوج کر دینا اور اس پر مستزاد کشمیر، فلسطین، بوسنیا اور ان ایسی درجنوں ریاستوں میں مسلمانوں کا قتل عام کم پریشان کن مسائل نہیں۔ ایسے میں آپ خود سوچیں جماعت اہل سنت کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں؟ اس کی عملی جدو جہد کا دوٹوک لائحہ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ کسی درخت کی آبیاری اس کی جڑوں کو کاٹ کر نہیں کی جاسکتی۔ جماعت اہل سنت کا اولین ہدف دنیا بھر میں مسلمانوں کے وقار اور آبرو کی بحالی ہے ہم خود کو منظم کر کے کفر کے زور کو توڑنے کی فکر رکھتے ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ فرد کی اصلاح کے بغیر صالح اور جری معاشرہ کی تشکیل ناممکن ہے اور کفر کے خلاف جانگسل جنگ وتاز کے لئے معجزانہ کردار از حد ضروری ہے، لیکن یقین جانیئے ہماری صفوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جیالے جوان ہیں، پاکیزہ شخصیتیں ہیں، تقویٰ کے زیور سے آراستہ مشائخ ہیں، راہ وفا میں جان دینے والے سپاہی ہیں، نور فراست میں ڈھلے قلم کار ہیں، علم کے موتی رکھنے والے علماء ہیں، دین مصطفےٰ ﷺ کے لئے سب کچھ وار دینے والے اہل مروت ہیں۔ لکھاری، خطیب، نابغہ، عبقری، محقق، مدقق، مفسر، محدث وہ کون سی دولت ہے جو اللہ رب العالمین نے ہمیں نہیں عطا فرمائی۔ دراصل جدو جہد کے رخ متفاوت ہیں۔ انہیں ایک سمت لگانے کی ضرورت ہے، ان کا رخ معین کرنے کی محنت درکار ہے گویا ایک فکری اور روحانی تحریک کی ضرورت ہے جو بندگی خدا اور عشق رسول ﷺ کی روشنی میں ان تمام قوتوں کو باطل کے خلاف انقلابی کشمکش پر آمادہ کرے۔ اگر جماعت اہل سنت نے یہ کام کرلیا اور آپ نے یہ عظیم کام کرنے میں جماعت کی مدد کی تو یقین رکھیئے وہ دن دور نہ ہوں گے جب یہودیوں عیسائیوں اور کافروں کی قوت کے سرچشمے اللہ رب العالمین حضور ﷺ کی زلف ناز کے صدقے تمہارے قبضے میں دے دے گا۔

میں مطمئن ہوں اگرچہ خراب ہے ماحول
خزاں کے بعد کا موسم بہار ہوتا ہے

جماعت اہل سنت بہت اچھی طرح اس بات کا بھرپور احساس رکھتی ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اصلاحی، تعمیری، انقلابی اور نتیجہ خیز کام افراد کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں۔ خصوصاً دیکھا جائے تو ہماری جماعت میں خانقاہی وابستگیوں نے ذوق وشوق کا اساسی مواد تو ہمارے کارکن کو دیا ہے لیکن جماعتی احساس اور انقلابی کردار کے تقاضے ہنوز تشنہ تکمیل ہیں، لہٰذا جماعت اہل سنت روحانی تربیتی کام کو ہر کارکن کے ذوق کے مطابق مشائخ کے سپرد کرتی ہے اور خود پیری مریدی کی روایت سنبھالنے کی بجائے توحید، رسالت اور فکر آخرت کے سنہرے اصولوں کی روشنی میں ذہین، دانشمند، دردمند اور انقلابی سُنی پیدا کرنے کی فکر رکھتی ہے البتہ ذوق شوق اور بیدار روحانی اقدار کی نمو کے لئے ہم تمام سلاسل تصوف کے اصولوں سے بہرہ مند ہونے کی ترجیحات پر قائم ہیں۔

یہ عظیم کام کیسے کیا جائے اس سلسلہ میں جلیل القدر مشائخ، عظیم الشان علماء اور عبقری مفکرین خصوصاً تنظیم المدارس، جامعہ محمدیہ غوثیہ اور دیگر منظور شدہ مدارس کے مبلغین سے استفادہ ہمارا حق ہوگا، یہ اس لئے بھی عرض کیا گیا کہ مدرسہ وخانقاہ کے تعاون کے بغیر تربیت کم از کم نہیں ہوسکتی۔ جماعت اہل سنت تعلیمی اور تربیتی انقلابی اصلاحات کا ایک واضح لائحہ عمل رکھتی ہے جسے بعض حکمتوں کی بنا پر تفصیل کے ساتھ یہاں زیر بحث نہیں لایا جاسکتا تاہم ایک اعلان آپ کے لئے باعث صد مسرت ہوگا کہ جماعت اہل سنت وقتاً فوقتاً تربیتی کیمپ لگانے کا اہتمام

کرے گی۔ تمام سُنی عموماً اور جماعت اہل سنت کے ضلعی امراء اور ناظمین اعلیٰ ان کیمپس کو کامیاب بنانے کے لئے تعاون فرمائیں۔ اس سلسلہ کا پہلا تربیتی کیمپ اس رمضان المبارک میں منعقد ہوگا۔ امید ہے آپ اس کیمپ میں بھرپور شرکت فرمائیں گے۔ دعا فرمائیں ہمارے ان اقدامات کا نتیجہ ہماری سُنی ملت کے لئے بہتر ہو۔ اس تمام تربیتی کام کی تنظیم کو بعد میں کسی وسیع اکیڈمی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ دیر یا سویر ہمیں اس انقلابی نتیجہ خیز کام کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔

مشائخ، علماء اور میرے نہایت قابل احترام بھائیو!

آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں وہ کمپیوٹر اور میزائل کا دور ہے۔ اب دست بدست لڑائی کی مشقوں کی جگہ فضائی رصدگاہوں اور تیز ذہنی صلاحیتوں نے لے لی ہے۔ اب پنجہ آزمائی کم اور فکر آزمائی زیادہ ہوتی ہے۔ جس جماعت کا فکری نظام مضبوط رصدگاہ رکھتا ہو وہ عمل کی جولانگاہ میں بہت آگے نکل جائے گی۔ یہ ہماری بدقسمتی نہیں کہ ملک کی سب سے بڑی جماعت کے پاس اپنا ذاتی دفتر بھی نہیں جبکہ ایک فعال سیکرٹریٹ کی ضرورت اپنی جگہ تڑپ رہی ہے۔ ذاتی طور پر میں جماعت کے کسی متحرک منصب پر فائز نہیں ورنہ میری اولین ترجیح قیام سیکرٹریٹ ہوتی۔ تاہم حالات کتنے ہی ٹھنڈے کیوں نہ ہوں انشاء اللہ ہم مایوس نہیں۔ آج لاکھوں آنکھیں آپ کے جذبوں کا تماشہ بھی دیکھ رہی ہیں اور ساتھ ان کرم فرماؤں کی مساعی جمیلہ بھی ملاحظہ فرما رہی ہیں جو ہاتھ میں کلہاڑا پکڑ کر جماعت کے وجود کو ریزہ ریزہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں، اگر ہم اپنے ان محسنوں سے بچ نکلے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل، حضور ﷺ کی نظر اور آپ کے تعاون کے ساتھ اس سہ سالہ میں ہم سیکرٹریٹ قائم کر کے دم لیں گے۔

دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں آپ کے فکری، عملی اور تحریکی روابط آپ کے مذہبی وجود کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ''کُل پاکستان سُنی کانفرنس'' اس عظیم ہدف تک رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ لائحہ عمل تجویز کرتی ہے کہ ہر ضلع ضلعی سطح پر، تحصیل سطح پر، اور ہر جماعت کا یونٹ اپنے دائرہ کار کے اندر آج ہی سے جا کر محبت رسول ﷺ کانفرنس منعقد کرنے کا کام شروع کر دے۔ اس سے ہمارے فکری اور ایمانی ہدف کے پرچار کو جہاں قوت ملے گی وہاں ہماری تنظیم خود بخود فعال ہو جائے گی ساتھ ہی معذرت چاہتے ہوئے میں اپنے ضلعی امراء اور ناظمین سے گزارش کروں گا کہ قیادت امانت ہوتی ہے آپ اسے امانت سمجھ کر ہی قبول فرمائیں اور محنت فرمائیں مخلص قیادت ہی کسی جماعت میں پائیدار لائحہ عمل کی تنفیذ کی ضمانت ہوتی ہے اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ اس کا وجود جماعت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے تو وہ خوف خدا سے خود ہی جماعت کو اپنی سستی اور کاہلی کے عمل سے محفوظ رکھے۔ انشاء اللہ ہم اور آپ اگر اخلاص سے چلے تو منزل زیادہ دور نہیں۔

آپ جانتے ہیں بہت خوبصورت درخت بھی ہو اور اسے جڑوں میں پانی نہ ملے تو وہ سوکھ جاتا ہے ہم اور ہماری جماعت قائم ہیں، تاجدار نبوت ﷺ کی محبت اور پیار سے۔ یہ ہمارا اساسی سرمایہ ہے اسے ہرا بھرا رکھنے کے لئے ضروری کہ ہم ذکر الٰہ اور تلاوت کتاب کے ساتھ اپنے حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کو ایمان بنالیں اور ہر شخص یہ کرے کہ وہ ہر روز اگر ممکن نہ ہو تو ہر ہفتے گھر میں محفل درود و سلام سجائے۔ یہ عمل تمہاری اور میری جماعت کی روحانی بقا کی ضمانت ہوگا۔ اگر ہر گھر میں ہم درود و سلام کے نغموں سے آقا و مولیٰ کی محبت کی دھوم مچا دیتے ہیں تو ایمان رکھیے ترقی کا اس سے بہتر کوئی لائحہ عمل نہیں ہو سکتا۔

حضرات! نظریاتی تصلب قوموں کی جان ہوتا ہے جب تک اعلیٰ حضرت، محدث اعظم اور مولانا محمد عمر اچھروی اور شیخ القرآن عبد الغفور ہزاروی ایسی شخصیتیں ہم میں موجود تھیں کسی گستاخ رسول کو برداشت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ اپنے ایمان کو بچائیں۔ اپنی عرفانی زندگی کی حدود کی حفاظت کریں، نظریاتی سلطنت میں ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کو داخل نہ ہونے دیں۔ حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں سے محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا آپ کا دینی فریضہ ہے اس سے غفلت جماعت کو کمزور کرے گی۔ ہم سب کو اس جرم الیم سے بچنا چاہیے۔ آپ اعلیٰ حضرت کا یہ درس کبھی زندگی میں فراموش نہ فرمائیں۔

''آل پاکستان سُنی کانفرنس'' میں اگر ایک بات کا میں اعادہ نہ کروں تو میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ڈستا رہے گا اور وہ ہے نظام مصطفیٰ ﷺ کی عملی تنفیذ۔ ہمارے نزدیک نظام مصطفیٰ ﷺ ایک وسیع، ہمہ گیر انسانیت پرور اور غریب نواز قدروں کے احیاء کا نام ہے اگرچہ سیاسی سطح پر ہم سمجھتے ہیں کہ جماعت اہل سنت کی محدود جدوجہد شاید ہمیں اتنے بڑے کام کا ماحول فراہم نہ کرے لیکن یقین جانیئے جب تک ہماری جماعت اس عظیم مقصد کے لئے ذہن سازی نہیں کرتی نظام مصطفیٰ ﷺ کی بنیادیں پوری دنیا میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً مستحکم نہیں ہو سکتیں۔ جماعت دنیا بھر میں نافذ کالے قانون پر پریشان اور مضطرب ہے۔ دنیا میں ہر روز پیدا ہونے والے نئے نئے فتنوں پر تشویش رکھتی ہے۔ ہم اپنی گلیوں سے لاشوں کے ڈھیر اور انسانی جسموں کے چیتھڑے اٹھا اٹھا کر تھک گئے ہیں۔ غریب اور مسکین معاشرہ جس طرح بلک رہا ہے وہ کسی دردمند

آنکھ سے مخفی نہیں۔ جماعت اہل سنت کے نزدیک دینی انقلاب کی اہم ترین ضرورت معاشی اور اقتصادی بدحالی کی ترفیع ہے۔ سیاست دان جس طرح شیطانی نظام کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں ایک مذہبی جماعت اس پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے چند سفارشات پیش کرتی ہے دیر یا سویر کسی دینی انقلاب کو یہ کام کرنے ہوں گے۔

(۱) تمام اندرونی و بیرونی قرضہ جات فی الفور ادا کئے جائیں۔ دوسروں کے چبائے ہوئے لقموں پر جگالی نہیں کی جاسکتی۔ یہ وہ ہدف ہے جس کے بغیر سودی معاشرہ ختم نہیں ہوسکتا۔ اگر اس کے لئے چند دن بھوک بھی کاٹنی پڑے تو ہمیں دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا پہلا انقلابی قدم یہی ہوسکتا ہے اس کے بغیر معاشی انقلاب جدید دور میں ناممکن ہوگا۔

(۲) نظام مصطفیٰ ﷺ کا صاف مطلب بھوکے، ننگے، غریب اور بے روزگار انسانوں کی معاشی کفالت ہے۔ کم از کم ہر بے روزگار انسان کو 1000 روپیہ ماہانہ وظیفہ ملنا چاہیئے اگر تم بھوک کا سدباب نہ کرو گے تو بھوکے ننگے انسان ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچیں گے۔

(۳) قوم کے تمام بچوں کو تعلیم کا یکساں ماحول فراہم کیا جائے، اونچ نیچ نفسیاتی مسائل پیدا کرتی ہے اور کرے گی، تمہارا ناقص نظام تعلیم خچر اور گھوڑے پیدا کر رہا ہے۔ آؤ! مصطفائی تعلیم اپنائیں اور اچھے انسان اچھے مسلمان پیدا کریں۔

(۴) عدل و انصاف قوموں کی عمر کا پیمانہ ہوتا ہے کوئی قوم جتنا سستا اور فی الفور انصاف فراہم کرتی ہے افق حیات پر وہ اتنی ہی زیادہ جگمگاتی ہے۔ مقدمات کے فیصلے عدل سے کرنا اور فوری کرنا یہ نظام مصطفیٰ ﷺ کا اہم حصہ ہے۔ عدالتیں فوجداری مقدمات زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کی مدت میں نمٹائیں۔

(۵) پوری دنیا ٹیکسوں کے فرسودہ نظام کی لپیٹ میں آئی ہوئی ہے۔ اگر تاجر برادری کو یونہی تنگ کیا گیا تو بازار اور منڈیاں بے اعتمادی کے اندھیروں میں ڈوب جائیں گے۔ نظام مصطفیٰ ﷺ موجودہ ٹیکسز کے نظام کو ٹھپ کر کے بیت المال کا حسین نظام دیتا ہے جس میں اسلامی معاشی مداخلت استقرار نظام کے لئے کفایت کرتی ہے ہم فی الوقت بالواسطہ ٹیکسوں کی لعنت کو ختم کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔

(۶) حکمرانی کے لئے تقویٰ، ایمان اور شرافت کے ساتھ ساتھ نظام مصطفیٰ ﷺ یہ بھی تجویز کرتا ہے کہ حکمرانوں کا معیار زندگی عام آدمی سے زیادہ نہ ہو۔

(۷) حکومت کے تسلط میں آبی اور بارانی لاکھوں ایکڑ زمین بے کار پڑی ہے۔ قومی وسائل کا یہ اندھا استعمال ملت دشمنی کے مترادف ہے، یہ زمین صنعت کاروں، جاگیرداروں اور حکومت کے خوشامدیوں کو دینے کی بجائے غریب کسانوں میں بانٹی جائے، ظاہر ہے اس سے ملکی معیشت مضبوط ہوگی۔ جماعت اہل سنت نظام مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں زرعی اصلاحات کا ایک جامع منصوبہ رکھتی ہے اگر سیاست دان چاہیں تو جماعت سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ جماعت اہل سنت ملک میں دو اماراتی نظام کی بجائے خلافت راشدہ کی طرز کا نظام تجویز کرتی ہے۔

حضرات!

آل پاکستان سنّی کانفرنس کے وسیلے سے ایک ضروری نکتہ کا ابلاغ ضروری سمجھتا ہوں اور وہ رسم و رواج کی اصلاح ہے۔ وہ لوگ جو قدم قدم پر ہمیں بدعتی اور مشرک ایسی رکیک گالیاں دیتے ہیں وہ جانتے سمجھتے ہوئے بعض غیر شرعی امور کو خواہ مخواہ اہل سنت کے سر تھوپ دیتے ہیں۔ ہمیں ہمارے خطباء، علماء اور مشائخ کو چاہیئے کہ اس طرف خصوصی توجہ دیں اور توازن اور تناسب کے ساتھ اپنے خطبات میں اصلاح رسوم کی تحریک اٹھائیں، اگر ہوسکے تو اپنی مسجد میں قرآن و سنت کا باقاعدہ درس دیا جائے، یہ خود بخود تزکیہ نفوس کی راہیں ہموار کر دے گا۔ اگر آپ سوچیں تو یہ برصغیر پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلام صوفیاء کرام نے پھیلایا ان کے پاس مضبوط ترین اسلحہ انسان دوستی، اخلاق عالیہ، غریب پروری اور پاکیزہ کردار تھا۔ اسی سے انہوں نے تسخیر کائنات کی۔ آؤ! تھوڑی توجہ اپنے مسلک کی پاسبانی بہتر طریقے سے کر سکیں۔ غلط رسموں، حسد، رقابت، بدخواہی، سوئے ظنی سے عملی نجات ہی ہماری کامیابیوں کی ضمانت ہوگی۔

جماعت اہل سنت کا دیگر سُنّی تنظیموں سے رویہ ''محبت دو اور محبت لو'' کے اصول پر کارفرما ہے۔ مختلف شعبہ ہائے حیات میں کام کرنے والی تنظیمیں اگر جماعت اہل سنت سے رابطہ استوار رکھیں تو ہم اپنے دینی کاموں کو بہتر طریقے سے بانٹ کر کر سکتے ہیں۔ اس طرح زیادہ کام کم وقت میں ہونا ممکن ہوگا۔ اس کے لئے ''سُنّی پارلیمنٹ'' کی تجویز زیر غور ہے آپ سب کا تنظیمی تعاون ہی اس عظیم ہدف تک رسائی کی بنیاد بن سکتا ہے۔ جہاں تک غیر سُنّی تنظیموں کا تعلق ہے تو ہم کسی بھی گروپ سے جھگڑا لڑائی پسند نہیں کرتے ہمارا ایمان ہے محبت ہی محبت، لیکن محبت کو زیادہ تنگ کیا جائے تو اس کی چوٹ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتی ہے ایسے لوگوں سے گزارش ہے کہ صلح ہی دین کی راہ اور پاکستان کے استحکام کی ضمانت ہے۔

عظیم الشان سُنّی کانفرنس کے عالی قدر شرکاء!

آپ شیخ طریقت ہیں یا رہبر شریعت، آپ خانقاہ کی رونق ہیں یا منبر ومحراب کی زینت، آپ شاعر ہیں یا ادیب، آپ ڈاکٹر، انجینئر ہیں یا وکیل، آپ صنعتکار ہیں یا مزدور، آپ بڑے تاجر ہیں یا چھوٹے دوکاندار، آپ زمیندار ہیں یا کسان، آپ استاد ہیں یا طالب علم۔ آیئے! ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ جماعت اہل سنت کے کاروان خیر میں شریک ہوجایئے۔ جس راستے پر چلتے ہوئے لاکھوں اولیاء کرام نے اپنی زندگیاں گزاری ہیں اسی راستے پر چلتے رہیئے۔ گلی گلی، محلے محلے، جماعت اہلسنّت کے دفاتر قائم کر کے مرکز سے وابستہ کیجئے۔

یاد رکھیئے! آپ کی چند گھڑیوں کی قربانی ملت کا مقدر سنوار سکتی ہے۔

کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کفر والحاد اور مادہ پرستی کو فروغ ملتا رہے؟ اسلامی تہذیبی اقدار کو مٹایا جاتا رہے؟ بے حیائی، بے راہروی اور جنسی آوارگی کو ہوا دی جاتی رہے؟ گستاخانِ رسول دیدہ دلیریاں کرتے رہیں؟ اولیائے کرام کے مزارات کو مسمار کردینے کی سازشیں تیار کرنے والے اپنی قوت بڑھاتے رہیں؟ یقیناً آپ کبھی ایسا نہیں چاہیں گے، تو پھر دیر نہ کیجئے جلد از جلد جماعت اہل سنت کے قافلہ محبت کے ساتھی بنئے اور پھر دوسرے انسانوں کو بھی نفرت کے جہنم زاروں سے نکال کر محبت کے گلزاروں میں لے آیئے۔

تو امین غم محبت ہے
بے نیاز غم جہاں ہوجا
ترا مسلک غم محبت ہے
اپنے مسلک کا پاسباں ہوجا

❁ ❁ ❁

یاس نگر میں امیدوں کا رتن دیپ

حافظ شیخ محمد قاسم

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے تشریف لے گئے اور ایک رات حطیم کعبہ میں محو استراحت ہوئے، خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا: "اے ابن مبارک جب تم بغداد سے واپس ہو تو وہاں ایک مجوسی "بہرام" رہتا ہے اسے میرا سلام کہنا اور کہنا اللہ تم پر راضی ہے۔"

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نیند سے بیدار ہوا اور لاحول پڑھی اور اسے وہم گمان کیا۔ وضو کیا نماز پڑھی اور قبلہ عتیق سے لپٹ گیا دوبارہ نیند کا غلبہ ہوا کہ حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنا فرمان دوہرایا۔ سہ بار ایسا ہی ہوا۔ حج سے فارغ ہوا اور بغداد آمد ہوئی۔ روحانی نشان دہی کے مطابق محلہ تلاش کیا اور بہرام مجوسی کے گھر پہنچ گیا۔ وہ ایک بوڑھا اور کمزور آدمی تھا۔ میں نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی نیکی بھی ہے۔ اس نے جواب دیا "ہاں" میں نے پوچھا وہ کون سی؟ کہنے لگا میری چار بیٹیاں تھیں اور چار ہی بیٹے تھے۔ میں نے انہیں آپس ہی میں بیاہ دیا۔ میں نے کہا "یہ تو تم نے حرام کام کیا ہے۔"

کیا اس کے سوا کوئی اور نیکی ہے؟ کہا ہاں میری ایک اور خوبصورت لڑکی تھی اس کا بھی کوئی کفو نہیں تھا میں نے خود ہی اس سے شادی کر لی اور ولیمہ میں ایک ہزار مجوسیوں کو دعوت کھلائی۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے "یہ تو تم نے پہلے سے بھی برا کام کیا ہے" میں نے کہا کوئی اور نیکی کا کام بھی تو نے کبھی کیا ہے؟

وہ کہنے لگا ہاں جب میں اپنی بیٹی کے پاس سونے کے لئے گیا تو ایک مسلمان عورت چراغ کے لئے آگ لینے میرے گھر داخل ہوئی میں نے اسے چراغ روشن کر کے دے دیا۔ پھر وہ دوبارہ آئی اور پھر کئی بار، میں نے ہر مرتبہ چراغ روشن کر کے دے دیا۔ میں سوچنے لگ گیا ہو سکتا ہے یہ عورت چوروں کی جاسوس ہو اور میرے حال کا جائزہ لینے کے لئے بار بار آتی ہو۔ چنانچہ میں نے اس کا تعاقب کیا تا کہ دیکھوں یہ کس کو باتیں بتاتی ہے میں اس کے گھر داخل ہو گیا وہ اپنی بچیوں کے پاس گئی۔ بیٹیوں نے بے تابی سے پوچھا کیا تم ہمارے لئے کچھ لائی ہو یا نہیں۔ بھوک سے ہماری جان نکل رہی ہے اب ہم سے صبر نہیں ہو سکتا۔

آنسو نکل پڑے اور رو کر کہنے لگی:

"مجھے رب سے شرم آتی ہے کہ میں اس کے سوا کسی سے مانگوں خاص کر اس کے دشمن بہرام مجوسی سے سوال کروں ہرگز ایسا نہ ہو گا۔"

بہرام مجوسی کہتا ہے کہ میں فوراً گھر آیا اور ایک بڑا طشت اشیاء سے بھر کر لے گیا عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کہا "بہرام تمہیں مبارک ہو یہی نیکی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے تجھے سلام دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تم پر راضی ہے۔"

بہرام نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور اسی وقت جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ عبداللہ ابن مبارک نے انہیں غسل دیا اور ان پر نماز پڑھی اور خود اپنے ہاتھوں سے دفن فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

"لوگو! تم سخاوت کیا کرو
یہ وہ خصلت ہے جو سخت
سے سخت دشمن کو دوست
بنا دیتی ہے۔ (جامع المعجزات)

میں اپنے کمرے میں بیٹھا "جامع المعجزات" سے یہ واقعہ پڑھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں یاس نگر کے رتن دیپ سے روشنی حاصل کروں کیا آپ نے بھی یہ واقعہ پڑھا ہے؟ اٹھا اور حاجب سے پوچھا شاہ جی کہاں ہیں؟ اس نے دروازہ سے کپڑا اٹھایا تو شاہ جی لائبریری میں بیٹھے مطالعہ فرما رہے تھے۔ دست بوسی کی تو شاہ جی نے پوچھا "کیا نو بج چکے ہیں"؟ عرض کی جی ہاں۔ آپ فرمانے لگے کیا ممکن ہے اس وقت رات میں بیس کلو دودھ مل جائے؟ عثمان ندیم میرے ساتھ موجود تھے فرمایا مل جائے گا۔ حافظ زبیر اعوان سے فون پر آپ نے پوچھا ہر کی پور سے دس پندرہ کلو جلیبیاں مل جائیں گی؟ ہم نہ جان سکے حافظ صاحب نے جواباً کیا فرمایا البتہ عثمان ندیم نے کہا جلیبیاں بھی یہیں سے مل جائیں گی۔ شاہ جی نے حکم دیا دونوں گاڑیاں تیار کرواور دودھ جلیبیاں گاڑیوں میں رکھو پندرہ منٹ بعد ہم "کوٹالی" روانہ ہو جائیں گے۔

"ہم گاڑیوں میں بیٹھے تو میں نے غور سے شاہ جی کا چہرہ دیکھا ایک مغموم سی مسکراہٹ لبوں پر محسوس کی اور دیکھا کہ شاہ جی موٹے موٹے آنسوؤں سے رو رہے ہیں۔ جیسے ماضی کے کسی حادثے نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے۔ برہان موٹروے سے نیچے اترے تو میں نے سکوت کا ماحول توڑنے کے لئے عرض کی نیند کا غلبہ ہے اگر اجازت ہو تو چائے پی لوں۔ آپ نے فرمایا "میری نشست پر آ جاؤ میں خود گاڑی چلا لیتا ہوں" میں نے روایتی انداز میں جھرجھری لی اور عرض کی "اب میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کی شفقت مآب گفتگو نے ساری تھکاوٹ دور کر دی ہے۔ انشاء اللہ گاڑی چلانے میں غفلت نہیں ہو گی۔۔۔"

ہری پور پہنچے تو علامہ بشیر القادری، حافظ محمد زبیر اور جاوید خان پہلے سے ہمارے انتظار میں بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر میں اشتیاق بھائی تو آ گئے مگر عدیل خان نہ آ سکے۔ غالب گمان ہے آغا صاحب بھی ساتھ تھے۔ ایک گھنٹہ کے سفر کے بعد ہم کوٹنالی ایک ٹیلے سے نیچے اتر کر ادارہ کے کشادہ صحن میں کھڑے تھے رات کی چاندنی، برہنہ پہاڑیاں، ٹھٹھرتی فضا سوالیہ نشان بن رہی تھیں۔ ایک بجے رات شاہ جی کس لئے تشریف لائے ہیں؟ عقدہ کھلا شاہ جی نے سید عمران شاہ صاحب کو فرمایا:

''ادارہ میں پڑھنے والے نادار، غریب اور مسافر بچے میری محبت میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں از راہ مہربانی انہیں دودھ پلایئے اور جلیبیاں کھلایئے۔ میں اتنے دور سے صرف ان کے لئے آیا ہوں''۔ بچے دودھ پینے لگے اور رات ایک بجے مسجد میں محفل ذکر ہوئی اور ہم تقریباً 1:20 پر واپس راولپنڈی کے لئے روانہ ہوئے۔

واپسی پر ہم تو شاہ جی کے ماضی میں کھو گئے۔ گاؤں کا سفر اچھا لگا۔ دودھ جلیبیوں کا ذائقہ رس گھولتا رہا۔ کبھی کبھی خیال پتنگ بن کر کوٹنالی کی فضاؤں میں اڑنے لگتا۔ شاہ جی کے بچپن کے دن دعوت بن کر آواز دیتے آؤ، دہقانوں کی کسی بستی میں آباد ہوتے ہیں۔ یہاں کی سادہ سی صبحیں اور شامیں کتنے خوبصورت ہیرے تراشتی ہیں۔

راولپنڈی پہنچے تو شاہ جی نے تحکمانہ لہجے میں فرمایا جلدی کرو مجھے آرام کرنا ہے۔ چند دقیقے ہی گذرے تھے کہ آپ اپنی آرام گاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کا ہم راز کہتا ہے کہ شاہ جی بستر پر گئے اور فرمانے لگے ہوا میں غیر معمولی ملائمت ہے لگتا ہے جیسے بہار میرے کمرے میں کسی روزن سے جھانک رہی ہو۔ شاہ جی پندرہ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور بے ساختہ زبان پر اللہ اکبر۔۔۔ اللہ اکبر پاکیزہ کلمات جاری ہو گئے اور بلا اختیار آپ رونے لگ گئے میری صبح کی نماز ضائع ہو گئی میری صبح کی نماز ضائع ہو گئی۔ اللہ کے نیک بندے مجھے جگایا کیوں نہیں، میرا سارا کمرہ روشنی سے بھر گیا ہے خادم نے عرض کی شاہ جی ابھی تو رات کے صرف تین بجکر پچیس ہونے ہیں۔ ''عزیز! ذرا غور سے گھڑی کی طرف دیکھو کہیں یہ خراب نہ ہو'' شاہ جی نے مغموم لہجے میں فرمایا اور پھر قدرے مطمئن ہو کر لیٹ گئے۔ دس منٹ بعد پھر بدن پر جھٹکا لگا اور اٹھ بیٹھے ارے ظالم! مجھے اٹھایا نہیں ہے میری صبح کی نماز رہ گئی۔ انا للہ۔۔۔۔ انا للہ۔۔۔ اللہ کریم معاف فرمادے۔ ''سارا کمرہ دھوپ سے بھر گیا اور میں نہیں اٹھا''

خادم نے عرض کی حضور! ابھی تو صرف پندرہ منٹ آپ نے آرام فرمایا ہے۔ صبح کی نماز جبکہ سوا چھ بجے ہو گی۔ ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے آپ دوبارہ بستر استراحت پر آرام فرما ہو گئے۔

گھنٹے بھر کے بعد اٹھے اور وضو فرمایا اور انتہائی انبساط اور خوشی کے عالم میں مصلی پر تشریف لے گئے۔ چند نفل ادا ہوئے اور پھر خود ہی صلوٰۃ وسلام پڑھا اور بلا کر مجھے فرمانے لگے کہ صبح کی نماز کے بعد حلوہ، جلیبیاں، کھجوریں اور مٹھائی جو ملتا ہے مدرسے کے بچوں میں تقسیم کرو۔

میرے کمرے میں دھوپ نہیں تھی وہ سراج منیر کی روشنی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حرم نبوی میں نماز پڑھ رہا ہوں اور میری والدہ روضہ شریف کے اندر ہیں اور مجھے آواز دے رہی ہیں بیٹا ریاض الجنۃ کی طرف سے اندر آ جاؤ۔ اذن حضوری ہو گئی ہے۔ اندر داخل ہونے کے بعد میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا کہ مواجہ شریف کی طرف سے حاضری دوں زور زور سے پڑھتا ہوں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

آپ کی آواز آتی ہے سامنے سے آؤ، ڈرے ہوئے، سہمے ہوئے اور خوف زدہ اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے حیران اور سراسیمہ سامنے آ کر گردن جھکا کر بیٹھ جاتا ہوں اور روضہ شریف کھل کر نور کی چھپر کھٹ بن جاتی ہے اور کائنات کے شہریار تشریف فرما ہوتے ہیں قرب حضوری کا اذن ہوتا ہے اور بلا اختیار قدم بوسی کرتا ہوں اور آپ ________ درود اُن پر، سلام اُن پر، صلوٰۃ اُن پر، سلام اُن پر۔

فرماتے ہیں تمہاری دودھ جلیبیاں قبول ہیں۔ ''اللہ کے دین کی خدمت کرو''

شاہ جی کہتے ہیں

اس رات کو سلام

جو ڈھل کر مصفا ہوئے اور ان لمحوں کو سلام

امید اور محبت کے درمیان جس میں زندگی کا چرخہ چل رہا ہے۔ زندگی ان کے نام جن کے نام خدا کی بستی کی ہر شے ہو چکی ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام